نیا سال مبارک
ماہنامہ
جواب عرض
جنوری 2015
WWW.PAKSOCIETY.COM
خشک گلاب نمبر
RS 90
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

خواتین و مردوں کی دلچسپ کہانیوں کا دلفریب ماہنامہ

ماہنامہ
محمد شہزاد عالمگیر
جواب عرض
لاہور

جلد نمبر 40 شمارہ نمبر 8

خشک گلاب نمبر

ماہ جنوری 2015

قیمت۔ 90 روپے

ماہنامہ جواب عرض

پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ III لاہور

ماہنامہ جواب عرض جنوری 2015 کے شمارے خشک گلاب نمبر کی جھلکیاں

خشک گلاب
کشور کرن پتوکی
۱۶

اب نشانہ کون
مس فوزیہ
۷۸

جلد نمبر 40
شمارہ نمبر 8

محبت ایک عجیب منظر
دین محمد بلوچ
۳۸

محبت آخری حصہ
ثناء اجالا
۲۰

گلدستہ

رہا عشق نہ ہووے
انتظار حسین ساقی
۴۴

کیا یہی پیار ہے
عافیہ گوندل
۹۴

خشک گلاب نمبر

آئیڈیل کی موت
رفعت محمود
۶۸

محبت کو سلام
سیف الرحمن زخمی
۹۸

پسندیدہ اشعار

انتظار ایک کرب مسلسل
محمد عرفان ملک
۷۴

دوستی امتحان لیتی ہے
سلیم اختر
۱۰۸

اسلامی صفحہ

ذکر الٰہی

ماہر طبیبوں نے عروہ ابن زبیر کے پیر کا معائنہ کرنے بعد جو فیصلہ دیا اسے سن کر تمام اہل خاندان کے دل دہل گئے مگر آپ کے چہرے پر بدستور سکون تھا طبیبوں نے کہا کہ ان کے ایک پیر میں ایسی بیماری ہے اگر اسے نہ کاٹا گیا تو ان کی ہلاکت یقینی ہے اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ یہ زندہ رہیں تو ہمارا مشورہ یہی ہے کہ ان کا ایک پیر کاٹ دیا جائے بال بچے رو تے رہے مگر جناب عروہ نے اپنا پیر بخوشی آرے کے نیچے رکھ دیا پیر کاٹنے سے پہلے جراحوں نے ایک دوا پلانا چاہی جناب عروہ نے پوچھا یہ دوا کیوں پلائی جا رہی ہے ایک جرح نے کہا کہ یہ بے ہوشی کی دوا ہے اس کے پلانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ آپ پیر کٹنے کی تکلیف سے بچ جائیں گے آپ کا شعور معطل ہو جائے گا اور ہم اپنا کام با آسانی سے کر لیں گے اس پر جناب عروہؓ نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ ایک ایسا شخص جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسی دوا پی سکتا ہو جس سے اس کا شعور معطل ہو جائے اور وہ ہر چیز کو بھول جائے حتیٰ کہ اپنے اللہ کو بھی کیا میں جب دوا پیوں گا اور بے ہوش ہو جاؤں گا تو اپنے اللہ کو بھول نہیں جاؤں گا اس سے غافل نہیں ہو جاؤں گا میں اس دوا کو پینے کے لیے تیار نہیں ہوں میں ہوش و حواس میں ہی رہوں گا آپ میرا پاؤں کاٹیں میں اپنے رب کو یاد کرتا رہوں گا چنانچہ ٹخنے سے ایک پاؤں کاٹ دیا گیا اور آپ چپ چاپ دیکھتے رہے نہ کسی بے چینی کا اظہار کیا نہ ہی چیخ و پکار کی مگر آزمائش کا ٹائم ابھی ختم نہیں ہوا تھا عروہ کے سات بیٹے تھے جب عروہ کا پاؤں کاٹا جا رہا تھا تو عروہ کا ایک پیارا بیٹا چھت پر سے گرا اور فوت ہو گیا مگر آپ کے ہاتھوں صبر و ضبط کا دامن نہ چھوٹا آنکھیں بہہ رہی تھیں مگر زبان پر نالے نہ تھے لوگ تعزیت کے لیے آئے تو فرمایا اللہ تیرا شکر ہے دو ہاتھ ایک پاؤں میرے پاس چھوڑ دیے میرے مالک میری یہ اولاد تو نے ہی دی یہ ہاتھ پاؤں تو نے ہی بخشے تھے ان کا مالک تو ہی ہے تو نے جو لے لیا اس کا تو ہی حق دار ہے تیری ہی عطا کردہ تھیں آزمائش بھی تیری طرف سے آئی ہے عافیت سے تو نے نواز رکھا ہے یہ تو بہت ہی ناشکری کی بات ہے کہ آدمی آزمائش کی گھڑی میں عافیت کے زمانے کو فراموش کر دے میں تیرا ناشکرا بندہ نہیں بنوں گا۔

والدین کی قدر

آج کل مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے معاشرے میں عموماً والدین کو شکایت رہتی ہے کہ ہماری اولاد نافرمان ہے اور اکثر دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ جب بچے جوان ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو یہ بات فراموش کر دیتے ہیں کہ آج ہم جو کچھ ہیں اس کے پیچھے ہمارے والدین کی کس قدر قربانیاں کار فرما ہیں مجھے اپنے والدین کی خدمت و طاعت تو در کنار ان سے انتہائی بدتمیزی اور نامناسب سلوک کرتے ہیں

.... خلیل احمد ملک شیدانی شریف

بنواب عرض

ماں کی یاد میں

وہ اندھیرے میں جانے کیا ڈھونڈ رہی تھی بہت پریشان لگ رہی تھی وہ اتنی اداس اور اتنی پریشان کیوں تھی اور اس اندھیرے میں کیا ڈھونڈ رہی تھی ایسا کیا کھو گیا تھا اس کا جس کو اتنی بے چینی سے بے صبری سے تلاش کر رہی تھی وہ اس پریشانی میں اتنی پگلائی ہوئی تھی کہ وہ اپنے پاؤں میں جوتا تک پہننا بھول گئی تھی وہ سرد رات جس میں اسے سردی کا احساس تک نہ تھا وہ کیوں ادھر ادھر بھٹک رہی تھی کس چیز کی تلاش تھی اس کو آخر ایسا کیا تھا جس نے اس کا یہ حال کر دیا تھا کیسے دیوانوں کی طرح وہ ادھر ادھر بھٹک رہی تھی پتہ ہے وہ کون تھی وہ ایک ماں تھی جس کا بیٹا گھر سے نکلا تو بے مگر وہ گھر نہیں لوٹا کہاں گیا اسے کون لے گیا تھا اسی پریشانی کے عالم میں وہ ادھر ادھر بھٹک رہی ہے وہ اپنے بیٹے کی صورت دیکھنے کو ترس رہی ہے کہاں ہے کدھر گیا اس کے آنسو جو موتیوں کی طرح بہہ رہے ہیں کون آ کر سمیٹے کون آ کر اسے اس سرد رات سے بچانے وہ اس کا بیٹا جو اس زندگی کا سرمایا تھا وہ تو نہ جانے کس گلی کے موڑ پر گم ہو گیا ہے کون لے گیا ہے کدھر گیا ہے یہ کون آ کر اس کو بتائے یہ احساس یہ بے چینی آخر اک ماں ہی کو کیوں ہوتی ہے آخر ماں ہی کو اپنے بیٹے کی اتنی فکر کیوں ہوتی ہے آخر کیوں۔ ذرا سوچئے دوستوں ہم میں سے کچھ دوست اس ماں کے رشتے کو بہت بے رحمی سے پامال کر رہے ہیں اس رشتے سے منہ پھیرتے جا رہے ہیں آخر کیوں جبکہ اسی ماں نے تو ہماری پرورش کر کے ہمیں پڑھا لکھا کر آج اس مقام پر پہنچایا ہے اور آج ہم اسی ماں سے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں بات کرنا دور کی بات دیکھنا گوارہ نہیں کرتے کیوں آخر کیوں۔ جبکہ اسی ماں نے ہمیں جنم دیا ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا رات رات بھر ہمیں اٹھا اٹھا کر دیکھتی رہی ہمیں سردی سے بچایا ہمیں اچھے سے اچھا کھلا پلا کر ہماری اچھے سے پرورش کی کیا یہی اس کی سزا ہے نہیں دوستوں یہ اس کی سزا نہیں ہے بلکہ ہمارے ذہن بدل گئے ہیں ہماری سوچیں بدل گئی ہیں تو دوستو اپنے ذہنوں کو صاف کرو اور اپنی سوچوں کو سہی کرو اور اپنے ماں باپ کی خدمت کرو اور عزت کرو اور اسی میں آپ کو دلی سکون ملے گا اسی ماں کے قدموں تلے جنت ملے گی اور ہم اسی جنت کو خون کے آنسو رولا رہے ہیں ذرا سوچئے۔

عثمان غنی۔ قبولہ شریف

ماں کیا ہے

ماں وہ پھول ہے جس کی خوشبو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ماں وہ غنچہ ہے جو اپنی اولاد کے لیے مہکتا رہتا ہے۔
ماں وہ سمندر ہے جو اپنے بچے کو کبھی پیار کی پیاس محسوس نہیں ہونے دیتی
ماں وہ امبر ہے جو ہر مصیبت کا خود ہی سامنا کر کے اپنے اولاد پر کبھی کسی مشکل کی تپش نہیں پڑنے دیتی
ماں تو محبت کا ایک جزیرہ ہے جس میں خدا نے جانے کتنی ہی محبت بھر دی ہے جو صرف اپنے اولاد کے لیے
ماں کا چہرہ ایک بار پیار سے دیکھو تو کعبہ خود کہتا ہے اے بندے تیرا حج قبول ہے ماں کی خدمت کرتا کر بس
ماں کی دعائیں تو خدا کا عرش بھی ہلا کر رکھ دیتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کشور کرن چوکی

آئینہ رو برو

ایم یعقوب ڈیرہ غازیخان سے لکھتے ہیں۔ جناب بڑے بھائی ریاض احمد صاحب بہت بہت شکریہ آپ نے دکھی محفل میں یاد رکھا جب مجھے اکتوبر کا شمارہ ملا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی کیوں کہ باقی دوستوں کے علاوہ میری بھی کوئی سٹوری کی جگہ ملی تھی میرے پیارے بھائی راشد لطیف۔ نزاکت علی۔ یونس ناز کوٹلی۔ محمد عرفان ملک۔ محمد رمضان بگٹی۔ ارشاد حسین۔ آصف جاوید زاہد۔ ادلے کا بدلہ۔ کسے آواز دوں۔ سچا پیار۔ اظہر سیف دکھی۔ میر احمد میر۔ اور ہرا جانی بہت ہی پسند آئیں ویری گڈ دوستوں آپ ہمیشہ ایسی ای لکھتے رہو میری سٹوری محبت کا زخم بہت سے لوگوں نے پسند کیا جس میں چند کے نام۔ بھائی نثار احمد حسرت۔ عائشہ۔ حکیم حاجی ریاض۔ ندا علی لاہور۔ آصف راولپنڈی ابراہیم سرگودھا۔ دین محمد۔ ابراہیم نوشہرہ۔ حسن جھنگ۔ ماریہ ثنا اٹک باجی 13 چک۔ آفتاب شاد۔ حماد ظفر بادی۔ شہزادہ۔ سائرہ اٹک۔ عبدالرحمن۔ عائشہ سرگودھا۔ ندیم عباس گجرات۔ ساجد ڈھکو۔ پرنس مظفر شاہ عبدالغفور۔ عابد۔ امبر لاہور۔ فوجی الیاس۔ سونیا گجرات۔ مریم میانوالی۔ تنزیلہ اکرم۔ موسیٰ خلیل محمد عمران۔ اور میرے قریبی بھائی محمد سلیم ہمدانی محمد امین۔ بلال ساغر۔ حاجی رمضان انجم۔ محمد طاہر۔ محسن نیاز محمد آصف۔ شاہد جانوں۔ اور آخر میں یاسر وکی صاحب نئی دوستی مبارک ہو ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں انہوں نے اپنی رائے سے نوازا اور میری حوصلہ افزائی کی ہے انشاء اللہ دوستو میں آپ کی دعاؤں اور ریاض احمد بھائی کی مہربانی کی وجہ سے ہر ماہ حاضری دیا کروں گا صرف آپ لوگوں کی محبت اور دعاؤں کی ضرورت ہے ان تمام دوستوں کو میرا سلام قبول ہو۔

ملک علی رضا فیصل آباد سے لکھتے ہیں اسلام علیکم کے بعد عرض ہے آپ کی خیریت خدا سے نیک چاہتا ہوں نومبر کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا اس بار کسی پاکستانی لڑکی کی تصویر شمارے کی زینت بنی تھی۔ آپی کشور کرن۔ ایم خالد محمود سانول۔ مس افشاں۔ ملک عاشق حسین۔ انتظار حسین ساقی۔ حکیم جاوید نسیم۔ کی کہانیوں نے بہت متاثر کیا گلدستہ میں جناب اسلم جاوید اے آر راحیلہ۔ ایک وکیل جٹ۔ اشرف شریف دلی۔ حافظ شفیق عاجز۔ خالد فاروق۔ دین محمد خان۔ منظور اکبر۔ اور ندیم عباس ڈھکو۔ کی تحریریں بہت اچھی لگی تھی میری زندگی کی ڈائری میں ارمان سنگم۔ مجید احمد جانی۔ پرنس مظفر علی، آصف سانول۔ عمران انجم۔ فاطمہ لاہور۔ اور ہر دل عزیز دوست افضل ساگر آواز صاحب پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا جناب محترم ایم عاصم چوک متیلا سے آج کل آپ کہاں غائب ہو آخر میں میں محترم امین مراد انصاری۔ ریاں حسین تبسم چوہان۔ پرنس افضل شاہین۔ شیر خاں پشاوری۔ شہزادہ سلطان کیف۔ عبدالرشید صارم۔ نرگس ناز۔ بابا اسلم جاوید۔ اور دوست محمد خان دلو۔ کو دل کی عطا گہرائیوں سے اسلام علیکم قبول ہو۔ نئے سال کی آمد آمد ہے اور کئی دکھ دوبارہ جاگیں گے اور کئی سکھ دوبارہ جاگیں گے کئی امیدیں بر آئیں گی۔ اس سال کا آغاز ہونا چاہئے ایک نئے عہد کے ساتھ ایک نئے ولولے کے ساتھ ہر

انسان کی بہتری کے لیے اور بلاشبہ خود اپنی ذات کی خامیوں کو خوبیوں سے بدلنے کے لیے بھی آئیں مل کر ان کو تلاش کریں اور جواب عرض کی شمعیں روشن کریں آئینہ روبرو میں راشد لطیف۔مصباح کریم میواتی۔عافیہ گوندل فیض اللہ مجاور۔ثوبیہ حسین کھوٹہ۔محمد اسلم۔حکیم جاوید نسیم۔خالد فاروق آسی۔عابدہ رانی۔سیدہ امامہ۔مقصود احمد بلوچ۔یونس ناز۔ارشد محسن۔ملک علی رضا۔ندیم عباس ڈھکو۔حسن رضا کو نیا سال مبارک ہو خوش رہو آباد رہو۔

نذیر ساغر۔ٹبہ سلطان پور سے لکھتے ہیں جناب ماہ اکتوبر کا شمارہ پڑھا پڑھ کر دل کو بے حد مسرت حاصل ہوئی بہت ہی اچھی تحریریں تھی اقوال زریں شاعری بھی اچھی تھی ہر لکھاری نے بہت محنت کر کے اچھے لفظوں کو چن چن کو کہانی یا شاعری کے روپ میں اپنی سوچ و خیال اکٹھا کر کے آپ تک پہنچاتے ہیں اور آپ جناب ریاض صاحب ان تحریروں کو بہترین ترتیب دے کر کتاب کی شکل یعنی جواب عرض کی زینت بنا کر قارئین تک پہنچا کر دعائیں لیتے ہیں میری دعا ہے کہ جواب عرض رسالہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے جناب اس لیٹر کے ساتھ کچھ غزلیں اور چیزیں ارسال کر رہا ہوں امید ہے کہ آپ قریبی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں گے باقی میری طرف سے آپ اور جواب عرض کی پوری ٹیم کو اور قارئین اور رائیٹر کو جناب انتظار حسین ساقی۔بھائی ایم عاصم بوٹا۔ایک ناصر جوئیہ۔زوبیہ کنول۔مہرین ناز۔عائشہ انمول۔عبدالرزاق۔ڈاکٹر اظہر الیاس۔آپی کشور کرن۔فوزیہ کنول۔حریش شاہین۔مجید احمد جائی۔ریاض محمود۔فرزانہ سرور۔انعام اللہ انعام۔مدد بلوچ۔عامر زمان عامر۔اے آر راحیلہ۔شیخ حفیظ۔خالدہ محمود رانے دند کو محبتوں اور چاہتوں بھرا اسلام۔

ایم عاصم بوٹا چوک میتلا سے لکھتے ہیں۔جناب ریاض احمد صاحب کا حال ہیں اکتوبر کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا امید ہے کہ ہمیں اسی طرح ہر مہینے رسالہ ملتا رہے گا کیوں کہ ہزاروں جواب عرض کو چاہنے والوں کی دعائیں جواب عرض کے ساتھ ہیں جواب عرض کی دن دگنی رات چوگنی ترقی کی دعا کرنے والوں میں یہ بندہ نا چیز بھی شامل ہے یہ رائیٹروں کی محنت اور محبتوں کا بھی اثر ہے کہ جواب عرض ترقی کی منزلوں کو چھو رہا ہے میری ادارہ جواب عرض سے گزارش ہے کہ نئے لکھنے والوں کی تحریروں کو نظر ثانی ضرور کریں مگر پرانے لکھاری جواب عرض کی جڑ ہیں اور کوئی بھی پودا جڑوں کے بغیر مضبوط نہیں رہ سکتا چاہے اس کی شاخیں کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں اور پرانے لکھاریوں سے بھی اس بندہ ناچیز ایم عاصم بوٹا کی گزارش ہے کہ آپ جواب عرض کا ساتھ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دیں ہمیں جواب عرض کے متعلق کوئی بھی الفاظ استعمال کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ ہم کیا تھے اور جواب عرض نے ہمیں کیا بنا دیا ہے میں کسی اور کی نہیں اپنی بات کرتا ہوں کہ میں کیا تھا میرا نام گلی محلے کے چند گھروں تک محدود تھا مجھے تو کچھ رشتہ دار بھی نہیں جانتے تھے کہ کوئی عاصم بوٹا بھی ہے مگر اب اللہ کے فضل کرم سے بدولت جواب اور ماں باپ کی دعاؤں سے آج یہ نام ایم عاصم بوٹا بیرونی ممالک تک بھی پڑھا جاتا ہے پاکستان کے کونے کونے اور بیرون ملک تک سے جب چاہنے والوں کی کالیں موصول ہوتی ہیں تو ہمیں بے حد خوشی ہوتی ہے جس سے ہمیں لکھنے کے لیے بے تابی کو ترجیح دیتے ہوئے حق اور سچ کو الفاظ کا روپ دے کر دوسروں کے درد اور معاشرے میں ہونے والے ظلم وستم کو آپ قارئین کی نظر کرتے ہیں آپ کی داد اور دعائیں وصول کرتے ہوئے اور محترمہ آپی کشور کرن کی تو کیا ہی بات ہے۔باقی ایم ناصر جوئیہ۔نذیر ساغر۔عائشہ انمول ۔مہرین ناز۔زوبیہ کنول۔ریاض حسین شاہد۔انتظار حسین ساقی۔مجید احمد جائی خالد فاروق آسی۔رفعت محمود

۔سلیم اختر۔ملک عاشق حسین ساجد عاجز ڈیل۔عبدالرزاق۔سونیا رحمت۔صبا۔فاطمہ فوزیہ کنول۔کو میرا خلوص بھرا سلام۔میری تمام قارئین کرام سے گزارش ہے کہ میرے والد صاحب کی صحت کئی دنوں سے بگڑی ہوئی ہے بار بار ہسپتال لے کر جاتے ہیں کچھ دن ٹھیک رہتے ہیں پھر بیمار پڑ جاتے ہیں ان کی وجہ سے بہت پریشان رہتا ہوں امید کرتا ہوں کہ میرے والد صاحب کی صحت یابی کے لیے دعا کریں گے اور اگر کوئی ان کے علاج کے بارے میں بتانا چاہے تو اس نمبر پر رابطہ کریں۔0301.4523960

ذیشان علی فیصل آباد سے لکھتے ہیں۔ ماہ اکتوبر کا شمارہ میں نے چوک گھنٹہ گھر سے خریدا کہانیوں میں مجھے سیدہ امامہ۔کی کانوں کی سیج ندا علی عباس کی میری زندگی ہے تو۔بے حد پسند آئیں سلامی صفحہ اور ماں کی یاد میں پڑھ کر دل بہت دکھی ہوا میں کچھ کوپن اور کالم بھیج رہا ہوں امید ہے کہ جلد ہی انہیں جگہ دی جائے گی قریبی اشاعت میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

طاہر حسین صدیق پورہ نارووال سے لکھتے ہیں۔ قارئین کو دلی سلام اور ڈھیروں دعائیں قبول ہوں میں جواب عرض کا بہت پرانا قاری تو نہیں ہوں لیکن جب سے پڑھنا شروع کیا ہے تسلسل سے پڑھ رہا ہوں اکتوبر کا شمارہ میری جھولی میں رکھا ہوا ہے آج پہلی بار لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں امید واثق ہے ریاض صاحب نوٹے پھوٹے لفاظ پر مبنی بندہ ناچیز کی اس تحریر کو جواب عرض کی قیمتی صفحات میں تھوڑی سی جگہ دے کر عانت کر کے عاجز کا مان رکھیں گے ریاض احمد صاحب میرے قارئین کے لیے دلچسپ دکھی اور سبق آموز کہانیاں ہیں جو میں ہر ماہ آپ کی اور پیارے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا کروں گا میں ریاض احمد صاحب دیگر عملہ اور بانی جواب عرض جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے ہم جیسے اور ہر خاص و عام کو اپنے اظہار عقیدت و خیال کا شرف بخشا ہے اس لاجواب تخلیق جواب عرض کی صورت میں ویسے تو جواب عرض کے تمام محررین بہت پیاری کہانیاں لکھتے ہیں خوبصورت شاعری کرتے ہیں اپنے قرب و جوار سے تعلق رکھنے والے لکھاری سب کو زیادہ سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں مجھے کہانی میں تمنائے عشق۔کی لکھاری سائرہ ارم جہلم۔ندا علی سوہادہ کی میری زندگی ہے تو۔سیدہ امامہ راولپنڈی کی کانوں کی سیج۔اور رفعت محمود کی تماشہ ہے زندگی۔ان احباب کی تحریریں مجھے راحت دیتی ہیں نئے لکھنے والے پرنس عبدالرحمن۔سیف الرحمن۔عائشہ نور۔رانا بابر علی ناز۔ان سب سے میری ایک اپیل ہے کہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ لکھا کریں مجھے آپ سب سے محبت ہے میں اپنے وطن سے بہت دور ہوں بہت مجبور ہوں اپنے راولپنڈی گوجرانوالہ۔لاہور۔ڈویژن ان کے تمام شہر اور اکثر دیہات میرے دیکھے بھالے ہیں اپنے علاقوں کی بہت یاد آتی ہے آپ کی تحریریں پڑھتا ہوں تو تخیل میں آپ کے پاس پہنچ جاتا ہوں بنیادی طور پر میں نارووال ضلع کا رہائشی ہوں جو سیالکوٹ سے منسلک ہوتا تھا یعنی سیالکوٹ کی تحصیل تھی اور میرا لڑکپن راولپنڈی میں گزرا ہے اور پھر لڑکپن سے ہی میں مصیبت میں پھنسا ہوں بانی جواب عرض سے گزارش ہے کہ وہ ہم جیسے مجبور لوگوں کی مجبوریاں بھی جواب عرض میں لکھا کریں کیوں کہ کوئی غریب ہوتا ہے اور اس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ جا کر اپنی دکھی زندگی کے بارے میں یا اپنا دکھ یا اپنی ساتھ بیتے وہ وقت کے بارے میں کسی چیز میں لکھنے کے لیے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے مگر کوئی انسان اتنا بے بس ہوتا اس کی بے بسی اس کی زندگی کا ساتھی بن جاتی ہے لیکن ہمارے معاشرے میں ایسا ہوتا آ رہا ہے کہ جب کسی کے اوپر کوئی

مجبوری یا کوئی ایسی بات ہو تو لوگ اس سے قطعہ تعلق ہو جاتے ہیں اور یہ بات ٹھیک نہیں ہے آپ سب کو سلام۔

الطاف حسین دکھی میر پور سے لکھتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے میں جواب عرض کا ایک ادنیٰ سا رائیٹر ہوں اور بہت پرانا ہوں جواب عرض کا قاری ہوں اور شیدائی ہوں کچھ عرصہ پہلے تین چار سال میں جواب عرض سے دور رہا ہوں جس کی وجہ سے کچھ یوں ہے کہ ظالم لوگ نے مجھے جھوٹ میں ہی کسی مشکل میں ڈال دیا تھا وقت کے ساتھ ساتھ پتہ چلتا ہے کہ کون اپنا ہے اور کون بیگانہ ہے لیکن جتنا جواب عرض والے دوستوں نے ساتھ دیا ہے وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا یہ سب مہربانیاں شہزادہ عالمگیر انکل کی ہیں جواب اس دنیا میں نہیں ہیں میری تنہائی کا ساتھی جواب عرض ہے جواب عرض کے بہن بھائیوں کی دعاؤں کی وجہ سے مجھے اس مصیبت سے نجات ملی جن بھائیوں اور دوستوں نے مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا میں ان کو سلام پیش کرتا ہوں جن میں کریم بخشی ۔شہزاد سلطان کیف کویت ۔خالد محمود سانول ۔انتظار حسین ساقی ۔مجید احمد جائی۔اور جن دوستوں کے میں نام نہیں لکھ پایا ان سے معذرت خواں ہوں آخر میں جواب عرض کے کنگ ریاض احمد کو سلام پیش کرتا ہوں زندگی رہی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہوں گا۔

شہلا دیپالپور سے لکھتی ہیں۔ میں کچھ غزلیں لے کر آپ کے دکھی شمارے میں حاضر ہوئی ہوں امید کرتی ہوں کہ آپ مجھے ناامید نہیں کریں گے پلیز شہزادہ بھائی آپ میری غزلیں ضرور شائع کرنا ان غزلوں کے ذریعے میں اپنی دوست کو پیغام پہنچانا چاہتی ہوں آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین

آصف سانول بہاولنگر سے لکھتے ہیں۔ پیارے قارئین آپ سب کے دلوں کی دھڑکن آپ کا اپنا آصف علی سانول آپ سے مخاطب ہے ایک طویل عرصہ کے بعد قارئین لائف اتنے سخت نشیب فراز سے ہو کر گزری ہے کہ کیا بتاؤں وہی گیا تھا عشق نے واپس بلا لیا پھر برباد کر دیا دربدر بھٹکا دیا جو جو میرے ساتھ بیتا ہے وہ میں نے اپنی آپ بیتی کہانی داستان رانجھا میں لکھ دیا ہے جو عنقریب ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گی میں شاید اپنی آپ بیتی نہ لکھتا مگر میرے پرستار میرے چاہنے والے مجھے بہت مجبور کرتے ہیں کہ اپنی سٹوری لکھو جن میں خاص کر میری پیاری آپی اے آر راحیلہ سویٹ آپی مس ایمان لاہور۔باقی ستاروں کے نام نہیں لکھ سکتا۔تو قارئین آپ ویٹ کرنا میری سٹوری داستان رانجھا۔اور ادارے سے بھی میں پرزور ریکویسٹ کروں گا کہ میری سٹوری کو جلد از جلد قریبی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں اور قارئین آپ بھی اپیل کرنا تا کہ سٹوری جلدی شائع ہو جائے کیونکہ میں دبئی جا رہا ہوں کوشش کروں گا کہ جواب عرض میں مسلسل لکھتا رہوں اگر نہ لکھ سکوں تو ریئلی سوری کیونکہ میری لائف کافی چینج ہو گئی ہے آخر میں سب دوستوں کو دل کی گہرائیوں سے محبت بھرا سلام آپی اے آر راحیلہ آپ کو اسپیشلی سلام آپی ایمان لاہور آپ کی محبتیں چاہتیں ہمیشہ مجھے یاد آئیں گی فروری میں شاید شائع ہو جائے مگر فروری میں تو آپ کی شادی ہو جانے گی آپی ایمان پلیز پلیز ہمیں ہمیں چاہے بھول جانا مگر جواب عرض سے تعلق ضرور رکھنا اور جواب عرض باقاعدگی سے پڑھتی رہنا مجھے آپ سے بچھڑنے کا بہت دکھ ہے چلو صدا خوش رہنا آمین۔

یاسر ملک مسکان۔جنڈ اٹک سے لکھتے ہیں۔ میں جواب عرض بہت عرصے سے پڑھتا چلا آ رہا ہوں لیکن لکھنے کا اتفاق پہلی بار ہوا ہے بھائی صاحب میری گزارش ہے کہ میں نے اپنی بہن کی تحریریں بھیجی ہیں امید

ہے کہ انہیں آپ جلدی شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے میری طرف سے تمام لکھنے والوں کو سلام پریا دعا ۔آپی کشور کرن پتوکی ۔ سحرش شاہین اچھے لکھاری ہیں دعا ہے کہ ہمیشہ اچھا لکھتے رہیں پریا دعا کا میں بڑا فین ہوں پریاباجی میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا خوش رکھے کچھ شاعری بھیج رہا ہوں پریا دعا کے نام اور میری غزلیں بھی ضرور شائع کرنا اللہ پاک آپ کو خوش رکھے ۔آمین ۔

بلال زیڈ چوہان لکھتے ہیں ۔ جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام میری دعا ئیں ادارہ جواب عرض اور اس کی پوری ٹیم کے ساتھ ہیں اللہ اس ادارے اور اس سے وابستہ لوگوں کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے خط و کتابت میں پہلی بار شرکت کر رہاں ہوں الحمد اللہ گزشتہ دس سال سے جواب عرض کا قاری ہوں ماشاء اللہ جواب عرض کو ایک اچھا دوست اور ہمدرد پایا ہے جواب عرض کا اتنی بے چینی سے انتظار ہوتا ہے کہ نا جانے کب ملے گا جب ملتا ہے تو یقین مانوں ایک ہی دن میں پڑھ لیتا ہوں ۔ آپی کشور کرن پتوکی کی لکھی ہوئی ہر سٹوری ہی جاندار ہوتی ہے نازیہ کنول نازی صاحبہ بھی ایک اچھی شاعرہ اور رائٹر ہیں لیکن مسلسل کئی ماہ سے غیر حاضر ہیں ان کی شاعری بہت اچھی ہوتی ہے تو ہاں پہلی مرتبہ شرکت باقی لیٹر تعارف وغیرہ بھیج رہا ہوں امید ہے کہ آپ شائع فرما کر خدمت کا موقع دیں گے آپ کی اور پوری ٹیم اور ادارہ کے لیے دعا گو ہوں ۔

یاسر وکی اڈا اصنا لحوال سے لکھتے ہیں ۔ سب سے پہلے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام اس کے بعد اس سے جڑے ہوئے تمام ممبران کو سلام میں آج آپ کو بتاتا چلوں کہ آج مجھے جواب عرض سے جڑے ہوئے پورے آٹھ سال کا عرصہ بیت گیا ہے ان آٹھ سالوں میں جواب عرض نے مجھے ایسے دوست دیئے ہیں کہ جن کا کبھی میں نام بھی نہ جانتا تھا جب میں سب سے پہلے محمد سلیم منیو آف کنگن پور ۔ بعد میں ندیم عباس ڈھکو ۔ غلام فرید حجرہ شاہ مقیم ۔ اسحاق انجم کنگن پور ۔ شازیہ حبیب اوکاڑہ ۔ ثنا اجالا دیپالپور ۔ اور ہاں جن کا میں نام نہیں لے سکا آپ کو ایک اور بات بتانا بھول گیا تھا کہ جب سے جواب عرض پڑھ رہا ہوں پتوکی کے لوگوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا رہوں گا لیکن پتوکی کافی کوشش کے بعد بھی کوئی دوست نہیں اب یہ نہ پوچھنا کہ میں پتوکی کے لوگوں سے کیوں اتنا پیار کرتا ہوں چلو بتا دیتا ہوں آپ جیسے لوگوں کو میں کھونا نہیں چاہتا بات دراصل یہ ہے کہ میری شادی پتوکی میں تہہ پائی تھی لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے یہ رشتہ ہونے سے روک لیا چلو خیر آپ بھی کہیں گے کہ ہمیں کیوں بتا رہا ہے میں جواب عرض کے تمام رائیٹروں کو بے حد مشکور ہوں میں آج آپ سب سے محبت کا اظہار کرتا ہوں اور شہزادہ صاحب سے ایک ریکویسٹ کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو جواب عرض میں جگہ نہ دی جائے جو ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں اگر میری اس بات کا کسی کو برا لگے تو کوئی دکھ نہیں کیوں کہ ہمارے معاشرے کو یہ سب برائیاں ہی تباہ کر رہی ہیں خیر ماہ اکتوبر کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا بہت خوشی بھی ہوئی کیوں کہ میر الیٹر اور کچھ شعر وغیرہ بھی شامل تھے میں ریاض احمد کا بے حد مشکور ہوں ریاض احمد میری کہانیوں کو بھی جگہ دیں اس ماہ میں نے آٹھ جواب عرض خرید کر اپنے دوستوں کو گفٹ کیے ہیں میں ایسے قارئین جو جواب عرض خرید نے کی ہر ماہ استطاعت نہیں رکھتے پلیز میرے ساتھ رابطہ کریں میں ہر ماہ ایسے جواب عرض نیا خرید کر دیا کروں گا بنا تکلف اور فخر حیات بھٹی صاحب آپ بھی جواب عرض میں لکھنا شروع کریں میں چاہتا ہوں کہ میرے شہر کے زیادہ سے زیادہ لوگ رائٹر ہوں اور سلیم منیو صاحب آپ ہمیں بھول تو نہیں گئے ہو اور ملک نعمان صاحب آپ کا بھی شکریہ باقی اگلے ماہ میں بات ہوگی اللہ حافظ ۔

ملک علی رضا فیصل آباد سے لکھتے ہیں ۔ محترم ہر دفعہ بہت انتظار کے بعد ہی ملتا ہے رسالہ جو بہت ہی

خوبصورت ہے لیکن آپ کو پتہ ہے انتظار کتنا مشکل کام ہے آئینہ روبرو میں محمد عظیم نکائی صاحب ہے۔ خلیل احمد ملک۔ امداد علی تنہا۔ گلشن ناز۔ آپی کشور کرن صاحبہ۔ محمد آصف دشتی۔ حافظ شفیق احمد عاجز۔ پرلس عبدالرحمن گجر۔ ایم ولی اعوان کی تحریریں اور خطوط بہت اچھے ہوتے ہیں حافظ محمد حیدر رضا سلطانی صاحب کیا حال ہے جناب کبھی رابطہ ہی نہیں کیا کیا کوئی ناراضگی ہے یا بس دل پر کوئی بوجھ آخر میں سب دوستوں کو پیار بھرا اسلام قبول ہو۔

ثوبیہ حسین کہوٹہ سے لکھتی ہیں۔ جواب عرض کی کہانیاں اور شاعری بہت اچھی ہوتی ہیں اپنی مثال آپ ہیں میں نے بہت اچھا سب نے بہت اچھا لکھا جنہوں نے میری غزلوں اور شاعری کو پسند کیا ان کا بہت شکریہ دعاؤں میں یاد رکھنا اور عامر صاحب میں موڈ ٹھنڈا ہی رکھتی ہوں اور رہی بات جگہ کی تو پاکستان پر میں نے کون سا قبضہ کیا ہوا ہے کوئی بات بری لگے تو سوری اللہ آپ کو کامیابی اور ماں باپ کا سایہ قائم رکھے تمام بہن بھائیوں اور دوستوں کو سلام۔

حسن رضا رکن ٹی سے لکھتے ہیں۔ میں کافی ٹائم جواب عرض سے دور رہا ہوں پر وقتاً فوقتاً میری تحریریں لگتی رہیں ہیں جس کے لیے میں جواب عرض کی ٹیم کا شکر گزار ہوں ۲۰۱۴ میں فروری میں میری داستاں بعنوان روٹھ نمبر شائع ہوئی جس سے بے حد حوصلہ افزائی ہوئی اس کے بعد اگست میں خلش نمبر شائع ہوئی جس بہت قارئین نے پسند کی اور اس کے بعد ستمبر کے شمارے میری میں ہم بچھڑے بہاروں میں کہانی شائع ہوئی جس سے بہت پیزرائی ملی اور بہت حوصلہ افزائی ہوئی بہت قارئین نے میری تحریروں کی تعریف کی ہے جس کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن لوگوں نے تنقید کی ان کا بھی میں بہت شکر گزار ہوں کہ ان دوستوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مجھے یاد کیا اس کے بعد محبت کیا ہے اور ماں مجھے سلام اپنی باری کا انتظار کر رہی ہیں اور یہی امید کرتا ہوں کہ بہت جلد کسی شمارے میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں اور یہاں آخر میں میری طرف سے پرلس پری معصوم پری گڑیا کو محبتوں بھرا سلام اور اتنا ہی کہنا ہے کہ جب آپ کو پتہ بھی ہے کہ میرا آپ کے بنا گزارا نہیں ہے تو پھر مجھ سے غصہ کیوں کرتی ہو کیوں مجھ سے ناراض ہوتی ہو پلیز میری جان مجھ سے ناراض نہ ہوا کرو جب پتہ ہی ہے کہ تیرا جانی تیرے بنا ادھورا ہے تو پھر کیوں کرتی ہو ایسا میری جانی کے لیے ڈھیر سارا پیار اور ڈھیر ساری دعائیں۔

محمد یاسر۔ سلطان خیل سے لکھتے ہیں۔ میں آپ کو پہلی بار خط لکھ رہا ہوں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے مجھے تقریباً دس سال ہو گئے ہیں ماہنامہ جواب عرض پڑھتے ہوئے میں نے پہلے بھی بہت سے اشعار غزلیں وغیرہ بھیجی ہیں پر افسوس ہر بار ماہنامہ جواب عرض ملتے ہی سب سے پہلے چیک کرتا ہوں سے دیکھتا ہوں اپنی تحریریں ڈھونڈتا ہوں پلیز میری تحریریں لگا دیں جواب عرض پڑھ کر جتنی خوشی ہوتی ہے بتا نہیں سکتا جواب عرض جیسا اچھا ساتھی کوئی نہیں ہو سکتا آج کل کے زمانے میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا پر جواب عرض جیسا اچھا ساتھی کوئی نہیں ہے دوستو مجھے یقین ہے آپ جواب عرض کو چھوڑ دو گے پر جواب عرض آپ کو نہیں چھوڑے گا سب دوستوں کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں میں لوگوں سے امیدیں نہیں رکھتا پر جواب عرض سے بہت امیدیں ہیں دعا ہے کہ جواب عرض ہر دم ہر وقت جگمگاتا رہے اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ آخر میں دوستوں کو سلام میں اپنے علاقے کا واحد بندہ ہوں جو جواب عرض میں لکھتا ہوں۔ سلام۔

سمیع خان ہاؤسنگ کالونی لیہ سے لکھتے ہیں۔ میں جواب عرض کا کافی عرصہ سے خاموش قاری ہوں مگر لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی کیوں کی جس طرح بہت سے پرانے رائٹر کہانی لکھتے ہیں الفاظ کا اتار چڑھاؤ قاری کو رونے پہ مجبور کر دیتا ہے جب کسی کے دکھ پہ قلم اٹھاتے ہیں تو خود ہی آنسو نکل آتے ہیں میں آج ان رائٹرز سے

مخاطب ہوا ہوں کہ مجھے حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے میں اپنے اور لوگوں کے درد اور ان کے انداز میں بیان کرنا چاہتا ہوں اور یہ کی ایک رائٹر تھی نائلہ طارق ان کی تحریریں پڑھنے سے مجھے جواب عرض کا شوق ہوا تھا وہ پتا نہیں کہاں گم ہوگئی ہیں میری یونیورسٹی کے ٹیچر کہتے ہیں کہ آپ اچھا لکھ سکو گے میں حکیم جاوید نسیم ۔نثار احمد حسرت ۔انتظار حسین ساقی ۔اور آپی کشور کرن کی تحریریں سے بہت متاثر ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ میرے جذبات کو سمجھیں گے اور مجھے اپنا چھوٹا بھائی سمجھتے ہوئے لکھائی میں نکھار پیدا کرنے کی راہنمائی بھی کریں گے جواب عرض کی ٹیم سے یہی کہوں گا آپ لوگوں کی بھی مجبوری ہے پھر بھی امید ہے کہ میری کہانی ایک دن ضرور ارسال ہوگی شکریہ سب کے لیے بہت سی دعائیں۔

ذیشان علی فیصل آباد سے لکھتے ہیں ۔ماہ اکتوبر کا شمارہ میں نے چوک گھنٹہ گھر سے خریدا کہانیوں میں نے سیدہ امامہ کی کہانی کانٹوں کی سیج پڑھی نداعلی کی کہانی میری زندگی ہے تو ۔بے حد پسند آئیں اسلامی صفحہ اور ماں کی یاد میں پڑھ کر دل بہت دکھی ہوا اپنا نام رسالے میں نہ پا کر دلی رنج ہوا میں نے دو عدد کوپن ارسال کر رہا ہوں امید کر آپ سے جلد ہی کسی شمارے میں جگہ دے کو شکریہ کا موقع دیں گے دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔

مہر اللہ رکھا جوسیہ کبیر والا سے لکھتے ہیں بھائی ریاض صاحب میں پہلی بار خط لکھ رہا ہوں میں جواب عرض کا شوقین ہوں بھائی شاہد رفیق کی کہانیاں بہت شوق سے پڑھتا ہوں بھائی سلیم منو کی کہانی سچا پیار اچھی تھی رضوان آرآ کاش کی کانی مجبوری اچھی تھی آخر میں سب قارئین اور جواب عرض کی ٹیم کو میرا اسلام۔

کشور کرن پتوکی سے لکھتی ہیں ۔اسلام علیکم ۔میں سے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام اور ادا سب پیش کرتی ہوں اور نئے لکھنے والوں کی ہمت کو داد دیتی ہوں کہ وہ ہیں تو نئے پر محنت خوب کر رہے ہیں سب بھائی بہنیں ہمت کرو تو کامیابی ضرور ملے گی بہت اچھا لکھتے جاؤ بس لکھے ہی جاؤ کوئی تعریف کرے یا تنقید تمہیں اس سے کیا لینا دینا بس لکھو تو لکھو جو لوگ تنقید کرتے ہیں وہ ایک نہ ایک دن آپ کی تعریف ضرور کریں گے کیوں کہ میری بھی بہت تنقید ہوتی تھی اب دیکھو جو آپ سب کے سامنے ہے تو بھائی بہنوں ہمت مت ہارو آپ کی کہانیاں آپ کی تحریریں اگر ہلکی ہیں تو کوئی بات نہیں ایک دن بہت دم ہوگا انکی تحریروں میں میں مبارکباد دیتی ہوں ان نئے لکھنے والوں کو بھائی یہ تو اپنی ہی محنت ہے جتنا گڑ ڈالو گے اتنی ہی آپ کی تحریریں میٹھی ہوں گی ۔میں ان کو شکریہ ادا کرتی ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں بھائی اظہر سیف دکھی ۔شکریہ میری تحریروں کو پسند کرنے کا بھائی یاسر و کی کا خط اچھا لگا بھائی انشاءاللہ بہن کہا ہے تو بہن ہی ہوں بہت شکریہ آپ نے اپنی اس بہن کی تحریروں کو پسند کیا اور اپنی بہن کو اتنا اچھا خط لکھا شکریہ بھائی اللہ آپ کو بھی خوش رکھے ۔بھائی پرنس مظفر شاہ نے تو شاید غلطی سے میری کہانیوں کی تعریف کر دی ہے حالانکہ ایسا ہوا نہیں کبھی بھی بھائی شکریہ اگر آپ کو میری تحریر پسند تو آئی ہے نا ۔بھائی حسن رضا ۔بھائی شیر زمان پشاوری ۔بھائی خرم شہزاد آپ کا بہت شکریہ کی آپ نے میری تحریروں کو پسند کیا جن بھائی بہنوں کے نام نہیں لکھ پائی انکا بھی شکریہ باقی میں نے ایک کالم دیا تھا جو کہ میری بہنوں کا نہیں دوست بھی بہنیں ہی ہوتی ہیں خیر سمجھدار سمجھ گئے ہوں گے اصل میں میری دو دوست ہیں جن کے رشتے کا اشتہار دیا تھا ۔باقی سب کی کہانیاں اچھی تھیں ماہنامہ ستمبر کا شمارہ بھی اپنی مثال آپ تھا سب کچھ اپنی جگہ پر ٹھیک ہے اور کچھ تھوڑی بہت چیکنگ ہوئی ہے اچھا لگا اور اب لگتا ہے کہ یہ میرا لیٹر جنوری میں ہی شائع ہوگا اور سے پہلے کہ میں لیٹ ہو جاؤں میں سب بہن بھائیوں کو قارئین کو جواب عرض کے سٹاف کو بلکہ سبھی لکھنے پڑھنے

والوں کو نئے سال کی مبارک باد پیش کرتی ہوں قبول کیجئے گا اس دعا کے ساتھ کہ یہ سال سب کے لیے رحمتیں برکتیں خوشیاں لے کر آئے اور بیماروں کو صحت و تندرستی ملے بے روزگاروں کو روزگار ملے پردیسیوں کو اپنے وطن میں آنا اور اپنے پیاروں کو ملنا نصیب ہو اس نئے سال میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنی پیاری امی جان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری امی جان کو تمام دنیا کے صدقے میں تمام پریشانیوں سے دور رکھے اور صحت و تندرستی عطا فرمائے آخر میں جواب عرض کے لیے دعا گو ہوں کہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کی بلندیوں کو چھوتا رہے آمین۔

مبشر علی کھوکھر رسول پور سے لکھتے ہیں۔ امید ہے آپ کا پورا اسٹاف خیریت سے ہوں گے میں کافی عرصہ جواب عرض کا مطالعہ کرتا رہا ہوں نہ جانے کیوں میرے کالم کو پن نہیں کرتے خیر ہم ہمت نہیں ہاریں گے اور پھر حاضر ہوتے جا رہے ہیں اپنے قلم کو حرکت میں رکھیں لیکن اب کے بار ہم سے منہ موڑا تو قسم محبت پیار کی پیارے بھیا ہم بھی آپ سے خفا ہو جائیں گے ماہ اگست کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے خلش نمبر ٹائٹل بہت خوبصورت تھا ماڈل کے ساتھ سادل کی جیولری زبردست اور اندر سے کھول کر دیکھا تو اسلامی صفحہ پڑھا تو ایمان تازہ ہو گیا پھر ماں کی یاد میں ماں تو محبت کا ایک سمندر جیسی گہری محبت۔ پاک پر جتنا لکھو میرے پاس وہ الفاظ ہی کم پڑ جائیں گے خدا پاک ماں کو ہمیشہ سلامت رکھے آمین بہت ہی پیاری سٹوریاں ہیں جن میں میری آخری محبت۔ مقصود احمد بلوچ خانیوال۔ بہت اچھا لکھا پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت انتظار حسین ساقی دلچسپ لکھنے پر مبارکباد قبول ہو انوکھی محبت۔ سیف الرحمن زخمی بہت اچھی تھی۔ آخری محبت یونس ناز کشمیر آپ مجھ سے رابطہ کریں آپ کی اید بہت ستاتی ہے ناکام محبت کے اندھیرے۔ رفعت محمود راولپنڈی۔ خلش حسن رضا شی۔ جیسے بدل گیا شگفتہ ناز۔ بہت اچھا لکھا آپ زیادہ جواب عرض میں حاضری دیا کریں تم میری ہو سیدہ امامہ راولپنڈی۔ میرا مقدر۔ شاہد رفیق کانوئی ملتان۔ جلتے خوابوں کی راکھ ملک عاشق حسین ساجد ہیڈ بکانئی۔ زلف محبوب آپی کشور کرن پتوکی۔ بہت خوب۔ دوست یا دشمن راشد لطیف صبر والا۔ کیسا یہ عشق ہے نجم دانش سید۔ دولت کے پجاری اللہ دتہ چوہان۔ دل کے زخم ندیم طارق تلہ گنگ۔ زخم پر زخم۔ ایک وکیل عامر جٹ۔ حال دل سحرش شاہین محبت میں ایسا بھی ہوتا ہے اشرف سانول ڈاہرانوالہ۔ میری عید لہولہو۔ محمد خان انجم دیپالپور۔ بہت اچھی لگیں محبت زندہ ہے میری ایک عاصم بونا شاکر۔ بہت خوب جی شاکر صاحب۔ تلاش۔ یہ ساحل ابرو فریاد اللہ یار۔ زخم محبت ریاض حسین جسم چوہان فیصل آباد۔ زندگی سنوار دے مولا عابد شاہ جڑانوالہ دلچسپ سٹوری تھی دل ہوا ویران عامر جاوید ہاشمی۔ پیمانہ جاں طاہر کیف کھر چیچہ وطنی۔ جن رائٹروں کے نام نہیں لکھ سکا معذرت چاہوں گا

ماہ نور کنول آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں بھائی میں امید کرتی ہوں کہ سب خیریت سے ہوں گے میں جواب عرض کی جتنی تعریف کروں کم ہے میں پہلے رسالے نہیں پڑھتی تھی لیکن اب میرے اندر جواب عرض پڑھنا کیا لکھنے کا بھی شوق پیدا ہو گیا ہے میں کچھ شاعری بھیج رہی ہوں امید کے ساتھ کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے قریبی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع فراہم کریں گے میں پھر حاضر ہوں گی آخر میں ڈنیر برادر خرم شہزاد کو پیار بھرا سلام اور جواب عرض پڑھنے اور لکھنے والوں کو سلام۔

عارف شہزاد صادق آباد سے لکھتے ہیں ریاض بھائی میں کچھ غزلیں ارسال کر رہا ہوں امید ہے کہ آپ انہیں جلد شائع کر دیں گے اور میں نے تین کہانیاں بھی بھیجی ہوئی ہیں انہیں بھی اپنی قریبی شمارے میں جگہ دیں۔

بشارت علی پھول باجوہ شیخوپورہ سے لکھتے ہیں پیارے انکل آپ کو اور آپ کے ممبران کو بہت بہت سلام اور ڈھیر ساری خوشیاں اللہ نصیب کرے سب سے پہلے آپ کو شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس ناچیز کو آپ نے

پرچے میں لکھنے کی حوصلہ افزائی کی ہے میرا پورا صفحہ شاعری کا لگایا ہے مجھے کچھ مصروفیات کی بنا پر اس دفعہ جواب عرض لیٹ ملا پڑھنے کا موقعہ ملا اور لیٹر بھی اس ماہ لکھ رہا ہوں پلیز شائع کر دینا اور باقی دوستوں کو سلام اور شکریہ جو میری شاعری کا پسند کرتے ہیں اور لکھنے میں میرا حوصلہ افزائی کرتے ہیں اسلامی صفحہ اور کہانیاں سبھی کی اچھی تھیں سبھی لکھنے والے بہت بہت پیارے ہیں خاص کر آپی کشور کرن چنوکی۔ ندا علی عباس۔ شنالیہ۔ سیدہ امامیہ۔ سائرہ ایم سحرش شاہین۔ رفعت محمود۔ آصف جاوید۔ ساحل ابڑو۔ یونس ناز۔ محمد عرفان ملک۔ عامر جاوید ہاشمی۔ اور ہمارے پڑوسی شہر فاروق آباد سے نزاکت علی سانول صاحب آپ سب کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو اور آپ ہمیشہ ہنستے رہیں باقی اے آر راحیلہ منظر صاحب آپ بھی پلیز لکھیں آج کل آپ کیوں نہیں لکھ رہی ہیں سبھی انگلیاں ایک جیسی نہیں ہوتی اور ویسے بھی نفرت جرم سے کرنی چاہئے انسان سے نہیں باقی اس دفعہ ندا علی عباس کی ڈائری پڑھ کر بہت دکھ ہوا اور میری آنکھوں سے آنسو آ گئے کہ ہماری پیاری اور اتنی پیاری لکھاری اتنی دکھی ہے اور اللہ آپ کے غم کو ہمیں عطا فرمائے اور ہماری خوشیاں آپ کو اور آپ پیاری سی گڑیا ہمیشہ مسکراتی رہو آمین۔ اگر میں آپ کے کسی کام آ سکوں تو پلیز ضرور بتانا والسلام۔

پرنس مظفر شاہ پشاور سے لکھتے ہیں ماہ ستمبر کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے پورا پڑھ چکا ہوں اور پڑھنے کے بعد پورے انصاف کے ساتھ تبصرہ حاضر ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھنے کو ملا محمد ندیم چنوکی اور منڈی بہاؤالدین سے میرے ناراض دوست القصید علی فراز۔ کیا خوب لکھا ہے غزلوں کی محفل سے گزر کر کہانیوں میں گیا تو پہلی کہانی ذیشان حیدر کی بدلتے رشتے بیکار تھی دوسری کہانی حسین کاظمی کی اظہار نہ کر پائے بھی کوئی خاص نہ تھی البتہ تیسری کہانی حسن رضا رانی کی ہم بچھڑے بہاروں میں بہترین تھی غزل شبنم کی محبت ایک دھوکہ ہے۔ تمنا کی محبت کی ادھوری داستان۔ محمد ندیم کی تجھے میرا سلام۔ شاہد رفیق کی فریب یا پیار۔ عتیق احمد کی غموں سے سجی زندگی۔ کامران کی تنہا کر گئی۔ بیکار کہانیاں تھیں لیکن اس کے علاوہ عمر حیات شاہ کی میرے سپنے ٹوٹ گئے۔ زوبیہ کنول کی زخم محبتاں دے۔ محمد رضوان آکاش کی عشق بے پرواہ۔ شاہد رضا کی محبت کے زخم اچھی کہانیاں تھیں اور خاص کر میرے پرانے دوست محمد ولو کی محبت امر ہے تی۔ ایک منفرد کہانی تھی۔ اس ماہ کی ٹاپ سٹوری جو تھی وہ تھی آپی کشور کرن چنوکی کی دکھی زندگی۔ سب کو میری طرف سے اچھی کہانیاں لکھنے پر مبارک باد قبول ہو کالم گلدستہ میں کمی ہوتی جا رہی ہے باقی تمام دوستوں کو پرنس کا سلام پشاور کے جنید جانی آپ واپس آ گئے ہیں یہ بہتر ہے اور میرے پیارے دوست شہباز حسین آف راجن پور آپ میری فرمائش پر جواب عرض پڑھتے تو ہو تو مجھے امید ہے کہ جلد ہی ملاقات ہوگی۔ والسلام۔

سعدیہ رمضان سعدی صادق آباد سے لکھتی ہیں۔ میں بازار گئی تو وہاں جواب عرض نظر آ گیا میں نے جھٹ سے خرید لیا جوں جوں پڑھتی گئی اس کی دیوانی ہوتی گئی یہ رسالہ تو درد کا سمندر ہے ایک دوسرے کے درد سنتے ہیں پورا رسالہ پڑھ کر دل کی گہرائیوں تک سکون ملا سب نے بہت زبردست لکھا ہوا ہے میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں بہت امید کے ساتھ پلیز مایوس مت کرنا ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا مجھے بہت دکھ ہوگا مجھے خوشی ہو گی کہ اگر جواب عرض میں میرا لیٹر شائع ہوگا تو مجھے جواب عرض جیسا سہارا مل گیا جس ساتھ میں بھی اپنے درد بانٹ لوں گی جواب عرض تو سب کی سنتا ہے پلیز میرا خط ضرور شائع کرنا مجھے بہت شدت سے انتظار رہے گا آخر میں انتظار حسین ساقی جی کو عقیدت سے سلام ساقی جی یو آر گریٹ آپ سے بات کر کے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے آپ کی لکھی ہوئی سٹوری پڑھ کر میں شدت سے روتی رہی ہوں والسلام۔

ملک نعمان نواز اڈا پیرولی دیپالپور سے لکھتے ہیں سلام عرض کہ آپ نے ماہ دسمبر میں میرا خط شائع کر کے مجھے شکریہ کا موقع فراہم کیا اور آئینہ روبرو میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری باقی اشیاء کو شائع کر شکریہ کا موقع فراہم کریں گے میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ پلیز میری کہانی اور باقی غزلوں کو اشعار کر بھی جلد از جلد شائع کریں آپ کی عین نوازش ہوگی میں اور دیا بیروکی آپ سے رسالے کو اپنے علاقے میں تقسیم کر رہے ہیں اور اس طرح بہت سے لوگ رسالے کے فین بن جائیں گے۔

فنکار شیر زمان پشاور سے لکھتے ہیں ماہنامہ جواب عرض میرا پسندیدہ رسالہ ہے اور میں اسے باقاعدگی سے پڑھتا ہوں سب سے پہلے اسلامی صفحہ اور مذہبی مضمون پڑھ کر دل کو ایمان کو تازہ کیا پھر تبصرے کی طرف آیا جواب عرض کے سرورق پر چھپنے والی تصویر بہت ہی شاندار اور معیاری ہے ابتدائی صفحات میں والدین کے بارے میں معلومات پسند آئی ہیں شاعری اور پیار سے قارئین کرام کی کہانیاں اور دیگر دوستوں کی رنگا رنگ معلومات پسند آئیں دیگر مستقل سلسلے بھی کامیاب رہے ہیں آئینہ روبرو میں کریم بلتی ۔ ذوالفقار تبسم ۔ حرا رمضان ۔ مولانا نقشبندہ گیلانی ۔ پرنس عبدالرحمن ۔ وسیم احمد تنہا ۔ ایم جبرائیل آفریدی ۔ بشارت علی چھول ۔ فوجی شاہد احمد ۔ عابدہ رانی ۔ شگفتہ ناز ۔ محمد وقاص انجم ۔ ملک علی رضا ۔ آپی کشور کرن ۔ عبدالجبار رومی انصاری ۔ توبیہ حسین ۔ الیس علی خان ۔ عامر شہزاد چوہدری ۔ اطہر شیفی بھٹی ۔ نثار احمد حسرت ۔ اشیر احمد بھٹی ۔ سیف الرحمن زخمی ۔ حق نواز نسیفہ ۔ آصف علی ۔ خلیل احمد ملک ۔ محمد اشرف شریف دل ۔ پرنس مظفر شاہ ۔ سید عابد شاہ ۔ سیدہ امامہ ۔ عثمان غنی ۔ ندیم عباس ڈھکو ۔ غلام فرید جاوید ۔ خرم شہزاد مغل ۔ ماہی ۔ ایم عاصم بوٹا ۔ محمد آفتاب ۔ گڈیا چوہدری ۔ محمد اسلم ۔ عائشہ نور عاشا ۔ ملک عبدالرحمان ۔ زخمی شوکت علی انجم ۔ ناصر محمود قریشی ۔ خضر حیات ۔ حسن رضا ۔ زنی ۔ محمد وسیم ۔ اویس تنہا ۔ محمد زبیر شاہد ۔ محمد آصف علی ۔ ضیاقت علی ۔ راشد لطیف ۔ محمد رضوان ۔ وقاص انجم ۔ رانا بابر علی ۔ محمد اسلم ۔ شاہد رفیق ۔ بنت شہزادی ۔ ابو سفیان ۔ ذوالفقاری ۔ ماریہ تنہا ۔ کے خطوط پسند آئے

شاہد رفیق سہو کیمپ والا سے لکھتے ہیں ۔ دسمبر کا شمارہ ملا بہت اچھا ٹائٹل تھا کہانیوں میں کیا یہی محبت ہے گڑیا چوہدری کی ۔ اک ذراسی بھول ثنا لیہ پھر مبارک ہو آپ کو ۔ پیار میں دھوکہ منصور احمد بلوچ ۔ سرخ جوڑے کی خواہش نثار احمد حسرت ۔ دھوکہ کرنے والے زبیر شاہد بہت اچھی کہانیاں تھیں ۔ ماہ نومبر کے شمارے میں میری سٹوری میں سنگ دل نہیں ہوں جنہوں نے پسند کیا ان کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں منصور احمد بلوچ ۔ مراشد لطیف ۔ حافظ عرفان کوٹلہ سے ۔ نورین ملتان ۔ خالد محمود سانول ۔ نثار احمد حسرت ۔ نادیہ گجرات ۔ عابدہ گجرات ۔ پرنس مظفر شاہ پشاور ۔ فاطمہ کراچی ۔ مظہر بھٹی ۔ اشرف لندن سے ۔ ماریہ ایبٹ آباد ۔ عاطف بلوچستان سے ۔ فوزیہ جھنگ ۔ ثنا شاہ جیو آنہ ۔ رانی دین پور ۔ رضیہ سکھر ۔ آفتاب احمد ۔ کشمیر ۔ صنم کراچی ۔ جنت کراچی ۔ ثمینہ خانیوال ۔ امین ملتان ۔ اللہ دتہ مخلص ۔ عرفان ملک ۔ عروج چوکی ۔ شاہد احمد لودھراں ۔ حاجی ظفر سعودی عرب ۔ ثنا وصی گجرات ۔ امبرین بہاولنگر ۔ رمشا مری ۔ اظہر عباس کراچی تنویر ملتان ۔ عمران لیہ ۔ پروین اسلام آباد ۔ کرن اسلام آباد ۔ نور فیصل آباد ۔ ماریہ فیصل آباد ۔ شاہد کشمیر ۔ عابد پشاور ۔ فاطمہ دنیا پور ۔ رابعہ ملتان ۔ اکبر حیدرآباد ۔ ساجد لاہور ۔ فاخرہ چکوال ۔ شازیہ ساہیوال ۔ راؤ ندیم ملتان ۔ اریبہ پاکپتن ۔ وحید حیدرآباد ۔ سدرہ شورکوٹ ۔ مدثر شاہ پور محسن سرگودھا ۔ ابرار چنیوٹ ۔ علی نوبہ ٹیک سنگھ ۔ رخسانہ حویلی مبارک شاہ ساجد ڈھکو مظفر گڑھ سے عتیق لودھراں سے پرویز اور اللہ رکھا کبیر والا سے فرزانہ سیال احمد پور سیال سے سونیا میاں چنوں سے رضا حیات اسلام پورہ سے گلاب خان مردان سے شاہ جالا سرگودھا سے سب کو سلام۔

خشک گلاب

تحریر... کشور کرن ۔پنوکی...

محترم جناب شہزادہ التمش صاحب۔
سلام عرض ۔امید ہے خیریت سے ہوں گے۔
محبت میں عشق میں محبت کا پالینا ہی عشق نہیں بچھڑ جانا بھی عشق کی معراج ہوتی ہے عشق محبت کی باتیں تو لوگ روز کرتے ہیں مگر اس کی تکمیل کے لیے جان سے گزرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جب انسان کو عشق ہو جاتا ہے تو انسان ہر وقت بہت خوش رہتا ہے مگر جب عشق ناکام ہو جانے عشق میں چوٹ لگے عشق بچھڑ جائے عشق نیلام ہو جانے تو انسان پھر سوائے آنسو بہانے کے کچھ نہیں کرسکتا پھر بس پچھتاوے رہ جاتے ہیں بس یادیں رہ جاتی ہیں وہ خوبصورت باتیں دل و دماغ میں زندہ رہتی ہیں عشق میں ناکام لوگ ہمیشہ ادھوری حسرتیں زندگی کے سہارے زندہ رہتے ہیں عشق ہونے کے پہلے دن کا ہو یا پھر زندگی کی آخری سانسوں کا عشق سلامت رہتا ہے عشق والے بہت عجیب ہوتے ہیں عشق ہو جانے تو کیا ہوتا ہے اور پھر عشق ٹوٹ جانے تو کیا ہوتا ہے
اس بار جواب عرض کے لیے اپنی ایک نئی کہانی خشک گلاب کے ساتھ حاضر خدمت ہوں ۔کیسی تھی میری یہ کہانی اس کا فیصلہ آپ نے اور قارئین نے کرنا ہے۔
جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کہانی میں شامل تمام کرداروں ۔مقامات اور واقعات بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ آخر میں جواب عرض کے تمام سٹاف آپ کو اور خصوصاً قارئین کو دل سے سلام عقیدت

کشور کرن ۔پنوکی

وہ میرا نہ تھا یہ جانتا تھا لیکن اس کے باوجود میں اس کی محبت میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔
کیوں اس بات کا مجھے خود علم نہ تھا۔ اس کے اندر ایسی کون سی خوبی تھی جو مجھے بس اس کا انتظار کرنے پر مجبور کرتی تھی ۔وہ اتنی خوبصورت نہ تھی عام سی شکل والی تھی لیکن مجھے وہ دنیا کی سب سے حسین دکھائی دیتی تھی اس نے ایک بار مجھے دیکھا تھا بس اس کا وہ دیکھنا ہی مجھے پاگل کر گیا مجھے اس کا دیوانہ بنا گیا۔ میں اس کا منتظر رہنے لگا مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں بس اتنا جانتا تھا کہ مجھے اس کا انتظار کرنا ہے اس کو دیکھنا ہے اس کی آنکھوں میں جھانکنا ہے میرے دل کی یہ تڑپ اب بڑھتی ہی جا رہی تھی ۔ حالانکہ مجھے عشق محبت سے کوئی لگاؤ نہ تھا میں سمجھتا تھا کہ یہ سب فضول ہے ۔محبت بس دھوکہ فریب ہے دل لگی ہے ۔اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے لیکن اب جب میں نے اسے دیکھا تو اپنی ہی باتوں کی نفی کرنے لگا ۔ مجھے محبت کرنے والے لوگ اچھے لگنے لگے ۔عشق کرنے والے اچھے لگنے لگے ۔واقعی دنیا میں محبت نہ ہوتی تو شاید کچھ بھی نہ ہوتا محبت کے ہی دم سے یہ دنیا قائم ہے۔

اس روز بارش برس کر بند ہو چکی تھی دکانوں کے شیڈوں کے نیچے کھڑے بارش رکتے ہی اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے ان لوگوں میں میں بھی تھا۔ میں بھی بارش میں بھیگتا ہوا ایک دکان کے سائے تلے کھڑا ہو گیا تھا سڑک پانی سے ڈوبی ہوئی تھی ہر طرف پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا میں کام سے فارغ ہو کر گھر جا رہا تھا موسم خراب تھا میں یہ سوچتا ہوا آفس سے نکل پڑا تھا کہ گھر پہنچنے تک بارش نہیں ہوگی لیکن میری یہ سوچ غلط ثابت ہوئی تھی ابھی کچھ ہی چلا تھا کہ بارش شروع ہو گئی اور اتنی تیز ہونے لگی کہ لمحوں منٹوں میں ہر طرف جل تھل کر دی۔ جس دکان کے سائے کے نیچے میں کھڑا تھا وہاں کچھ لوگ اور بھی کھڑے تھے وہ بھی بارش رکنے کا انتظار کر رہے تھے ان لوگوں میں چند لڑکیاں بھی تھیں جو شاید کالج سے واپس آئی تھیں۔ ان لڑکیوں کو میں نے ایک نظر دیکھا اور پھر ایک لڑکی پر میری نظریں رک سی گئیں۔ وہ سانولی سی لڑکی تھی چہرے پر نقاب تھا اس کی صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھی ان آنکھوں کے اندر ایک کشش تھی کہ جو بھی دیکھتا شاید ان آنکھوں میں کھو جاتا مجھے اپنی طرف دیکھتا ہوا پا کر اس نے ایک گہری نظر مجھ پر ڈالی۔ میں نے دھیان ہٹا لیا۔ لیکن پھر میری آنکھیں اس کی طرف اٹھ گئیں میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف ہی دیکھ رہی تھی اس کی گہری آنکھیں مجھے ہی گھور رہی تھیں میں بھی بار بار اسے دیکھنے لگا اور جتنی بار اسے دیکھتا اتنی بار ہی میرے اندر اس کی آنکھوں کا جادو سوار ہوتا چلا گیا۔ وہ مجھے انسانی آنکھیں نہیں لگتی تھیں۔ کسی پری یا پھر کسی حور جیسی دکھائی دے رہی تھیں بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔ سفید رنگت تیکھے نقوش میں بس اسے ہی دیکھتا رہ گیا وہ بھی بار بار مجھے دیکھ رہی تھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی شاید وہ جان گئی تھی کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں کسی بھی قسم کا کوئی خوف نہ تھا وہ یہ تک بھول گئی تھی کہ وہاں کھڑے اس کو دیکھ رہے ہیں اور ایسی ہی حالت میری بھی تھی میں بھی لوگوں کے وجود کو بھول گیا تھا۔

اے کاش بارش نہ رکتی اور وہ نہ جاتی۔ ابھی بارش رکی ہی تھی کہ ایک طرف سے بس آتی ہوئی دکھائی دی اس نے آخری نظر میرے چہرے پر ڈالی اور مسکراتے ہوئے سڑک پر موجود پانی میں چلتے ہوئے کھڑی بس تک جا پہنچی۔ اور پھر اس میں سوار ہو گئی۔ بس میں سوار ہوتے ہی اس نے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا۔ لیکن میں اس کے اشارے کو سمجھ نہ سکا اور یہی میری سب سے بڑی بھول تھی اس نے اشارہ کیا تھا کہ میں بھی اسی بس میں سوار ہو جاؤں۔ لیکن وہ میرے علاقے کی بس نہ تھی میں اس میں نہ بیٹھ سکا۔ اور وہ چلی گئی۔ جب مجھے احساس ہوا کہ اس نے مجھے اپنے ساتھ سفر کرنے کو کہا تھا تو میں نے جلدی سے ایک رکشہ پکڑا اور اس کے پیچھے لگا دیا کچھ ہی دور تک جانے کے بعد اس نے بس کو پکڑ لیا اور میں بھی اس بس میں سوار ہو گیا۔ مجھے بس میں سوار ہوتے ہوئے اس نے دیکھ لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی ابھری تھی ایسی چمک جو پیار کرنے والوں کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ وہ بس کی دو سیٹوں پر اکیلی ہی بیٹھی ہوئی تھی میرے سوار ہوتے ہی اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ آہ کتنا سکون تھا اس کے پہلو میں بیٹھے ہوئے جو مجھے مل رہا تھا۔

کیا نام آپ کا۔ اس نے گویا بات چیت کا سلسلہ شروع کیا۔

رضا۔ اور آپ کا۔

ثمائلہ۔

بہت پیارا نام ہے بالکل آپ کی طرح۔ میں نے اس کی تعریف کر دی۔ وہ مسکرا دی۔

آپ کا نام بھی بہت ہی پیارا ہے آپ کی طرح

اس نے ویسا ہی جواب دیا جیسا میں نے دیا تھا۔ مجھے نہیں سمجھ کہ آپ کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں ایسی بے چینی کیوں پیدا ہوئی ہے جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی تھی۔ آپ شاید مجھے کوئی فرٹ قسم کی لڑکی سمجھ رہے ہوں گے۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ میں ایسی نہیں ہوں بس آپ کو دیکھنے کے بعد نجانے کیوں میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوگئی تھی کہ میں نے آپ کو اشارہ تک کر دیا۔ وہ بالکل سنجیدہ تھی۔

آپ واقعی بہت اچھی ہیں آپ کو دیکھنے کے بعد میری بھی ایسی ہی حالت ہوگئی تھی مجھے ایسے لگا تھا کہ جیسے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہوا ہے آپ کا چہرہ مجھے جانا پہچانا سا لگا تھا۔ میری بات پر وہ مسکرا دی۔ اور میں بھی مسکرا دیا۔

کہاں رہتے ہیں۔ اس نے سوال کیا۔

فلاں جگہ میں نے اپنی رہائش کے بارے میں اس کو بتا دیا۔ اور آپ۔ ساتھ ہی میں نے سوال کر دیا میری بات سن کر وہ چونک گئی شاید اس کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے غلط کر رہی ہے۔ جلدی سے بولی میرا اسٹاپ آگیا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی میرا دل اس کی جدائی سے کانپ سا گیا۔ اس نے آخری نظر مجھ پر ڈالی ابھی بس رکی نہ تھی میں بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ میں تو اس کے لیے بس میں سوار ہوا تھا اگر اس نے بس میں نہیں رہنا تھا تو میں نے کیا کرنا تھا۔ ایک جگہ بس رکی تو وہ اتر گئی میں بھی اس کے پیچھے اتر گیا۔ اس نے مجھے اترتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ کتابیں اس کے ہاتھوں میں تھیں۔ چلتے چلتے اس نے ایک کتاب کھولی اس میں ایک سرخ گلاب تھا جو اس نے چلتے چلتے نیچے بھیگی ہوئی سڑک پر پھینک دیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے یہ سب میرے لیے کیا ہے میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بس کار اس گلاب کو ٹائروں تلے روندھ ڈالے سو میں بلاخوف تیزی سے گیا اور جا کر اس گرے ہوئے گلاب کو اٹھالیا۔ وہ سڑک کراس کر چکی تھی اور ایک چھوٹی سی سڑک پر داخل ہوتے ہوئے اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاب لہرا دیا وہ مسکرا دی۔ اور پھر وہ جہاں تک مجھے جاتی ہوئی دکھائی دی میں اس کو دیکھتا رہا جب وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی تو میں ایک دوسری بس میں بیٹھ کر واپس آگیا۔

بس اس دن سے لے کر اب تک میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ مجھے کہیں بھی دوبارہ دکھائی نہیں دی ہے میں کئی بار اس کے علاقے میں بھی گیا ہوں لیکن وہ مجھے کہیں نہیں ملی۔ کاش میں اس سے فون نمبر لے لیتا یا پھر اپنا نمبر ہی اس کو دے دیتا۔ آج اس بات کو تین سال ہوگئے ہیں میں اس کی تلاش کر رہا ہوں لیکن وہ ان تین سالوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے کہیں دکھائی نہیں دی ہے میں ہر روز اس گلاب کو دیکھتا ہوں۔ جو میری ایک فائل میں پڑا ہوا ہے اس کی پتیاں بکھر چکی ہیں رنگت پھیکی پڑ چکی ہے وہ مرجھایا ہوا گلاب دکھائی دیتا ہے۔ لیکن وہ نشانی ہے میرے محبوب کی۔ میری جان کی۔ میری زندگی کی۔ میری چاہت کی کیوں کہ مجھے اس سے محبت ہوگئی تھی جو آج بھی ہے میری چاہت میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی ہے میں آج بھی اس کا انتظار کر رہا ہوں اس کی راہیں دیکھ رہا ہوں کئی بار اس کو خوابوں میں دیکھ چکا ہوں لیکن آنکھ کھلتے ہی وہ خواب ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کو بھی میرا انتظار ہو وہ بھی آتے جاتے ہر روز ہر شاپ ہر بازار میں مجھے تلاش کرتی پھر رہی ہو۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے بھول گئی ہو۔ ایک حسین حادثہ سمجھ کر۔ یہ اس کے دل کی بات ہے مجھے نظر آئے تو میں اس سے پوچھوں۔ لیکن میرے اپنے دل کا یہ حال ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے لیے وقف کر دیا ہے۔ میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اس کی تلاش جو میں ہر روز کرتا ہوں۔ پتہ نہیں میری یہ تلاش

کب ختم ہوگی۔ کب میں اس کو پھر سے دیکھ سکوں گا۔
کب اپنی پیاسی نظروں کی آگ بجھا سکوں گا۔ کاش
وہ مجھے کہیں دکھائی دے۔ ہر روز اس دکان میں جا کر
کھڑا ہو جاتا ہوں ٹائم بھی وہی ہوتا ہے۔ جہاں ہم
دونوں کی نظریں چار ہوئی تھیں جہاں میرا دل اس کے
لیے تڑپا تھا جہاں میں نے اپنا دل ہارا تھا۔ لیکن وہ
وہاں دوبارہ مجھے دکھائی نہیں دی ہے۔

ثمائلہ میری جان۔ اگر تم جواب عرض پڑھتی ہو تو
میں نے وہ سب کچھ لکھ دیا ہے جو ہم دونوں کے ساتھ
بیتا تھا اگر میری تحریر پڑھو تو مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ میں
تمہارا منتظر ہوں۔ تمہیں دیکھنے کے بعد کوئی بھی چہرہ
مجھے اپنا سا دکھائی نہیں دیتا ہے میری آنکھوں کو تمہارا
ہی انتظار ہے۔ میرے دل میں آج بھی تمہارے لیے
پیار بھرے جذبات ہیں۔ تمہارے دیئے ہوئے
گلاب کو میں ہر روز دیکھتا ہوں اس کی بکھری پتیوں کی
خوشبو سونگھتا ہوں۔ ان بکھری اور خشک پتیوں میں آج
بھی تمہاری چاہت کی خوشبو مجھے محسوس ہوتی ہے میں
اس گلاب کو پوری زندگی اپنی جان سے بھی بڑھ کر
اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہ تمہارے پیار کی
نشانی ہے تمہاری چاہت کی نشانی ہے جو میں نے آج
بھی سنبھال رکھی ہے۔ اگر تم مجھے مل گئی تو میں تم کو وہ
گلاب کی پتیاں دکھاؤں گا اور تمہیں بتاؤں گا کہ میں
نے ان کی کتنی حفاظت کی ہوئی ہے۔ کوئی دن بھی ایسا
نہیں گزرتا ہے جس دن میں نے تم کو تلاش نہ کیا ہو۔
کاش تم مجھے کہیں دکھائی دے دو کاش ایسا ہو جائے پتہ
نہیں کیوں مجھے امید ہے کہ تم ایک نہ ایک ضرور میری
نظروں کے سامنے آؤ گی۔ چند گھنٹوں کی اس ملاقات
نے میری زندگی کو بدل دیا ہے میرے لبوں پر کبھی بھی
دوبارہ مسکراہٹ نہیں بکھری ہے۔ آنکھوں میں
ماسوائے تمہارے انتظار کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔
اور مجھے تمہارا انتظار کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ میں ان
ان جگہوں پر ہر روز جاتا ہوں جہاں جہاں تک ہم
دونوں چلے تھے اگر تم میرا یہ شہر چھوڑ کر جا چکی ہو تو
برائے مہربانی میری تحریر پڑھ کر مجھ سے رابطہ ضرور کرنا
یہ سوچ لینا کہ تمہارا ایک دیوانہ آج بھی تمہاری تلاش
کر رہا ہے۔ اور اس وقت تک تمہیں تلاش کرتا رہے
گا جب تک تم مجھے مل نہیں جاتی۔ میری زندگی میں
تمہارے علاوہ اور ہے ہی کون۔ اس دل کی تم ہی
مالک ہو۔ اور تم ہی رہو گی۔ ان تین سالوں میں
میرے پیار میں کمی نہیں ہوئی ہے بلکہ ایک تڑپ پیدا
ہو گئی ہے ایک ایسی چاہت پیدا ہو گئی ہے کہ میں اکثر
راتوں کو رونا شروع کر دیتا ہوں آنکھیں خود بخود بھیگ
جاتی ہیں۔ یہ میرے سچے پیار کی علامت ہے میری
چاہت کی علامت ہے۔ بس تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے
اس دیوانے سے ضرور رابطہ کرنا۔ آپ کا اپنا۔ رضا۔

قارئین کرام یہ کہانی میری سہیلی نے مجھے سنائی
ہے جو اس کے بھائی کے ساتھ بیتی ہے۔ میں نے اس
کے بھائی کو دیکھا تو نہیں ہے۔ لیکن اس کی کہانی سننے
کے بعد دل میں خیال ضرور آتا ہے کہ دنیا میں ایسے
بھی لوگ ہوتے ہیں جو دلوں میں سچا پیار لیے ہوتے
ہیں۔ جو کسی کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اپنی تمام زندگی
بس اس کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ کتنے عظیم
ہوتے ہیں ایسے لوگ جن کے دلوں میں سچی چاہت
ہوتی ہے سچا پیار ہوتا ہے۔ میری دعا ہے کہ رضا کو
اس کی ثمائلہ مل جائے اور قارئین کرام آپ سے بھی
گزارش کرتی ہوں کہ رضا کے لیے دعا کریں کہ اس کو
اس کی ثمائلہ مل جائے۔

قارئین کرام میں آپ کی بہت مشکور ہوں کہ
آپ لوگوں نے مجھے اپنے دلوں میں بہت عزت دی
ہوئی ہے اور مجھے ایک مقام دیا ہوا ہے۔ میں اپنے
بہن بھائیوں کے لیے دن رات دعائیں کرتی ہوں
کیونکہ آپ سب میرے اپنے بہن بھائی ہیں۔ اب
جلد ہی ایک نئی تحریر کے ساتھ انٹری دوں گی۔ والسلام۔

آپ سب کی بہن۔ کشور کرن۔ چوکی۔

محبت

تحریر۔ ثناء اجالا۔ بھلوال۔ ضلع سرگودھا۔ آخری حصہ

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

وفا

میری ایک دوست کی کہانی اس کی زبانی سنئے۔

ساحر نے وفا کے اتنی اچھی بات کہنے سے جھٹ اسے اپنے ساتھ لگا لیا ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا روز روز کا ملنا کسی خطرے سے کم نہ تھا انہیں بالکل خبر نہ تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کس جگہ ہیں ایسا مدہوش ہو رہے ہیں۔ بارش زور و شور سے برس رہی تھی اور وہ دونوں برستی بارش میں سب سے بے پرواہ اپنی ہی دنیا میں کھوئے ہوئے تھے

چلو اک قصہ سناتے ہیں تمہیں مختصر بتاتے ہیں
وفا کی آڑ میں کیوں لوگ دے کر زخم جاتے ہیں
بے وفائی کر کے پھر بھی وہ کیوں آزماتے ہیں
لگا کے روگ دلوں کو جگ ہنسائی بناتے ہیں
مسکراتے چہروں کو جوگی بناتے ہیں
ہجر کی راتوں میں کیوں اکثر جگاتے ہیں
بڑی شدت سے رلاتے ہیں
وہ وعدہ ہی کیوں نہ ہو اجالا
اسے بے وفا ٹھہراتے ہیں

وفا بھی سو کے اٹھی تھی اسے زور کی بھوک لگی ہوئی تھی وہ کچن میں گئی اپنے لیے ناشتہ بنا کر کمرے میں لے آئی بسمہ آپی مارکیٹ گئی ہوئی تھی وہ ناشتہ کے ساتھ ساتھ ساحر سے باتوں میں بھی مگن تھی ساحر ایک بری خبر ہے وفا نے پریشانی سے لکھ کر بھیجا تھا ساحر کا کوئی ریپلائے نہیں آیا اس نے ناشتہ کر کے برتن سمیٹے کچن میں رکھے واپس اپنے کمرے میں آئی تو ساحر کا ریپلائے آ چکا تھا۔

ہاں جی بولیے۔ وفا نے بڑے کھلے دل سے مسکرائی تھی ساحر کے طرز مخاطب پہ۔

ساحر رات مما نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا تھا انہوں نے کہا کہ روحیل کے ساتھ تمہاری منگنی طے ہے۔ وفا اب مطمئن تھی اسے پتا کہ اب ساحر کوئی ترکیب نکال لے گا۔

تو کر لو۔ اطمینان سے جواب آیا تھا

تمہیں مجھ سے محبت ہی کہاں ہے ورنہ ایسا جواب نہ دیتے وفا نے منہ پھلا کر میسج لکھ بھیجا تھا اور بیڈ پر آتی پالتی مار کے بیٹھ گئی۔

یار سمجھا کرو منگنی ہے نا کر لو شادی سے پہلے کوئی مناسب حل نکل آئے گا

بڑا ذہین وفطین جواب آیا تھا۔

محبت تو تمہیں ہر وقت ہی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جب تم ملتی ہو تب تو حد ہی کر دیتا ہوں بڑا بے شرم جواب موصول ہوا تھا انداز ولہجہ معنی خیز لیے تھا وفا اندر تک شرم شار ہو گئی میسج پڑھ کر۔

اس محبت کا کیا انجام ہو گا عمل کرتی ہو کبھی سوچا ہے وفا کا بھی لگتا تھا شرارتی موڈ تھا اسی انداز میں بولی یعنی کہ دونوں طرف شرارت ہی شرارت تھی۔

ہاں سوچا ہے انجام تمہیں اپنا لوں گا۔۔۔

بڑی اپنائیت وفا کا اقرار کیا گیا تھا وفا سرشار سی کیفیت میں مبتلا ہو گئی اب انہوں نے رات گئے ساتھ نبھانے کا وعدہ وہ قسمیں جو محبت میں نبھائی تھیں وفا ساحر کی سنگت میں مطمئن وشاد تھی کسی بھی نتیجے تک پہنچے بغیر ہی وفا اپنی خوابوں کی دنیا سب کچھ سوچے بغیر ہی بیٹھی تھی اسے یہ معلوم نہ تھا کہ کرب ناک سانیوں کا دکھ انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے۔

اب سو جاؤ وفا میری جان خدا کو بھی صبح اٹھ کر یاد کرنا ہے اس سے تمہیں مانگنا ہے ساحر کا میسج آیا۔

اچھا سولو بائے وفا خفا ہو گئی تھی

ارے خفا ہوئی ہو تو چلو بات کرتا ہوں ساحر نے محبت سے لکھ کر بھیجا

نہیں آپ سو جائیں مجھے بھی صبح کالج جانا ہے

شکریہ میری جان اتنا خیال رکھنے کا

بہت شکریہ کل کالج جا کر بات ہو گی

اگلے دن کا بھی منصوبہ بھیجا تھا ساحر نے وفا نے ساحر کا پیغام پڑھا اور موبائل آف کر دیا۔ کلاک کی جانب دیکھا تو رات کا ایک بج چکا تھا وفا نے بسمہ آپی کو دیکھا وہ گہری نیند سو رہی تھیں چند منٹوں بعد وفا بھی ہوش وخروش سے بیگانہ ہو گئی۔

آ جاؤ ہم حواسوں میں نہیں
ہمارے سارے خواب نوچ لو
ہمیں گہری نیند سونے دو
ہمیں کھونے دو
وہ ساری یادیں جو آتی ہیں تیری
وہ ساری راتیں جو ہجر میں تیرے
ہمیں اب تھک کے چور ہونے دو
ہمیں گہری نیند سونے دو

وہ کافی گھنٹوں سے ساحر کو میسج پہ میسجز کرتی جا رہی تھی لیکن اس کا کوئی جواب ریپلائے نہیں ہوا تھا اسے بہت ہی اہم خبر ساحر سے ڈسکس کرنا تھی وہ نمبر بھی نہ اٹھا رہا تھا آخر وہ تھک ہار کے بیٹھ گئی تھی اور تن دہی سے اپنا آفس کا کام کرنے لگی کیونکہ اسے دو دن چھٹی لینی تھی اس کی منگنی تھی کزن روحیل سے

وہ اپنا کام کرتے کرتے رک گئی تھی اور کہیں کھو سی گئی اسی وجہ سے تو ساحر نمبر نہیں اٹھا رہا اس کے دل میں ہلچل سی مچ گئی وفا بہت اداس اور لاتعلق سی خود سے نظر آنے لگی تھی اسے جانے کیوں لگتا تھا ساحر اسے دھوکہ دے رہا ہے اس نے کسی سمجھوتے کے تحت منگنی کروا لینی تھی دل میں اک کسک سی رہتی تھی۔

آنکھ سے لہو نہ بہایا کرو
اے دل اسے کبھی تو بھول جایا کرو
دیکھنا وہ اک دن تجھے چھوڑ جائے گا

نہ اسے اتنا ستایا کرو
اتنا اعتبار بھی اچھا نہیں ہوتا
اسے ہر بات نہ بتایا کرو
شدت غم سے سینہ پھٹ جائے گا
آنکھ سے کچھ آنسو بہایا کرو
اس جیسا تجھے کہیں مل نہیں سکتا
ہزار بار بھی روٹھے تو منایا کرو
یہاں بعد مدت کوئی سکھ ملتا ہے
ہاتھ آئی خوشی یوں نہ گنوایا کرو

اسے تھوڑی دیر بعد ساحر کی کال آگئی۔

ساحر کیسے ہو کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے کال پک کرتے ہی وفا نے بیتابی کے عالم میں سوال کیا ساحر گہری سانس لے کر رک گیا۔

کچھ نہیں جان تم یوں پریشان نہ ہوا کرو بس آج دل بہت غمگین ہے وہ دل کی حالت پہ قابو پا کر دلگیری سے بولا تھا۔

کیوں ایسی بھی کیا بات ہے وفا نے پوچھا

وفا اس جہاں میں کوئی کسی کے ساتھ مخلص نہیں ہوتا سوائے مطلب کے اگر کسی کو کسی سے کچھ مطلوب ہوتا تب اس کی تعریف کی جاتی ہے دل بہل جاتا ہے ہزاروں کام نکلوائے جاتے ہیں مطلب سے جب انسان کا مطلب دوسرے سے ختم ہو جاتا ہے تو پہلا انسان اسے چھوڑ دیتا ہے دکھوں میں اضطراب میں وہ مایوسیت سے بولا

شدید اضطراب و بے چینی اس کے رگ و پے میں بھی تھی وہ انتہائی افسردہ لگ رہا تھا۔

کیا ہوا ساحر ایسی دکھی باتیں کیوں کر رہے ہو وفا نے حیرانگی کے عالم میں پوچھا اسے ساحر کے اداس رویے کی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی وفا نے اپنے اداس رویے سے منسوب کہا تھا

بس تم مجھ سے بے وفا نہ ہو میری وفا۔

لگتا تھا ساحر ابھی دکھ سے رو دے گا۔

ساحر میں تمہیں کبھی نہیں کھوؤں گی ہر وقت جیسے بھی حالات ہوں تمہارا ساتھ نبھاؤں گی وفا نے یقین دہانی کروائی تھی اب بولو بلکہ بتادو اداسی کی وجہ۔ وفا نے اصل سوال پوچھا تھا

تم بہت اچھی ہو وفا میرے لیے اپنے دل میں کتنی چاہت رکھتی ہو محسوس کر کے اداس تھا کہ اگر زمانے نے تمہیں مجھ سے چھین لیا تو میرا کیا بنے گا ساحر نے سارا کچھ بتادیا تھا وفا کو۔

وفا نے گہری سانس سینے سے خارج کی اور مطمئن ہوگئی

تو ساحر تم نے خود مجھے کہا تھا منگنی کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہ تھا وفا نے اپنی رائے اس تک پہنچائی

وفا کرلو تم منگنی لیکن مجھ سے بے پرواہ نہ ہونا میرا رزلٹ آچکا ہے میں نے فرسٹ پوزیشن لی ہے بی ایس سی میں لیکن مجھے آگے پڑھنا ہے وفا بہت شوق ہے پڑھنے کا وہ بے اشتیاق سے بتائے گیا یعنی ابھی وفا کو دو سال مزید انتظار کا مزہ چکھنا ہوگا

بہت بہت مبارک ہو۔۔ ساحر میں نے یہ اچھی خبر تمہیں سنانے کے لیے ہی میسج اور کال کی تھی وفا نے بڑی پراعتمادی سے کہا تھا۔

اچھا خیر مبارک۔ ساحر مسکرادیا

پھر کب کالج جاؤ گے۔۔ وفا نے اپنی ٹیبل سے چیزیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

بہت جلد وفا اپنا مقصد پالوں گا اور تمہیں بھی وہ اب ذرا بہترین موڈ میں تھا وفا اسے افسردگی سے نکال چکی تھی۔

انشاء اللہ وفا نے زیر لب کہا۔ میری منگنی پہ آؤ گے نا۔ وفا نے امید بھرے لہجے میں پوچھا

ہاں اپنی محبوبہ کی منگنی پہ آؤں گا وہ خوشدلی سے یہ کہہ کے ہنسنے لگا وفا نے بھی اس کی ہنسی کا

ساتھ دیا کب ہے منگنی ساحر نے پوچھا۔
دو دن بعد۔ وفا نے افسردگی سے کہا ساحر اس کے بوجھل پن جان کے گہری خاموشی سے چپ ہو گیا
وفا خدا کی ذات سے مایوس مت ہو وہ جو کرتا ہے نا اچھے کے لیے کرتا ہے میرا یقین کرو اور منگنی کر لینا ملنا مقدر میں ہوا تو ضرور ملیں گے ناامیدی انسان کو توڑ دیتی ہے وفا اچھے وقت کا انتظار کرو وقت سے پہلے کچھ نہ مانگو جو نصیب میں لکھا ہے نا وہ تو مل ہی جاتا ہے کوئی ہمیں جدا نہیں کر سکتا ساحر نے لمبی تقریر کر کے اسے چپ کروا دیا اور ذہن کے نئی روشنی کے پہلو وفا پہ واہ ہو نے تھے
اب خوش ہو تم۔ وفا کا ذہن ساحر کی باتوں سے صاف ہو چکا تھا
ہاں میں خوش ہوں میں بھی وفا نے اقرار کیا
-
او کے وفا اب گھر جاؤ منگنی کی تیاری کرو مطلع صاف ہو چکا تھا
او کے آئی مس یو ساحر۔
شکریہ میری جان ساحر نے موبائل سے اب رابطہ منقطع کر دیا تھا
وفا اب گھر کے لیے تیار کھڑی تھی آفس ٹائم ختم ہو چکا تھا وہ سبک روی سے رکشے کو آواز دیے کی بجائے وہ پیدل چلنے لگی گھر اتنا دور نہ تھا لیکن وہ پھر بھی رکشے پہ آتی جاتی تھی وفا نے اپنے قدم پارک کی جانب بڑھا دیے لانگ جامنی قمیض سفید ٹراؤزر اور بڑا سا جامنی اور سفید شیڈ والا دوپٹہ اس نے کیا تھا اس کے لمبے بال پشت سے نیچے لہرا رہے تھے موسم بھی تبدیل ہو چکا تھا شام کے گہرے سائے نمودار ہونے لگے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی سبک خرامی سے چلتی ہوائیں سورج کی زمیں دانوں کے ساتھ آنکھ مچولی جاری و ساری تھی ہلکے سلیٹی مائل سفید ابر فلک پہ یہاں سے وہاں جا رہے تھے۔ وفا پارک کے وسط میں چلتی معمول کے مطابق اپنے اسی سیمنٹ کے بنے بینچ پر بیٹھی تھی اس نے دوپٹہ سر پہ پھیلا کے اردگرد بازوؤں کے گرد کر لیا تھا اور موسم سے لطف اندوز ہونے لگی اس کی ذہنی روح بار بار ساحر کی جانب بھٹک رہی تھی اسے ساحر سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی وفا ساحر کے بنا اک پل بھی جینے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی وہ نا جانے کیوں اداس ہو جاتی تھی جیسے وہ کچھ غلط کر رہی ہو یا کرنے جا رہی ہو وہ اٹھی اور ست روی سے قدم گھر کی جانب بڑھا دیے۔

یادوں کی اداس بدلیاں
کبھی من میں آتی ہیں
کبھی ذہن پہ چھا جاتی ہیں
کہ جو دل میں بس رہے ہیں
وہ مطمئن وخوش ہیں
ہاں ہم ہی اشکوں کے بادل
بنا برسات کے بہاتے ہیں

وہ سرخ جوڑے میں ملبوس بہت شاندار لگ رہی تھی لمبے بال پشت پہ کالی گھٹاؤں کی مانند لہرا رہے تھے فراک پاجامے میں وہ پرستان سے آئی ہوئی پری لگ رہی تھی حسین تو وہ تھی ہی لیکن ہلکے سے میک اپ میں مزید نکھر گئی تھی روحیل اس کی دائیں طرف بیٹھا تھا سامنے اسٹیج کے صوفے پہ بیٹھے تھے روحیل انتہائی شریف انسان تھے ان کی بھی تھری پیس میں چھب ہی نرالی تھی سارے گھر میں مہمانوں کی بہتات تھی وفا نے دور دراز فاصلے پہ بیٹھے سب مہمانوں کی طرف دیکھا ساحر ابھی تک آیا نہیں تھا آفس، دوستوں میں سے صرف زوبی ہی اس کی نزدیکی تھی باقی سب کو اس نے نہیں بلایا تھا

منگنی کی رسم ہوئی اس کی نانی نے اسے انگوٹھی پہنائی۔

ہم دل والے ہیں جو اکثر نقصان ہمارا ہوتا ہے
سب آنکھوں والے ہمارے سامنے اندھے ہیں

ہمارا احساس جو نہیں کرتے محبت میں سب رشتہ داروں نے آگے بڑھ بڑھ کے وفا کی منگنی کی مبارک باد دی منگنی کا فنکشن اختتام پزیر ہوا رسم و رواج کے مطابق منگنی شدہ جوڑے کو کھانا مل کر کھانا تھا ساحر اسی لمحے آیا تھا جب روحیل اور وفا کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے وفا نے ساحر کو دور سے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا اس لیے آگے بڑھ کر اٹھی روحیل نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا اسے ایسا تو کوئی نظر نہیں آیا تھا جس کے لیے وفا اٹھتی اس سے پہلے کے روحیل وفا کے پیچھے جاتا زوبی جلدی سے آگے بڑھی اور روحیل کو کمپنی دینے لگی زوبی کو وفا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ جو کیا تھا وہ سمجھ کے آگے بڑھی اور روحیل کو کمپنی دینے لگی

وفا اتنے سارے مہمانوں کو نظر انداز کیے ساحر کے لیے کرسی کی جانب بڑھی ساحر وائٹ جوڑے میں نظر لگ جانے کی حد تک انتہا کا ہینڈسم ڈیشنگ لگ رہا تھا اس کی آنکھوں میں جگنوں بھر آئے وفا انتہائی دلچسپی سے دیکھے جا رہا تھا وفا نے نظریں جھکا لیں تھیں اتنے میں نوکر پانی لیے چلا آ رہا تھا ساحر نے غٹا غٹ پانی پیا تھا

بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔۔ ساحر نے نظریں جھکائے کہا تھا وفا کی آنکھیں جلنے لگی تھیں کرب بہت برا تھا منگیتر تو دیکھا دو کیا منگنی کی رسم ہوئی۔ اس نے ہاتھ میں پہنی اس کی انگوٹھی کو دیکھ کر کہا۔

ہاں ہوئی۔ وفا نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

او نے یہ رہا تمہارا گفٹ میں چلتا ہوں ساحر نے ایک پیک شدہ ریپر وفا کی جانب بڑھا دیا تھا جسے وفا نے تھوڑی پس و پیش سے تھام لیا تھا اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

رکو ناں ساحر کھانا لگ چکا ہے کھا کر جانا ایسے کیسے جاؤ گے وفا نے اسے رکنے کا کہا تھا

نہیں وفا میں نہیں رک سکتا ایسے میں دل پہ پتھر رکھ کر تمہاری خاطر آیا ہوں تمہیں کسی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا تم صرف میری ہو وہ مضبوطی سے بولتا کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا

وفا نے مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی سر جھکا لیا ساحر کی آنکھوں میں نمی آ گئی اس نے ایک لمحے کو وفا کو بھرپور نظر سے دیکھا اور تیز تیز قدموں سے وہاں سے نکلتا ہوا چلا گیا وفا کی آنکھوں میں تیزی سے نمی پھیلنے لگی تھی وہ بھاگتے ہوئے تیزی سے کمرے میں چلی گئی اس نے اپنے پیچھے کسی کو کمرے میں آتے ہوئے دیکھا تھا وفا بیڈ پہ آتے ہی گر گئی اور رونے لگی رخ موڑ کے بیٹھنے کے باعث اس کے سارے بال کمر پہ لہرا رہے تھے اتنے بڑے بال کہ بیڈ پہ بکھر گئے تھے بسمہ آپی نے دروازہ بند کیا اور دھیرے دھیرے سے قدم اٹھاتی وفا کے پاس بیڈ پہ آ بیٹھی

وفا تم یہ سب کیوں جان بوجھ کر رہی ہو اپنے ماں باپ کو بتا دو وہ تمہارے ساتھ زیادتی نہ کریں گے بسمہ آپی نے اسکی ڈھارس بندھائی اور راستے مسئلہ سلجھانے کا کہا نہ کہ بگاڑنے کا

آپی ساحر ابھی جاب کرتا ہے اس نے مجھے کوئی ابھی تک اشارہ نہیں کیا اس بات کا کہ کب ہماری شادی ہو گی میں بہت بے بس ہوں لیکن ساحر کے بنا نہیں رہ سکتی۔

وہ زار و قطار رو رہی تھی اس کا سارا وجود لرز رہا تھا بسمہ آپی نے شگفتگی سے اس کی جانب دیکھا اس کے بال سہلانے لگی اب وہ کر بھی کیا سکتی تھی

ہاں اگر وفا کی ہمنوا ضرور بنتی اس کو ساحر کو پانے کے لیے اس کی مدد کرتی وہ گہری سانس بھر کے بیٹھ گئی نند ہونے کے باوجود وہ وفا کے جذبات سمجھ سکتی تھی حالات کے پیش نظر وہ چپ تھی روحیل اور وفا کی شادی کی بات پہلے بھی اشاروں کنایوں میں چلتی تھی لیکن وفا کے ابو جلدی ایکدم سے اس کی منگنی کر دیں گے یہ بسمہ آپی کو اندازہ نہ تھا انہوں نے تو دو دن میں خریداری بھی کی تھی ہاں وفا سے البتہ انہوں نے کوئی بات نہ کی تھی انہوں نے وفا کو گلے سے لگالیا وفا ان کے گلے سے لگ کر بہت شدت سے گریہ وزاری کرنے لگی۔

کچھ راز ہیں میرے سینے میں
دن کم ہیں میرے جینے میں
مجھے ڈھیرے ڈھیرے کہنے دو
مجھے اپنے دل میں رہنے دو
میری بوجھل پلکیں کہتی ہیں
میں سب کچھ کھونا چاہتی ہوں
بس تیری ہونا چاہتی ہوں
عجب خواہش میں کھو جاؤں
تیری گود میں سر رکھ کر سو جاؤں
مجھ پہ احسان تو کر دو
اک دن میرے نام تو کر دو
پھر نہ میں لوٹ کے آؤں گی
نی تجھ کو کبھی ستاؤں گی
یہ میرا تم سے وعدہ ہے
اب بتا دو جو بھی ارادہ ہے

وفا آج آفس نہیں گئی تھی ساحر کا اس سے صرف موبائل سے ہی رابطہ تھا وفا کی صحت ٹھیک نہ ہونے کے باعث وہ آفس میں نہ جا سکی گھر میں بسمہ آپی اور اس کے علاوہ کوئی نہ تھا وفا نے اداسی سے سر کھڑکی سے نکالیا اور جالی سے دور باہر لان کا منظر دیکھنے لگی ساری رات وہ بے چینی سے سو نہ سکی تھی وفا نے من کی طرح اداس تھا آسمان پہ ہلکے سلیٹی اور سفید رنگ کے ملے جلے بادل کے ٹکڑے آوارگی سے گھوم رہے تھے جیسے ان کی کوئی قیمتی چیز کھو گئی ہو ہلکی ہلکی رن من شروع ہو چکی تھی بارش کی سوئی جیسے پتلی پتلی پھواریں زمیں پہ گر رہی تھیں وفا کھڑکی سے ہٹی اور میز کے پاس جا بیٹھی۔ گفٹ کے اوپر سے ریپر ہٹانے لگی گفٹ کھولا تو اندر سے سونے کی انگوٹھی نکلی اتنی نازک انتہائی نفیس سی اس نے اسے اپنی نگاہوں سے سامنے کیا اور محبت سے دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں محبت کے ستارے اتر آئے تھے ہی کی صورت میں وہ خود پہ اختیار نہ رکھ سکی ہچکیوں سے رونے لگی روتے روتے وہ نیچے زمیں پہ ہی بیٹھ گئی وہ ہولے ہولے کانپنے لگی اسے ساحر کے نام کی انگوٹھی پہننی تھی مگر اس نے پہنی بھی تو کس کے نام کی بسمہ آپی کمرے میں آ میں تھی اس کے وجود میں پھر بھی ذرا سی بھی جنبش نہ ہوئی تھی وہ کسی غیر مرئی نقطے کی پہ نگاہیں جمائے ہوئے ساکت سی بیٹھی تھی بسمہ آپی نے ریموٹ لیا اور ٹی وی آن کیا جس میں یہ گانا چل رہا تھا۔

میں دیوانی دیوانی
میرے دل کو تجھ سے محبت بڑی ہے
تیرا ہی تصور مجھے ہر گھڑی ہے
میں دیوانہ میں دیوانہ

اسے وفا پر بڑا ترس آرہا تھا بسمہ آپی نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا لیکن وفا کو کسی سے کوئی سروکار نہ تھا وہ اپنے ہی غم میں ڈوبی بیٹھی تھی بسمہ آپی نے دیکھا کہ اسے کوئی ہوش نہیں تو وہ دھیرے سے کمرے سے نکل گئی تھی ٹی وی ویسے ہی چل رہا تھا اب کوئی دوسرا گانا شروع ہو چکا تھا۔

میں عشق اس کا وہ عاشقی ہے میری
وہ لڑکی نہیں زندگی ہے میری

ٹی وی کے شور میں وفا کو موبائل جو نجانے
کب سے بج رہا تھا لائٹ آف ہو گئی تھی وفا نے
تب موبائل کی آواز سنی وہ دیوانہ وار موبائل کے
پاس لپکی فون ساحر کا تھا اسی اثنا میں لائٹ پھر آ گئی
تھی گانا چل رہا تھا فل والیوم میں

وفا نے ہیلو کیا وہ ابھی بھی رو رہی تھی آنکھوں
سے آنسو بڑی سرعت سے بہہ رہے تھے

جان کیسی ہو بڑی محبت سے پکارا گیا تھا وفا
کچھ نہ بولی بس روتی رہی ساحر دم خود رہ گیا وہ
دنگ رہ گیا تھا کہ وفا سے اتنا چاہتی ہے گانا بج رہا
تھا شاید اس کی آواز ساحر تک بھی جا رہی تھی لیکن
دیوانگی لڑکی میں زیادہ تھی یا گانا ایسا ہونا چاہئے تھا
۔

وہ لڑکا نہیں زندگی ہے میری

ہیلو وفا تم مجھے سن رہی ہو۔۔ ساحر پریشانی
سے گویا ہوا۔

ہاں۔۔وفا اتنا ہی بول پائی تھی اسے افسوس
تھا پچھتاوا تھا ساحر کے نہ ملنے کا۔

وفا میری جان کیا ابھی بھی مجھے مل سکتی ہو وہ
بے قرار ہوا شاید محبت کرنے والے یونہی بے قرار
ہوتے ہیں وہ محبت میں جیتے ہیں مرتے ہیں انہیں
محبت کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا صرف اپنے
محبوب کی محبت ہی نظر آتی ہے۔

نہیں ساحر میں آج گھر پہ ہوں آفس نہیں گئی
کل ملوں گی وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی رونے
کی وجہ سے

اوکے ضرور آٹھ بجے میں بھی کل کالج نہیں
جاؤں گا پارک میں آنا میں وہاں سے تمہیں لے
جاؤں گا ساحر بے خوشی سے بولا تھا اسے بھلا کسی کا
کیوں ڈر ہوتا دیوانہ جو تھا محبت کا۔

اوکے میں آ جاؤں گی تم ضرور آنا میں تمہیں
ملنے کو بے تاب ہوں وفا چہرے پہ آنسو جو بکھرے
ہوئے تھے صاف کرتے ہوئے بولی۔

اوکے پلیز رونا نہ میں تمہارا ہی ہوں صرف
تمہارا ساحر نے اسے بے پناہ یقین کا ساتھ جو دیا تھا
۔

ساحر پلیز مجھے اکیلے ہونے دو کچھ لمحوں کے
لیے وفا اپنی سرخ آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی تھی

وفا تم مجھ سے بات کرو یار تمہارا دل بہل
جائے گا اگر اب تم آفس ہوتی نا تو میں نے تمہیں
وہاں سے زبردستی چند گھنٹوں کے لیے اپنے ساتھ
لے جانا تھا تمہارا دل بھی سنبھل جاتا اب تمہیں گھر
سے کیسے لا سکتا ہوں میری جان وہ مسکینیت سے
بولا اس کی آواز بھی افسردگی تھی ملال کا تاثر تھا

وفا کچھ نہ بولی رونا اب اس کے مقدر میں
لکھا جا چکا تھا وہ روتی رہی ساحر نے موبائل کال
سے لگائے رکھا تھا کہ شاید اس اداس بلبل کی آواز
سن لے رونے سے اس کے دل کا بوجھ ختم تو نہیں
ہو گا مگر کم ضرور ہو جائے گا وہ اداس بلبل کی طرح
بیٹھی تھی اس کی آنکھیں پتھرائی ہوئی تھی لہجہ بھیگا تھا
دل سے درد سے چور تھا کوئی نہ تھا اس کا درد سمجھنے
والا نوٹ کر وہ ساحر سے محبت کرتی تھی وفا نے
موبائل بند کر دیا تھا اور بیٹھ گئی تھی افسردگی سے مکمل
وجود کے ساتھ۔

کوئی بھی موسم ہو دل میں ہے تیری یاد کا
موسم

کہ بدلا ہی نہیں جاناں تمہارے بعد کا موسم
نہیں بدلا تو بدل کے دیکھ لو

تمہارے مسکرانے سے دل ناشاد کا موسم
رتوں کا قاعدہ ہے وقت پہ آتی ہیں جاتی ہیں
شہر میں کیوں رک گیا کسی کی فریاد کا موسم
کہیں سے اس حسین آواز کی خوشبو پکارے
گی

تو اس کے ساتھ بدلے گا دل برباد کا موسم

وفا اٹھی بیڈ پہ بیٹھ گئی اور اپنے اوپر چادر لی

وہ کانچ کی گڑیا کی طرح لگ رہی تھی آنکھیں نیلی ہو گئی تھی رونے سے لیکن ایسا لگتا تھا اس کانچ کی گڑیا کی آنکھیں کسی نے توڑ دی ہوں اور بنا آنکھوں کے رستے کا تعین نہ کر سکتی ہو۔

وہی ہوا نا تیرا دل بھر گیا مجھ سے

میں نے کہا بھی تھا محبت نہیں جو تم کرتے ہو

اگلی صبح وہ اٹھی تیار ہو کر سیدھی پارک چلی گئی اسے اب آفس سے کیا کسی سے بھی دلچسپی نہ تھی اسے اب صرف ساحر کو پانا تھا ہر صورت۔ ساحر پہلے سے ہی اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا سفید شرٹ بلیک پینٹ وہ انتہائی وجیہہ لگ رہا تھا وفا اس کے پیچھے بیٹھی اس نے بائیک اسٹارٹ کی اور ہواؤں میں اڑنے لگے تھے وہاں کی جگہ پر آ گئے تھے جہاں وہ پہلے بھی کئی بار ملاقاتیں کر چکے تھے بائیک رکی وفا اتری ساحر مڑا وفا ایک ایسے جواری کی طرح لگ رہی تھی جس کا سب کچھ لٹ چکا ہو کالے کپڑوں کالی چادر جو اب سر سے اتر چکی تھی عزت واقعی اب کی اتر چکی تھی ساحر نے دیکھا وہ بہت حسین لگ رہی تھی بہت کوئی حسین وہ کوئی مقابلہ حسن بھی جیت سکتی تھی ساحر جو بائیک سے ٹیک لگائے کھڑا تھا ایک دم سیدھا ہوا اور آہستہ روی سے چلتا ہوا وفا کے پاس آیا وفا نے اس کی جانب دیکھا اس کا ضبط کھو سا گیا ساحر کے گلے لگ کے خوب روئی ساحر بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔

ہم محبت کرنے والے بہت عجیب ہوتے ہیں

محبت کو اوڑھتے سوتے ہیں

محبت کو چھوڑتے مرتے ہیں

محبت کو کرتے اجڑتے ہیں

محبت کو گراتے سنبھلتے ہیں

ہم محبت کرنے والے بہت عجیب ہوتے ہیں

ہم محبت کرنے والے بہت مجبور ہوتے ہیں

ساحر اور وفا روتے رہے ساحر نے وفا کو دلاسے دیئے وفا تھر تھر کانپ رہی تھی۔

ہم ایک ہو جائیں گے بہت جلد۔ ساحر نے سچائی سے وفا کے سامنے اعتراف کیا۔

پھر وہ روز روز کی غلطی پہ غلطی ملنے کے کرتے جا رہے تھے ان کی ایک غلطی تھی کی وجہ سے بہت برا ہونے والا تھا اگر وہ اس غلطی میں پہلے دن سے ہی مبتلا نہ ہوتے تو شاید مل بھی جاتے۔

ساحر نے وفا سے خوب باتیں کیں اس اپنی محبت کا بہت اعتبار دلایا دھوکے سے دور شہر کے خواب دکھائے وہ سمجھدار ہونے کے باوجود بھی نا سمجھ تھے اس سفاک اور ظالم دنیا کا انہیں نہیں خبر تھی کہ دنیا کیا کر سکتے ہیں۔

وفا تم آئندہ نہیں روؤ گی ہم ضرور ملیں گے اس جہاں میں بھی اور اگلے جہاں میں بھی وفا کا وہاں کا حوصلہ لوٹ آیا وہ مسکرا دی

روئی ساحر نے اس کے چہرے پہ نظریں جما کر پوچھا وفا شرم سے حیا کے مارے سر جھکا لیا کیونکہ وہ نظریں محبت سے اسے تک رہی تھیں۔

تم بہت اچھی ہو وفا پریوں کی طرح حسین ہو منگنی کے جوڑے میں پری لگ رہی ہو میں وہاں سے چلا آیا تھا اگر مزید وہاں رک جاتا تو معاملہ گڑبڑ ہو جانا تھا وہ دھیرے دھیرے سے امرت سے اس کے کانوں میں گھول رہا تھا۔

ایک منٹ وفا نے کہا اور اپنے بیگ سے کچھ ڈھونڈنے لگی ہاتھ بیگ سے نکالا مٹھی کھول کر آگے کی ساحر کو انگوٹھی تھمائی ساحر نے وفا کا بایاں ہاتھ پکڑ کر تیسری انگلی میں انگوٹھی پہنا دی۔

لو اب ہماری منگنی ہوئی ساحر نے اس کے ہاتھ سے دوسری انگوٹھی اتار کے اسے تھما دی وفا نے بیگ میں رکھ دی۔ اس وجہ سے تم رو رہی تھی

کہ ہماری منگنی نہیں ہوئی وفا نے سراثبات میں ہلا دیا۔
ہاں۔۔۔ اس کے سچ بولنے پہ ساحر نے اسے چھوٹی سے چپت سر پر رسید کی
اب خوش ہو۔
ہاں خوش ہوں
وہ اونچی آواز میں بولی اور کھلکھلا کے ہنسی تھی ساحر نے بھرپور وارفتگی دیوانگی لیے اس سمت نظریں کی تھی جو اس پری پہ ٹکی ہوئی تھی
اچھا ایک بات پوچھوں۔ وفا پرانی جون میں لوٹ آئی تھی شرارتی انداز
اب جان کہو میرے سامنے آنکھوں سے باتیں کرتی اس سے ساحر کو وہ دل کے قریب لگی تھی ساحر سامنے نظر آتے پانی کے چشمے کو دیکھنے لگا جہاں اونچائی سے نیچے پانی گر رہا تھا مشکل ہے بہت وہ ایک آنکھ دبا کے بولا وفا نے اپنے لمبے ناخن اس کے کندھے پر پیوست کر دیئے۔
اوہو چڑیل ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا ناخن اسے واقعی چبھے تھے یہ خوفناک ڈائجسٹ نہیں ہے
۔
میں بھی خوفناک ڈائجسٹ کی چڑیل نہیں ہوں میں تو جواب عرض کی سچی کہانیوں والی محبت والی پری ہوں وہ اک ادا سے بولی ساحر لبوں پہ ہاتھ رکھ کر ہلکا سا ہنسا تھا
اچھا پری صاحبہ میری جان دونوں ایک دوسرے کی نگاہوں میں ڈوبنے لگے تھے محبت سے عقیدت سے عشق سے اب واپسی کا سفر تھا جو دونوں کو اداس کر رہا تھا ابھی بھی وہ اداس ہو گئے تھے واپسی کا سفر وقتا نہیں تھا یقینا تھا دکھ بے بسی پچھتاوے۔ بیتا ہے وفا نے دلکش لامبی پلکیں اٹھا کر اپنی خوبصورت آنکھوں سے پوچھا ساحر تو اس کی یہی آنکھیں تو بے موت مارتی تھی وہ انہیں پہ فریفتہ ہوا تھا انہوں نے ہی لگتا ہے ساحر کو مارنا تھا
وفا اگر پڑھائی ختم نہ بھی ہوئی تو تم سے شادی کرنی پڑے گی
کوئی حل نکالو ناں۔
تم فکر مت کرنا میں حل نکالوں گا وفا کی الجھن اب ساحر نے رفع دفع کر دی تھی۔
چلیں کافی ٹائم ہو گیا ہے ساحر نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا جہاں اس وقت دن کے بارہ بج رہے تھے وہ صبح آٹھ بجے کے آئے ہوئے تھے
چلو ساحر نے کہا۔ وفا نے چادر درست کی سر پہ تو ساحر نے کہا۔
وفا دل بہت اداس ہے لگتا ہے پھر کبھی نہیں ملیں گے ساحر افسردہ کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پہ حزن وملال کی گہری پرچھائیاں تھیں۔
اچھا ساحر اسے دیکھ کر رو دیا تھا وفا کے دل کو بھی کچھ ہوا تھا وہ دونوں اپنی جگہ اداس تھے وفا نے ساحر کے ہاتھوں کو محبت سے چوما ساحر بھی سے مسکرایا
چلیں اب وفا نے پوچھا۔
ہاں چلو۔ وہ دونوں محبت کے پنچھی اب اڑ رہے تھے دونوں جدا ہونے کیلیے وفا اداس اس کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اور ساحر بھی اداسی سے بائیک چلا رہا تھا۔

تیرے سوا کوئی میرے جذبات میں
آنکھوں میں وہ نمی ہے جو برسات میں نہیں
پانے کی تجھے کوشش بہت کی مگر
شاید وہ لکیر میرے ہاتھ میں نہیں

وہ اتنے دنوں بعد آفس میں آئی تھی اس کا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا وہ سر کرسی کی پشت پہ رکھے کسی اور ہی جہاں میں تھی اس نے پھر خود کو سمیٹا اور بے دلی سے کام کرنے لگی کیونکہ اس کا

من کل رات سے خراب تھا اسے کچھ اور ہی شک ہو رہا تھا وہ اپنے شک کی تصدیق کے لیے جلدی جلدی کام کرنے لگی تھی چھٹی کے وقت اس نے زوبی کو بھی بتایا زوبی تو چپ کی چپ رہ گئی تھی وہ دونوں پیدل ہی ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئیں کہ وا کو ایک زور کا چکر آیا اور وہ لڑکھڑا کر توازن برقرار نہ رکھ پائی اور گر گئی زوبی نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا اور اٹھنے میں اس کی مدد کی ہسپتال آ چکا تھا وہ اندر گئیں باری آئی جب ڈاکٹر وفا اور زوبی کی رپورٹ دیکھ رہی تھی زوبی ساتھ جو تھی دونوں کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے اگر دونوں کے گھر والوں میں سے کوئی انہیں یہاں دیکھ لیتا تو۔

ایکسکیوزمی۔۔۔ مس وفا آپ کے لیے اچھی خوشخبری ہے آپ پریگننٹ ہیں۔ ڈاکٹر کے الفاظ نے ان دونوں کے حواس سلب کر لیے تھے وہ دونوں ناسمجھی کی کیفیت میں ڈاکٹر کو تکنے لگی۔

زوبی نے جلدی سے پوچھا۔ کیا مطلب ڈاکٹر

یہ ماں بننے والی ہے اب کی بار دونوں کے رنگ اڑ گئے وفا کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا ہونٹوں پہ سکری جم گئی تھی سارا کا سارا جسم لرزنے لگا تھا زوبی نے ڈاکٹر سے نظریں بچا کے اس کا ہاتھ تھاما اور تسلی دی۔ آپ غالباً ان کی نند ہیں آپ کو کچھ ادویات لکھ دیتی ہوں انہیں باقاعدگی سے کھلائیں ڈاکٹر ان کی دلی کیفیت سے بے خبر جانے کیا کیا بولے جا رہی تھی

وفا کے پیر چلنے سے انکاری تھے خوف و دہشت کے سائے اس کے پورے وجود پہ تھے زوبی نے ڈاکٹر کی فیس ادا کی اور وفا کو لے کر ہسپتال سے باہر نکل آئی دونوں خاموش تھیں الفاظ تو بہت تھے مگر اس وقت کچھ بھی کہنا عبث تھا

وفا تم ساحر سے کہو اب اسے کیا کرنا ہے میرے خیال میں تو شادی کر لو دونوں۔۔ یہی بہتر ہے دوسری صورت بربادی ہے وہ بڑی بوڑھیوں جیسی باتیں کر کے سمجھانے لگی وفا کا رنگ برف کی طرح سفید پڑ گیا تھا وہ ایک جانب دیوار سے لگ گئی اور رونے لگی یہاں لوگوں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی زوبی اس کی کیفیت کو سمجھ سکتی تھی زوبی کو اس پہ ترس آیا تھا

کیا محبت انسان کو بربادی ہی دیتی ہے زوبی نے صرف سوچا تھا ہر طرف سے جھرجھری لی تھی۔

وفا یہاں سے چلو پبلک پارک وہاں تنہائی سے اس مسئلے کا حل نکالتے ہیں جو صرف ساحر کو ہی معلوم ہے اس کا نمبر مجھے دو میں اس کو پارک میں بلا کر بات کرتی ہوں زوبی نے اسے ہاتھوں سے پکڑ کر سمجھایا

اس کے اتنا کہنے پہ وفا اس کے ساتھ چل دی لیکن شکستہ قدموں سے پارک میں پہنچ کر ایک تنہائی گوشے میں بیٹھ کر اس نے ساحر کو جلدی پارک میں پہنچنے کا کہا چند منٹوں میں ساحر پارک آتا ہوا نظر آیا وہ ناسمجھی کی کیفیت میں وفا کو تکنے لگا بڑا جواز کے وہ اب اسے کیا کہہ سکتا تھا زوبی قدرے سائیڈ پہ ہو گئی ساحر نے وفا سے پوچھا۔

وفا جان خیریت تو ہے وہ الفت سے بولا۔

ساحر میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں

جیسے ہی وفا کی آواز نکلی ساحر نے وفا کا ہاتھ تھام رکھا تھا وفا کا ہاتھ اس کے دونوں ہاتھوں سے چھوٹ گیا اسے لگا وفا نے کوئی سیسہ پگھلا کے اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔

کیا وہ حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں تھا اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے اسے اب وفا کے رونے کی وجہ سمجھ آئی تھی وہ پہلے یہ سب سمجھنے سے

قاصر تھا جب ساحر کو ہوش آیا تو اس نے وفا سے پوچھا۔

کیا میرے ساتھ شادی کرو گی ہم ابھی کورٹ میرج کر لیتے ہیں

وہ حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے گنگ تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا بند ہو گئے تھے اس نے روشن چہرے کے ساتھ ہاں میں سر ہلا دیا ساحر چپکے سے مسکرایا اور اس کا وہ آنسو جو اس کے گالوں پہ جم سا گیا تھا نرمی سے اپنے ہاتھوں پہ اٹھا لیا اور دونوں نئی منزل کی جانب پرواز کرنے لگے وفا کو یقین نہ آ رہا تھا کہ جو دو دن پہلے سوگ میں یہ سوچتی رہی تھی کہ کیسے ملیں گے آج ایک ہونے چلے تھے۔ وفا نے زوبی کو سب سمجھا دیا تھا کہ اگر کوئی اس سے وفا کا پوچھے تو وہ لاعلمی کا اظہار کر دے۔

وفا اور ساحر نئی زندگی میں قدم رکھ چکے تھے وفا نے گھر کال کی اور بتایا۔

اماں جان مجھے ڈھونڈنے کی کوشش مت کیجئے گا میں نے اپنی پسند کی شادی کر لی ہے ڈھونڈورا شہر میں پیٹا تو اپنی ہی بدنامی ہو گی اور فون بند کر دیا جواب سنے بغیر۔

ہائے میرے خدا یہ دن دیکھنے سے پہلے میں مر کیوں نہ گئی فون وفا کی مما کی جگہ روحیل نے اٹھایا اس نے یہ سب کو بتا کے چپ رہنے کا اشارہ کیا روحیل پریشان تایا تائی چاچا چچی بسمہ آپی حیران و پریشان اور ایک دوسرے سے لاتعلق لگ رہے تھے صدمہ جو اتنا بڑا تھا جب کر جائیں چچی وفا آپ کی اکلوتی بیٹی ہے آپ اس کے لیے دعا کریں یوں اکثر منہ سے نکالی گئیں باتیں پوری ہو جاتی ہیں

اگلے دن وفا کی اماں تو صدمے سے چور اگلے جہاں روانہ ہو گئیں تھیں وفا کے ابا خاموش شکستہ نڈھال لگ رہے تھے ضعیف العمر وقت سے پہلے لگ رہے تھے کسی نے وفا کو ڈھونڈنے کی کوشش نہ کی تھی اور ناں کسی نے کرنی تھی

آ ؤ کھو جائیں
ان نیندوں میں
باتوں میں۔
یادوں میں
راتوں میں
خوابوں میں
راحتوں میں
چاہتوں میں
محبتوں میں
آہٹوں میں۔
انتظار میں
وہ اب جو خواب ہونے ہیں ان لمحوں میں
کھو جائیں۔

وہ آنے کو تو کورٹ میرج کر کے ساحر کے ساتھ آ گئی تھی لیکن اسے شدید مشکلات کا سامنا پہلے دن سے ہی کرنا پڑا تھا اس نے سمجھا تھا کہ زندگی پھولوں کی سیج ہو گی یہ صرف اس کی بھول تھی

وہ جب پہلے دن وفا کو گھر لے کے آیا تھا ساحر کی ماں برتن دھو رہی تھیں ساحر کے ساتھ اجانی لڑکی کو دیکھا تو صدمے کے مارے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں ان کے خیال کے مطابق ان کا بیٹا انتہائی حد تک شریف تھا

ساحر یہ۔ یہ۔ لڑکی۔ کون ہے۔ تیرے ساتھ وہ اٹک اٹک کر بولی تھیں ان کی آواز گلے سے مارے حیرت کے نکل نہ رہی تھی۔

ماں ساحر نے ایک نظر وفا کی طرف ڈالی اور دوسری ماں کی جانب

یہ میری بیوی ہے میں اس سے شادی کر کے لایا ہوں

ان کی آنکھیں حیرت سے ابل پڑیں وہ عجیب خطرناک تیور لیے وفا کو دیکھنے لگی وفا کو ان نظروں سے خوف سا آیا تو ساحر کے پیچھے چھپ گئی

چلا جا اس لڑکی کو جہاں سے لایا ہے وہیں پر چھوڑ آ اس بدبخت کے لیے میرے گھر میں جگہ نہیں ہے وہ اشتعال انگیز لہجے میں چلائی یہ جانے بنا کہ ان کے بیٹا کا سراسر سارا قصور ہے

اماں میں اسے چھوڑنے کے لیے نہیں لایا کیونکہ یہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے

انکشافات پر انکشافات وہ نفرت سے منہ موڑ کر کھڑی ہوئی تھی۔

کب سے ہے بچہ۔۔۔ رخ موڑا سوال کیا تھا انہوں نے

اماں تین ماہ کا۔ وہ سر جھکا کر بولا گنہگار جو تھا اور وفا معصوم صورت لیے ان کی تیکھی گفتگو سنے جا رہی تھی

مطلب بچہ تین ماہ پہلے سے اس کی کوکھ میں ہے اور شادی آج نہ بابانہ مجھے میں نے جو کہا ہے وہ کرو وہ کرجدار آواز میں چلائی تھیں بادلوں کی گڑگڑاہٹ سے بھی زیادہ رعب و دبدبا ان کے لہجے میں عود کر آیا تھا وفا قدرے سہم گئی

مجھے یہ تو بتاؤ بچہ تین ماہ پہلے کا ہے اور شادی تو نے آج کی ہے جانے کس کے برے کاموں کی سزا تیرے سر ہے چھوڑ آ اسے وہ نخوت سے دھاڑی

اے لڑکی وہ اب وفا کے سامنے کھڑی تھی وفا کا دل پہلے ہی خوف سے لرز رہا تھا اگر ساحر اسے چھوڑ آیا نہیں تو وہ جانے گی کہاں چلی جا یہاں سے اس کی منگنی پہلے بچپن کی کر رکھی ہے میں نے اس کی منگیتر اور یہ ایک دوسرے پہ واری صدقے جاتے ہیں پتہ نہیں تو بلا بن کے کہاں سے ہمارے سروں پر حکومت کرنے چلی آئی جانے کس کا بچہ اٹھا لائی وہ

زبان سے فرعونیت بول رہی تھی چیخ چیخ کے سارے گھر کو سر پر اٹھا رکھا تھا آس پاس کے گھر کے رہائشی چھتوں پر چڑھ کے تماشہ دیکھنے لگی ساحر نے جونہی وفا کو بازو سے پکڑا اور کمرے میں لے آیا باہر صحن میں ساحر کی ماں بول بول کے نہیں تھک رہی تھی

چاہے جو بھی کہیں زمانے والے
ڈرتے نہیں دل لگانے والے
ہم مٹ جائیں گے مگر نہ کم ہوں گے
ہماری داستان سنانے والے
ہمیں خبر تھی اس محبت کی ہیں راہ محبت میں جھیلے آنے والے شب جیسی تاریک اجڑی تھی ہم ہی تھے اک ندا سے جلانے والے

ساحر کیا ہوگا اب مجھے بہت تمہاری ماں سے خطرہ ہے۔ ساحر تم نے ان کا رویہ دیکھا میرے ساتھ کیسا ہتک آمیز تھا وہ روہانسی لہجے میں گویا ہوئی ساحر خاموشی سے اسے دیکھے گیا

وفا اگر تمہیں سولی پر بھی وہ چڑھائیں تمہیں چڑھنا پڑے گا ان کی جلی کٹی باتیں ہی اب ہمارے نصیب میں ہے

ساحر لگتا تھا پہلے ہی مرحلے میں گویا ہار بیٹھا تھا وفا دم سادھے اسے سنے گئی اسے سچے لفظوں میں اپنی قدر معلوم ہو چکی تھی وہ صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی۔ اس نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ ماں باپ کو چھوڑ کے آئی تھی اب سب ٹھیک تھا وہ خود صحیح فیصلہ کرنا جانتی ہے یہ اس کی خام خیالی تھی اسی دوران حاجرہ بیگم ساحر کی ماں کمرے میں آ گئی۔ بڑی زور سے دروازہ کھولا اور بپھری شیرنی کی طرح اندر کمرے میں آئی وفا

جو ابھی اپنے سائس بھی بحال نہ کر پائی تھی قدرے چونک کر سنبھل بیٹھ گئی

اب آتے ہیں بیوی کے چونچلے شروع ہوگئے ہیں چل میرے ساتھ مجھے تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں حاجرہ بیگم جیسے ہی آندھی طوفان کی طرح آئی تھی ایسے ہی ساحر کو لیتے چلی گئی

وفا کو اب صحیح معنوں میں اپنے ماں باپ کی قدر کا اندازہ ہوا تھا مگر اب کافی دیر ہو چکی تھی اس پہلے دن سے لے کر آج تک وفا اسی کمرے میں قید تھی اگر وہ صحن میں نکلتی تو اس کی ساس اسے بڑے قدم منحوس کی بلاتا رہے بیٹھانے آتی تب ایسے فقرے سننے کو ملتے وہ بھی بھی تو چپ چاپ سہہ جاتی اور بھی بلکھتا سے شکایت کرتی تو چپ رہتا اس کی چپ میں بھی اک خاموشی تھی بڑی جان لیوا

اب تو اکثر ساحر بھی اس کے کمرے میں نہ آتا وفا پوچھتی تو امتحان پڑھنے کی ذمہ داری کا بہانہ کرتا وفا خاموش ہو جاتی وہ اگر ساحر کی ماں کے گھر میں تھی تو صرف ساحر کی وجہ سے

آج چار دن پورے ہو چکے تھے ساحر نہ آیا تھا اس کی ماں اور وہ کہیں رشتہ داروں کے گھر گئے تھے وفا کو یہ بتایا تھا حالانکہ ساحر کی ماما کی بہن سے اس کی منگنی تھی جوان کے گھر ہی متوقع تھی وفا نے کمرے سے نکل کر ارد گرد نظر دوڑائی صرف تین کمرے برآمدہ کچن چھوٹا صحن باتھ روم تھا وفا نے قدرت کی مخصوص قدرتی محسوس کی اس وقت کے چار بجے تھے وفا نے کئی دنوں سے ایک ہی سوٹ پہن رکھا تھا جواب گندا ہو چکا تھا کافی حد تک وفا نے لیمن رنگ کے جدید تراش خراش سے بنے سوٹ کو نکالا پہنا نہ کھلے بال سلجھانے بالوں وھلا چھوڑا بار یک دوپٹے سے بالوں کی قطار سانپ کے پھن کی طرح ادھر ادھر جھوم رہی

تھی گھٹا ئیں میں وفا نے ہاتھ منہ دھویا ہی تھا کہ چاند کی طرح چہرہ نور میں نہایا ہوا اس حد تک سندر لگ رہی تھی کہ سورج بھی چھپ جائے اسے آج اپنا من اداس لگ رہا تھا انتہائی دلگرفتہ حساس سی وفا اپنی بربادی سے بے خبر چپ چاپ ساحر کے خیالوں میں تھی اسی اثنا میں گھر کا بڑا دروازہ جو کہ حاجرہ بیگم اندر سے تالا لگا کے گئی تھیں کھلا وفا اپنے دھیان سے چونکی اور حاجرہ بیگم کی تیز وتند نظروں سے فورا اپنے کمرے میں گھس آئی اس نے بیڈ پر بیٹھ کر بالوں کی چٹیا بنانا شروع کر دی اگر حاجرہ اس طرح اس کے کھلے بال دیکھتی تو انہوں نے ہزار باتیں سنانی تھیں اسی دوران ساحر اندر آیا وہ اپنے کام میں مگن تھی ساحر آیا اس نے قدموں میں بیٹھا وہ چونکی اور ساحر کو اوپر اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا جسے ساحر نے نظر انداز کر دیا وفا کے چہرے کو جی بھر کے دیکھا اور روتا رہا وفا حیران تھی اس کے اس انداز پر اور اس کے قدموں کو ہاتھ لگانے۔

کیا ہوا ہے ساحر آپ رو کیوں رہے ہیں

وفا نے جلدی سے پاؤں سمیٹ لیے اور ساحر سے پوچھا

مجھے معاف کر دینا جان۔

اس کے ساتھ ہی ساحر اٹھا اس کی پیشانی کو چوما اور تیز رفتاری سے وفا کو کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر باہر چلا گیا وفا ششدر اس کے انداز پر حیران تھی وہ ششدر سی دروازے کے ہلتے پردے کو دیکھے جا رہی تھی کہ حاجراں بیگم اندر آئی

اے چھوری چل باہر پنچایت آئی ہے تیرا فیصلہ کرنے میں نے ہی یہ بلوائی ہے پنچاینت تیرا اور تجھے سننے والا باپ بھی آیا ہے تو بھی آ جانے کیا کیا گھول کے میرے بیٹے کو پلائی رہتی ہے نصیب سڑی

انہوں نے رعب و دبدبا سے کہا اور نخوت سے سر جھٹک کے چلی گئی وفا کے اوپر ساتوں آسمان گرے تھے اعتبار روئی کی دھجیوں کی طرح ختم ہوا تھا وہ پتھر بنے جسم و جان کے ساتھ بیٹھی رہی پھر اس میں بجلی کی سی لہر دوڑی وہ اٹھی اور باہر نکلی باہر کافی سارا ہجوم اکٹھا تھا جونہی اس کے باپ کی وفا پر نظر پڑی تو وہ اٹھا اور محبت سے دیوانہ وار وفا کی طرف بڑھا تھا اور وفا کو سینے سے لگالیا وفا ذرا نہ روئی اس کے آنسو ختم ہو چکے تھے اس نے اپنے سارے ہجوم میں سے اس بے وفا کو دیکھا جو ہر قسم کے دعوے کرتا تھا اس کے ساتھ رہنے کے خواب بننے کے اسے پانے کے ساحر کی نگاہیں زمین پر گڑھی تھی جیسے وہ زمین سے اپنی کوئی گم شدہ چیز ڈھونڈ رہا ہو وفا کی طرف دیکھنے سے ساحر نے گریز کیا

ساحر کے ساتھ ہی اس کے پہلو میں ایک لڑکی بھی تھی بجی سنوری ہوئی جسے ساحر کی ماں اس کی بیوی کہہ رہی تھی یہ سب سنا یا وفا کو جا رہا تھا جبکہ ساحر کی ماں تیکھی نظروں سے وفا کو بھی گھور رہی تھی بسمہ آپی بھی آئی تھیں ساتھ روحیل اس کے کزن وہ بھی دانستہ وفا کی طرف دیکھنے سے بے نیازی برت رہے تھے ابا زار و قطار اب رو رہے تھے اس سے گھر چھوڑنے کے گلے شکوے کر رہے تھے اسے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا اسے صرف ساحر اور اس کی نئی نویلی دلہن دکھائی دے رہی تھی معافی تو وہ وفا سے کیسے مانگ گیا تھا جبکہ وفا نے دل میں تہیہ کرلیا تھا کہ اسے قیامت بھی معاف نہ کرے گی ابا نے اپنا صافہ ان دیکھی گرد سے جھاڑا اور دوبارہ کندھے پر پھیلا لیا اور جا کے پنچائت میں بیٹھ گئے ۔

وفا ادھر آؤ ۔ ۔ اتنی اپنائیت بھری آواز ولہجہ بسمہ آپی کا اس کے اپنے پیارے وفا مردہ قدموں سے چلتی وہاں تک جہاں پر چار پانچ چار پائیوں پر ساحر کی ماں نے کافی لوگ اکٹھے کر رکھے تھے تماشہ بہن وفا نے دل میں کہا اور اپنی آنکھوں کو ساحر پر نکادیا ساحر نے تو آنکھیں ماتھے پر رکھ لی تھیں ساحر وہ ساحر کے عین سر پر جا کے پہنچی

اے لڑکی پیچھے ہٹ اپنی پرچھائیاں میرے بہو پر نہ ڈالو وہ نفرت سے پھنکاری تھی

وفا ادھر ہی کھڑی رہی اور پنچایت میں آئے لوگوں سے کہنے لگی

آپ لوگ جا سکتے ہو میں اپنا معاملہ خود ختم کرلوں گی

وفا قدرے درشتی سے بولی چٹانوں کی سی سختی اس کے لہجے میں در آئی

لڑکی ہم بڑے ہیں اسی لیے آئے ہیں تم حوصلہ رکھو ایک بڑے بزرگ نے کہا

حوصلہ ہی تو نہیں ہے اس میں حاجرہ بیگم نے کہا تھا

آپ چپ رہیے مجھے اپنا کام خود کرنا ہے جب آپ لوگوں نے طلاق ہی دینی ہے تو دے دیں انتظار کس بات کا ہے ہاں وہ سانس لینے کو رکی جس طرح آپ کے بیٹے نے جان بوجھ کر میرے ساتھ کیا وہ نا قابل معافی ہے آپ نے کیا بیٹے کو یہ سکھایا تھا کہ محبت کے نام پر معصوم لڑکیوں کی عزتوں سے کھیلتا ہو بہ آپ جیسی مائیں اپنی انا کے زعم میں بچوں کی تربیت پر دھیان نہیں دیتی اور بس چیختی چنگھاڑتی رہتی ہیں

وفا نے قدرے چبا چبا کے کہا اور پھر ساحر کی جانب مڑی وفا کی آنکھوں میں محبت کے دیپ جلے تھے ۔

ساحر تم نے مجھ سے کہا ہوتا میں خود تمہارا ساتھ چھوڑ دیتی میرا تماشہ لگانے کی کیا ضرورت تھی وہ استہزائیہ ہنسی اس کی آنکھوں میں نمی تھی

آواز میں شکستگی اور چال میں لڑکھڑاہٹ وہ لڑکھڑاتی چلتی ہوئی قدموں سے کمرے کے اندر چلی گئی حاضری محفل کو گویا سانپ سونگھ گیا کسی میں دوسری بات کرنے کی ہمت نہ تھی سب کو شاید جواب مل گیا تھا سب آہستہ آہستہ اٹھ کے چلے گئے

روحیل وفا کے ابا بسمہ آپی ساحر اس کی نئی نویلی اور حاجرہ بیگم صحن میں رہ گئے تھے وفا کمرے سے نکلی اور گیٹ کی جانب قدم بڑھا دیئے چھوٹے سے بیگ میں اپنے سارے کپڑے رکھے وہ گیٹ عبور کرنے ہی لگی تھی کہ ابا کی خفیف آواز سنائی دی

وفا بیٹا چلو گھر۔۔ وہ گیٹ سے باہر آکے رکشے کو رکوا کے بولی

ابا جان کس منہ سے جاؤں۔۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی رونے لگی۔

نہ بیٹا نہ میں ابھی زندہ ہوں رونا نہیں غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے اولاد جیسی بھی ہو ماں باپ دھتکارتے نہیں بیٹنے سے لگاتے ہیں میں ابھی مرا نہیں میرے بازوؤں میں دم خم ہے ابھی تیرے لیے کچھ نہ کچھ کما سکتا ہوں ابا شکستہ اور نڈھال سے لگ رہے تھے

ہاں وفا چاچا جان صحیح کہہ رہے ہیں گھر چلو بسمہ آپی نے بھی تائید کی وفا چپ چاپ اپنے باپ کے گھر پھر جانے کے لیے تیار تھی

دن رات تجھے یاد کرنا ہے
خود کو یوں برباد کرنا ہے
جس میں بسے ہوں تمہارے مناظر
اک ایسا جہاں آباد کرنا ہے
بے نغمہ رگ وجاں پر جو محرک
اسے اب آزاد کرنا ہے
وہ شخص ہمارا تھا ہی کب
اس نے کسی اور سے اب پیار کرنا ہے
راہ الفت دشت تنہائی میں
ہم نے خود کو آباد کرنا ہے
عروج کی میں بیا نہیں ثناء
تم سے یہ بس اظہار کرنا ہے

وہ کب سے اپنی پرانے کمرے میں ایک ہی پوزیشن پر بیٹھی تھی بسمہ آپی اس کے لیے چائے لائی تھی ساتھ روحیل بھی تھا وہ سر جھکائے اسی مہرون سوٹ میں بیٹھی تھی روحیل نے کمرے میں آنے سے وفا کو ذرا بھی فرق نہ پڑا روحیل نے گلا کھنکھار کے صاف کیا

وفا تم چاہو تو میرے ساتھ اپنی باقی ماندہ زندگی بسر کر سکتی ہو جو کچھ پہلے ہوا ہے اسے بھول جاؤ وفا میں تم سے محبت کرتا ہوں خاموش محبت

وفا ذرا بھی نہ ہلی ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی رہی

تم سوچ لو وفا کوئی جلدی نہیں روحیل یہ کہتے ہی اٹھ کھڑے ہونے جانے کے لیے

وفا کا ذہن منتشر تھا وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے دور تھی اسے ساحر کی بے رخی یاد آ آ کے تڑپا رہی تھی اسے اپنی پہلی ملاقات سے لے کے اب تک ساری وفائیں یاد آ رہی تھیں اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی ماں اس کے گھر سے بھاگنے کے بعد دوسرے دن وفات پا گئی تھی اس کے ساتھ اگر اس سے بھی زیادہ برا ہوتا تو اس کا اپنا مقدر تھا وہ جو مقدر بنانے کے چکر میں گئی تھی آج تہی داماں تہی دست رہ گئی تھی چائے کب کی بڑی ٹھنڈی ہو چکی تھی اسے کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ ہاتھ بازو پاؤں دھڑ صحیح سلامت ہونے کے باوجود وہ خود کو اپاہج محسوس کر رہی تھی وہ رونے لگی اتنی شدت سے کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئی

رات ہو چکی تھی پرندے اپنے اپنے آشیانوں تک پہنچ گئے تھے سارے گھر میں خاموشی کا راج تھا۔ بسمہ آپی نے اسے سلانے کی کوشش

کی تھی لیکن وہ خود سوگئی تھیں وفا نے ساری رات روتے روتے گزار دی تھی صبح کے تین بجے تھے وفا دھیرے سے اٹھی کچن میں گئی کالی تلاش کے بعد اسے اس کی مطلوبہ چیز مل چکی تھی اس نے تاروں بھرے سیاہ آسمان کو دیکھا تھا ساری رات رونے کے باعث آنکھیں اس کی سوچ چکی تھیں پپوٹے سوج چکے تھے وفا دھیرے دھیرے چلتی ہوئی کمرے میں آئی بسمہ آپی بڑی میٹھی نیند سو رہی تھی وفا نے موبائل سے ساحر کا نمبر سکرین پر لایا اسے کال ملائی

ساحر ہیلو ہیلو کہتا رہ گیا لیکن وفا نہ بولی وفا نے تو صرف ساحر کی آواز سنی تھی وفا نے رابطہ منقطع کر دیا اور سم نکال کر توڑ دی موبائل میز پر رکھا اور بالکل سیدھی کرسی پر بیٹھی اس نے دوپٹے کو ہاتھوں کی نس پر چھری چلائی ہوئی تھی ... جتنی اسے محبت میں ہوئی تھی سرخ تازہ تازہ لہو تیزی سے نیچے قالین پر بکھر رہا تھا۔ وہ اب بالکل تین چار جھٹکوں کے بعد ساکن ہوئی اس کی آنکھیں کھلی تھیں شاید ساحر کے انتظار میں اس کے لمبے بالوں کی چوٹی سے بال ادھر ادھر بکھرے تھے دوپٹہ دونوں کندھوں سے سینے تک پھیلا ہوا تھا چاند چہرہ اب بھی جگمگا رہا تھا شاید اس وجہ سے جو نومولود دنیا میں آئے بغیر چلا گیا تھا یا اس وجہ سے کہ محبت میں وہ سرخرو ہوئی تھی چہرے پر سکون ہی سکون محبت میں فاتح جو کہلائی تھی شاید اس کی وجہ سے

صبح سات بجے گھر میں ایک کہرام مچا تھا تایا تائی وفا کے ابا روحیل بسمہ آپی سب بت بنے کھڑے تھے اور دور سے ہی اندازہ ہو گیا تھا انہیں کہ وفا مر چکی ہے وہ اس کی خاطر بھی نہ جی سکی جس کی خاطر اس نے اپنے ماں باپ کا دل دکھایا تھا اپنے بچے کو بھی بے رحم دنیا سے دور لے گئی تھی وہ دنیا جو ازل سے محبت کرنے والوں کی دشمن ہے ہم لوگ محبت تو کرتے ہیں لیکن شاید ظالم معاشرے کے ظالم لوگوں کا تصور نہیں کرتے جو ازل سے دو دلوں کے ملنے میں رکاوٹ ہیں وہ اکیلا ہی تھا میری بربادی کا سبب میں سارے جہاں کو کوستا رہا۔

وفا کا چہرہ بالکل روشن تھا روحیل آگے بڑھے ہاتھ رکھ کے وفا کی آنکھوں کو بند کیا وفا کو اٹھایا اور بیڈ پر لٹا کے اوپر سفید چادر گرا دی روحیل اس کے روشن چہرے کو دیکھنے لگے جس پر نور ہی نور تھا اور ہاں وفا کے بال نیچے زمین پر گرے تھے حالانکہ وفا انہیں بڑا سنبھال کے رکھتی تھی روحیل نے بالوں کو قیمتی متاع کی طرح اٹھا کے اس کے سینے پر رکھے وفا کے قد سے لمبے تو اس کے بال تھے اس سے بال ٹھیک نہ ہوتے انہوں نے چادر اوڑھی اور روتے ہوئے وہاں سے نکلے کیونکہ روحیل وفا کے منگیتر نے بھی اسے ٹوٹ کے چاہا تھا محبت ایک افسانہ ہے جو میں نے اب سنانا ہے یہ جیون آپ کا محبت کا کنارہ ہے بلا کی تیز موجوں میں یہ ایک محکم سہارا ہے محبت پھول کی خوشبو

محبت چاند کا ہے نور
محبت نام چاہت ہے
محبت بھیگی آنکھوں میں
یہ دریاؤں کی لہروں میں
محبت خشک ہونٹوں پر
محبت چھپنے ہاتھوں پر
محبت چڑھتے سورج میں
محبت ڈھلتی شاموں میں
محبت گرتی بوندوں میں
محبت کھلتی کلیوں میں
محبت اڑتے جگنو میں

تو ہے تتلی کے رنگوں میں
محبت پھول کی خوشبو
یہ اک دلکش نظارا ہے
فلک پہ جا بجا بکھرے
سبھی روشن ستاروں میں
محبت زندگی کا نام
محبت بندگی کا نام
محبت بہتا پانی ہے
تیری میری کہانی ہے
محبت پھول کی پتیاں
محبت ریت کا گھر ہے
یہ ہے تیرے خیالوں سے
محبت ایک افسانہ ہے
جو میں نے اب سنانا ہے

جواب عرض قارئین کرام آپ کو وفا کی وفا کیسی لگی مجھے اچھی لگی میں نے اس کہانی کو روتے ہوئے ہنستے ہوئے غمی سے خوشی سے اداس ہوتے ہوئے بے پناہ خوش ہوئے لکھی ہے میرے زیادہ تاثرات دکھی رہے مجھے رونا بھی بہت آیا آنسوؤں کی صورت میں رونا آیا دل میں اندر ہی اندر یہ وفا کی وفا کہانی تھی محبت کی اس لڑکی کی جس نے محبت کو خلوص کے ساتھ نبھایا یہ دیکھے بنا کہ جس کے ساتھ وہ خلوص برت رہی ہے کیا وہ بھی خلوص کے قابل تھا مجھے ضرور بتایئے گا آپ کی آرا کی منتظر۔

دوست یاد آئیں گے

جب یاد کا آنگن کھولوں گی
میں گزرے دنوں کو سوچوں گی
کچھ دوست بہت یاد آئیں گے
اب جانے کس گھڑی میں وہ
سوئے پڑے ہیں مدت سے
میں رات گئے تک جاگوں گی
کچھ دوست بہت یاد آئیں گے
کچھ باتیں تھیں پھولوں جیسی
کچھ خوشبو جیسے لہجے تھے
میں جب بھی چمن میں ٹہلوں گی
کچھ دوست بہت یاد آئیں گے
وہ پل بھر کی ناراضگی اور
مان بھی جانا پل بھر میں
میں خود سے جب بھی روٹھوں گی
کچھ دوست بہت یاد آئیں گے
☆ ——————— ہانیہ۔ملتان

میری پسند

موسموں کی عجیب سازش میں
گھر بھی جلتا ہے تیز بارش میں
جانے کیا کیا سوال پوچھیں گے
آج وہ زخم دل کی پرسش میں
فکر پرواز کرتی رہتی ہے
چشم و لب کی ہزار بندش میں
ہم نے کیا کیا عذاب جھیلے ہیں
اف اک زندگی کی خواہش میں
رنگ تعبیر ڈھل گیا سارا
خواب دیکھے تھے پچھلی بارش میں
کتنی صدیوں کا درد ہے پنہاں
ایک لمحہ خوشی کی کاوش میں
ہم نے خود کو بھلا دیا نزہت
ایک اسے بھولنے کی کوشش میں

عزیز گھر سے جو میت میری اٹھا کے چلے
اشارے غیر سے اس دشمن وفا کے چلے
دکھا کے میرے جنازے کو مسکرا کے کہا
بتوں نے بات نہ پوچھی تو اب خدا کے چلے

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا
☆ ——————— نزہت عباس۔ انیلہ غزل

محبت کے عجیب منظر

تحریر۔ دین محمد بلوچ۔ بولان۔ 0300.3837836

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج آج صبح نیند سے بیدار ہوتے ہی آسمان پر نگاہ مطمئن ہوا تو موسم وادی کشمیر کے جیسے نظارہ پیش کر رہا تھا بستر سے اٹھ کر غسل کیا پھر ناشتہ کیا آج چھٹی کا دن بیکار گھر میں بیٹھے گزارنے سے بہتر ہے گھر سے نکل کر موسم کی دنیا میں کھو کیوں نہ جاؤں یہ تصور کرتے گھر سے نکلا اردگرد خوشگوار ماحول لطف اندوز مناظر میں اکیسے پن میں چل نکلا تو اچانک ماضی کی تلخیوں کی طرف جا بسا اور کسی کی یاد آئی جیسے کہ میرے لیے تو بہار کا موسم عذاب کا موسم بن گیا ہو کاش ایسے منظر میں وہ میرے ساتھ ہوتی تو یہ موسم موسموں کا بادشاہ ہوتا اب تو تنہائی محسوس ہو رہا ہے کہ خزاں کے موسم میں بے جان سوکھے پتے کی طرح ہواؤں میں اڑان ہوں یہ یادوں کی دنیا بھی عجیب دنیا ہے اس دنیا کی عجیب کہانی میں آپ دوستوں کو زبانی زیر نظر کر رہا ہوں میرا نام دین محمد ہے اور میں بلوچستان کے شہر ڈھاڈر کا رہائش پذیر ہوں یہ 2010 کی صبح کا نسیم سحر کے وقت کا ایک پل جو کہ پھولوں پر شبنم کے موتی درختوں پر پرندوں کی چہچہاہٹ خوبصورت وادیاں بہتے ہوئے چشمے چاروں طرف پہاڑ ہی پہاڑ اور سفید ریشمی جیسے برف سے ڈھانپے ہوئے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے موسم بہار کی روانی و آمد میں سارے نظارے جھوم اور ناچ رہے ہوں اسی دن بجے وقت سے ڈھاڈر کی طرف کسی کام کی نسبت سے جانا پڑا میں گھر سے تیار ہو کر ویگن اسٹاپ کی جانب روانہ ہوا جو ہم سے بیس منٹ کے فاصلہ پر ہے پیدل ہی چل پڑا اس وقت بوندا باندی بھی چل رہی تھی ویگن اسٹاپ پر پہنچتے ہی ویگن تیار کھڑی تھی میں ویگن میں سوار ہونے والا تھا کہ سامنے ایک بک اسٹال پر جواب عرض پر نگاہ پڑی جلدی سے جا کر بک اسٹال سے جواب عرض رسالہ خرید لیا ویگن میں مجھے لیڈیز سیٹ سے آگے والی سیٹ میں جگہ مل گئی جواب عرض اس لیے لیا دوران سفر میں بوریت نہ ہو میں

اسی اثنا میں ویگن روانہ ہوئی اور میں سنبھل
کر بیٹھ گیا جیسے انسانی فطرت کے مطابق نگاہیں
ادھر ادھر پھیرتا تو میں نے بھی ایسے ہی پلک جھلک
میں نگاہ ویگن کے اندر پھریں تو مجھے لیڈیز کے سیٹ
پر ایک لڑکی خوبصورتی کا پیکر پری کی سی خوبصورت
اس کی آنکھیں آسمان پر جیسے ستاروں کی مثال لیے
ہوئے نظر آئی جسے اس کو دیکھا مجھ میں ایک قسم کی
ہلچل سی سما گئی ہزاروں سوچوں میں گامزن ہو گیا کہ
حسن کی دیویاں ہیں حسن آج بھی برقرار ہے جیسے
بقول ایک شاعر کے

اک حسینہ کی نگاہوں کا نشانہ بن گیا
کوئی پردیسی دیوانہ بن گیا۔

کاش کہ مجھ سے اس لڑکی کا رابطہ ہو جائے
اور میری زندگی کے سفر کا ایک جیون ساتھی دکھ درد
میں ہمدرد ہو آنسوؤں کو پونچھنے والا ہو اور میرے ہر
قدم پر ساتھ رہنے والا ہو پیار بھری باتیں وغیرہ
وغیرہ ان خیالوں سے نکلنے کے لیے یہ سوچ کر کہ
ہماری قسمت ایسی کہاں یہ تصور کر کے جلدی سے
جیب میں ہاتھ ڈلا موبائل نکال کر ہینڈ فری کے
ذریعے گانا سننے لگا لیکن کیا کروں دل کے ہاتھوں
مجبور بے چینی سے اور آنکھیں بیقرار اس لڑکی کی
کشش بار بار مجھے اپنی طرف متوجہ کئے جارہی تھی
کہ میری آنکھیں پھر سے اس کی طرف اٹھ گئیں تو
کیا دیکھا وہ پری سی لڑکی مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی
جب میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا تو یقین
جانو وہ ایک حسین اور قدرت کی شاہکار ریشمی لمبے
لمبے کالی گھٹا سیاہ زلفیں اس کے لاجواب ہونٹ وہ
اپنی مثال آپ تھی ویگن کا سفر بھی رواں دواں
ہوتے ہوئے بولان کی حسین وادیوں میں داخل
ہوا وادی بولان قدرت کا ایک خوبصورت تخلیق
ہے کہ جہاں پر ہر سو پہاڑ اور پہاڑوں سے بہتے
ہوئے چشمے اور چشموں میں چھوٹی چھوٹی ننھی منی
مچھلیاں بالکل پانی میں عیاں واضح دکھائی دے
رہی ہوتی ہیں اور پہاڑی پھول پودے جڑی
بوٹیاں اور بھی لوگوں کو اپنی طرف کھنچاؤ کرتا ہے
دور دراز علاقوں سے لوگ یہاں سیر و تفریح کے
لیے آتے ہیں اور سڑک چڑائی پر بنی ہوئی پہاڑوں
کے درمیان ہوتے ہوئے کراس کرتی تو گاڑیوں
میں بیٹھے مسافر بہت انجوائے کرتے ہیں بولان
کے ہر طرف دلکش نظارے اس کے ناز و انداز میں
سمائے ہوئے ہوں اسی دوران ویگن میں سارے
مسافر نیند کے آغوش میں لوریاں لینے لگے ایسے
موقع میں کچھ اس لڑکی سے بات کروں مجھ سے
پہلے اس لڑکی نے اپنے نازک ہاتھوں سے انگوٹھی
نکال کر میری طرف اچھال دی میں نے وہ انگوٹھی
اٹھا کر چوم لی اور اپنے پاس رکھ لی میں دل میں
بہت خوش ہوا مجھے میرا ساتھی ہمراز دکھ درد کا ساتھی
مل گیا دل خوشی سے سمانہیں رہا تھا کیسے بیان کروں
وہ لمحہ یکساں لمحہ تھا جب اس نے مجھے انگوٹھی دے کر
اپنی محبت کا اظہار مجھ سے کیا یقیناً یہی محبت ہے
وقت کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا اور نہ کوئی اور بات
اچھی لگ رہی تھی شاید یہی محبت ہے یہی دل لگی ہے
اس کی ایک مسکراہٹ پر مرمٹنے لگا یہی محبت کی دنیا
ہے جہاں کئی عاشق جان نچھاور کر چکے ہیں آج یہ
مجبور شخص داخل ہوا ہے بہت ہی دلفریت میری
زندگی کا لمحہ ہے ایسا کبھی زندگی میں نہیں جیسا کہ اس
بار مجھ سے ہوا خیر کیا بیان کروں خوشی سے سماں نہیں
پارہا تھا کیونکہ مجھے تو شاید اپنی منزل ملنے والی ہے
کہ حسن کی دیوی لڑکی نے مجھ سے میرا فون نمبر مانگا
تو میں نے اس کو اپنا نمبر دے دیا سفر کے ساتھ
ساتھ ویگن بھی اپنی سفر کی طرف جارہی تھی

راستوں کو پیچھے کرتی ہوئی چل رہی تھی جیسے جیسے اپنی منزل قریب ہوتی جارہی تھی ویسے ویسے دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ کاش ویگن کا سفر ختم نہ ہو بلکہ ساری عمر یوں ہی ویگن چلتی رہے جیسے منزل نزدیک ویسے ہی دل کی دھڑکنیں بھی تیز تر ہوتی جارہی تھیں تو میں نے اس محبوب لڑکی سے پوچھا کہ آپ کے پاس موبائل ہے تو اس نے جواب میں کہہ دیا میرے پاس تو موبائل نہیں ہے البتہ گھر جا کر کسی نہ کسی سہیلی سے موبائل لے کر آپ سے رابطہ ضرور کروں گی میں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ کی فون کا بے چینی سے انتظار رہے گا اس لڑکی نے کہا میں آپ کو نہیں بھول سکتی دل ہی دل میں خیال آیا اسے کیا تحفہ دوں اس وقت میرے پاس جواب عرض کے سوا اور کچھ نہیں تھا میں نے رسالہ اس کو جواب عرض تحفے کے طور پر دے دیا جواب عرض دے کر اس سے نام پوچھنے لگا تو اس نے جواب دیا کہ میں اپنے بارے میں آپ کو سب کچھ فون پر بتا دوں گی گاڑی بھی آہستہ آہستہ مجھے جہاں جانا تھا اس شہر کے قریب ہوتا جارہا تھا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں پل بھر کا محبت پھر جدائی کا صدمہ اس لڑکی کے ساتھ ہوں تو ہر منظر جنت کا نظارہ اس سے دوری کا منظر جہنم کا اشارہ جیسے لگ رہا ہو اتنی جلدی یہ وقت گزر رہا ہے کہ پتہ ہی نہیں چل رہا کاش یہ وقت یہاں پر ہی تھم جائے اور ہم دونوں ساتھ ساتھ ہوں اب یہ سمجھ نہیں آرہا میں اس لڑکی کے ساتھ چلا جاؤں یا پھر اپنی منزل جس کے لیے میں نکلا جہاں پر کسی ضروری کام کے لیے جارہا تھا تھوڑی دیر بعد گاڑی اپنے علاقے میں پہنچنے والی تھی تین گھنٹے کا سفر اتنا جلدی گزر جائے گا یقین نہیں ہو رہا خیر منزل پر تو جانا ہی ہے آخر ویگن کا سفر تو مکمل ہونا ہی ہے اتنے میں ویگن شہر میں داخل ہوا تو میں نے اس لڑکی سے پھر کہا گھر

جا کر مجھے فون ضرور کرنا ویگن وجہاں پر پہنچی جہاں پر مجھے اترنا ہے گاڑی آکر میری منزل پر رک گیا میں وین سے اتر کر باہر کی جانب نظارہ کر کے دیکھا تو اس پری سی لڑکی کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو شبنم کی مانند ٹپک رہی تھی میں نے اس کو الوداع کر کے روانہ ہوا اور مجھے یہاں پر ایک غزل یاد آئی جواب دوستوں کی نظر کر رہا ہوں۔

ان آنکھوں سے رواں رات برسات ہوگی
اگر زندگی صرف جذبات ہوگی
مسافر ہو تم مسافر ہیں ہم بھی
کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی
صداؤں کو الفاظ ملنے نہ پائیں
نہ بادل گرجیں گے نہ برسات ہوگی
چراغوں کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا
بڑی دور تک رات ہی رات ہوگی
ازل سے ابد تک سفر ہی سفر ہے
کہیں صبح ہوگی کہیں رات ہوگی

پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ آخری بار بھی وین کے شیشے سے اپنا ہاتھ نکال کر مجھ کو اپنی نازک ہاتھوں سے بائے بائے کر کے الوداع ہو پڑی اور میں بھی کوئی خوش نہیں تھا آنسوؤں سے آنکھیں بھیگ گئیں دل و جان میں سانس نہ ہو جیسے بالکل ایک بت کی طرح آگے کی طرف روانہ ہوتا رہا جہاں مجھے کام کے لیے جانا تھا کام مکمل کر کے میں واپس کوئٹہ کے لیے روانہ ہوا لیکن میری زندگی اس کے بغیر ویران بن گئی دل میں ہزاروں خیال جنم لینے لگے وہ رابطہ کرے گی بھی یا نہیں بس یہی خیال کہ کاش وہ میرے ساتھ ہو بس اور کچھ بھی نہ ہو سارے راستے میں اس کی یادوں میں گم سم جیسے منزل سالوں کی بن گئی ہو وقت گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا ہو پہلے تین گھنٹے کا سفر پلک جھپکنے میں گزر گیا اب وہی تین گھنٹے سالوں کے مثال بن گئے یہ تین گھنٹے

کانوں پر گزار کر اپنی منزل تک اپنے بستر پر لیٹ گیا اس کے فون کے انتظار میں دن ہفتے مہینے سال تک گزر گئے لیکن اس کا فون آج تک نہیں آیا پل بھر کی محبت دے کر اس نے یادوں کا انبار میرے کاندھوں پر سوار کر دیا کہ اس کو اب اٹھا بھی نہیں سکتا اپنی زندگی ویران کھنڈر کی طرح لگنے لگی ہے اس پری سی لڑکی نے تو میری آنکھوں میں بہتے ہوئے خاموش آنسو دے گئی جو دکھ کی لہر لے کر دامن کو بھگو دیتے ہیں تنہائی کا بستر اور ساتھ میں خوف کی نیند پھر بھی وہی منظر سدا آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کیسے اس کو بتاؤں کہ تجھ بن میری زندگی ادھوری ہے غموں کے سائے ہر سو مجھ پر راج کرتے ہیں چھاؤں تو میسر نہیں صحرا کی ریت کے مانند بن گیا اجڑے شجر کی طرح ہوں جہاں پر کوئی پرندہ بھی نہیں آتا کاش گزرا وقت پھر سے لوٹ آئے اب تو اسی آس پر زندگی کٹ رہی ہے کہ وہ آج فون کرے گی کل فون کرے گی اس کا انتظار کرتے کرتے چار پانچ سال بیت گئے لیکن اب تک رابطہ نہیں کیا آخر کیوں کیا وجہ ہے سامنے مل جائے تو اس کو بتا دوں کہ تجھ بن میری زندگی کیسے گزر رہی ہے اب کیسے زندہ ہوں معلوم نہیں بس اس طرح کہہ سکتا ہوں خالی بت یہاں موجود ہیں اور روح کہیں اور تیری پیاس ہے اب کہ زندگی کو صرف اور صرف تیری آس ہے آجاؤ کہ کہیں تیرا مجنوں یہ دنیا چھوڑ کر نہ جائے آؤ اپنی محبت میں مجھ کو بسا لو اپنی بانہوں میں مجھ کو سمالو مجھے اپنا لو بہاریں گزر گئی ہیں اسوقت سے لے کر خزاؤں کا موسم جاتا نہیں زندگی کا ہر لمحہ تجھ بن بیکار ہے شمع جل چکی ہے روشنی کون دے گا اندھیرے میری زندگی کا ہر پل تیری یادوں کے سوا کوئی شام نہیں تنہائی کے سوا کچھ نہیں ہے جدائی کی راہ ہے یادوں کی راہ میں ماضی کی تلاش ہے میں مسافر ہی سہی رات کی خاموشی کا تم سحر ہو تو صدا کیوں نہیں دیتے مجھ کو بس اتنی سی تجھ سے التجا ہے اگر کہیں بھی کسی بھی موڑ پر اگر میری تحریر تجھ کو پڑھنے کو ملے تو پڑھ لینا کہ میری زندگی اب تجھ بن کیسے گزر رہی ہے تو غور ضرور کرنا۔ اس کے باوجود بھی تم رابطہ نہ کرو تو سمجھ جاؤں گا کہ تیری دوستی صرف اور صرف وقت گزاری کی تھی آخر میں قارئین کرام سے یہ گزارش ہے کہ ٹوٹے پھوٹے الفاظوں سے مل جل کر کہانی جو کہ آپ کے زیر نظر ہے اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے میں اس لڑکی کو مجبور سمجھوں یا مغرور سمجھوں یا پھر وہ صرف اور صرف مجھ سے ٹائم پاس کے لیے دوستی رکھی تھی حالانکہ اس نے مجھ سے میرا رابطہ نمبر بھی لیا پھر بھی رابطہ نہ کیا اب قصوروار کون ہے آپ قارئین کرام کے جواب کا منتظر ہوں آخر میں اس شعر کے ساتھ اجازت۔

جی تو چاہتا ہے تجھے چیر کے رکھ دوں اے دل
نہ وہ رہے تجھ میں اور نہ رہے مجھ میں

رسوائیاں

پھر ان کی اداؤں کا طلبگار بہت تھا
کچھ اپنے آنسوؤں سے مجھے پیار بہت تھا
سوچا تھا پا لوں گا اسے ایک نہ ایک دن
پہلے سے محبت پہ اعتبار بہت تھا
منزل کیسے نصیب ہو تیرے پیار کی
راستہ جو تیرے گھر کا پراسرار بہت تھا
اس نے کچھ اس انداز میں اظہار کیا تھا
اقرار کم اقرار میں انکار بہت تھا
فراز کو فقط پیار میں رسوائیاں ملیں
شاید کہ محبت کا گنہگار بہت تھا

☆ ———— محمد قاسم بلوچ۔سندھ

نام: رئیس ساجد کاوش
عمر: 17 سال
مشغلے: دوستی کرنا اور اس کو نبھانا
پتہ: رئیس برادرس سروس سٹیشن، خان بیلہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان
نام: ایمل خان
عمر:
مشغلے: دوست بنانا
پتہ: معرفت دلی چینٹ سٹور، کلابٹ، ضلع صوابی
نام: وسیم سجاد مجروح
عمر: 17 سال
مشغلے: شعر و شاعری کرنا
پتہ: اڈا شریف آباد، احمد پور سیال، ضلع جھنگ
نام: رئیس ارشد
عمر: 21 سال
مشغلے: صرف اچھے دوست تلاش کرنا، SMS کرنا
پتہ: رئیس برادرز سروس سٹیشن، خان بیلہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان
نام: محمد یمین نذر
عمر: 25 سال
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ اسلام پورہ جب، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی
نام: ایم خالد محمود سانول
عمر: 23 سال
مشغلے: دکھی میوزک سننا، جواب عرض پڑھنا اس میں لکھنا
پتہ: جنگلات کالونی مروٹ، تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر
نام: سردار زاہد محمود خان
عمر: 30 سال

مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: بی نو بکس باغ قطع و تحصیل باغ آزاد کشمیر
نام: محمد آفتاب شاد
عمر: 36 سال
مشغلے: گانے سننا، جواب عرض میں لکھنا
پتہ: کوٹ ملک دوکوہ، تحصیل میلسی ضلع وہاڑی
نام: محمد افضل جواد
عمر: 18 سال
مشغلے: دکھ بانٹنا، تنہائی پسند
پتہ: ہاشم بک ڈپو، کالا باغ، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی
نام: اشتیاق ساغر
عمر: 32 سال
مشغلے: بے سہاروں کے لئے ہمدردی اور انسانیت کی خدمت
پتہ: اسلام گڑھ میر پور آزاد کشمیر
نام: راجا ساجد محمود
عمر: 30 سال
مشغلے: اپنے ہمسفر کا ہمنوا
پتہ: معرفت شہزاد الیس کیف، الفروانیہ، الکویت
نام: چوہدری احسان الحق
عمر: 29 سال
مشغلے: دوستی، موسیقی کی محفلوں میں جانا
پتہ: معرفت شہزاد الیس کیف، الکویت
نام: عباس علی گجر
عمر:
مشغلے: تنہا لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: ڈھیری ہر میر روڈ ٹھکریاں پوسٹ آفس چکسواری تحصیل و ضلع میر پور آزاد کشمیر
نام: سردار زاہد محمود خان
عمر: 30 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا اور جواب عرض

پڑھنا
پتہ: بی نو بکس باغ، تحصیل و ضلع باغ، آزاد کشمیر
نام: ذوالفقار علی
عمر: 16 سال
مشغلے: لڑکوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 92/15L ڈاک خانہ خاص، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال
نام: ایم افضل کھرل
عمر: 20 سال
مشغلے: غریبوں سے دوستی کرنا
پتہ: گاؤں عظیم والہ، ڈاک خانہ دار برٹن، تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب
نام: نذیر گل
عمر: 22 سال
مشغلے: قلمی دوستی کر کے طریقے سے نبھانا
پتہ: محلہ بہادر خیل، گاؤں نارنجی، تھانہ کالو خان، تحصیل و ضلع صوابی

محبت کیا چیز ہے

محبت پانے کا نہیں بلکہ کھونے کا نام ہے محبت آہوں، سسکیوں اور محرومیوں کے سوا کچھ بھی نہیں یہ ایک سراب ہے دھوکہ ہے یہ جاننے کے باوجود کہ اس راہ کی کوئی منزل نہیں ہے اگر ہے تو اس تک پہنچنے کیلئے غموں اور دکھوں کے پہاڑ عبور کرنا پڑتے ہیں۔ کوئی خوش قسمت ہی ہوگا جو اس منزل تک پہنچ پاتا ہے سب کچھ جاننے کے باوجود ہم انسان پتہ نہیں کیوں کسی سے محبت کرتے ہیں۔

ربا عشق نہ ہووے

تحریر۔انتظار حسین ساقی۔ 0300.6012594

محترم جناب شہزادہ التمش صاحب۔

سلام عرض۔امید ہے خیریت سے ہوں گے۔

محبت میں عشق میں محبت کا پالینا ہی عشق نہیں بچھڑ جانا بھی عشق کی معراج ہوتی ہے عشق ومحبت کی باتیں تو لوگ روز کرتے ہیں مگر اس کی تکمیل کے لیے جان سے گزرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔جب انسان کو عشق ہوجاتا ہے تو انسان ہر وقت بہت خوش رہتا ہے مگر جب عشق ناکام ہوجائے عشق میں چوٹ لگے یعنی بچھڑ جائے عشق نیلام ہوجائے تو انسان پھر سوائے آنسو بہانے کے کچھ نہیں کرسکتا پھر بس پچھتاوے رہ جاتے ہیں بس یادیں رہ جاتی ہیں وہ خوبصورت باتیں دل ودماغ میں زندہ رہتی ہیں عشق میں ناکام لوگ ہمیشہ ادھوری سی شکستہ سی زندگی کے سہارے زندہ رہتے ہیں عشق جیون کے پہلے دن کا ہو یا پھر زندگی کی آخری سانسوں کا عشق سلامت رہتا ہے عشق والے بہت عجیب ہوتے ہیں عشق ہوجائے تو کیا ہوتا ہے اور پھر عشق ٹوٹ جائے تو کیا ہوتا ہے

اس بار جواب عرض کے لیے اپنی ایک نئی کہانی ربا عشق نہ ہووے بجھوا رہا ہوں کیسی ہے اس کا فیصلہ آپ نے اور قارئین نے کرنا ہے۔

جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں۔مقامات اور واقعات بدل دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔آخر میں جواب عرض کے تمام سٹاف۔آپ کو اور خصوصا قارئین کو دل سے سلام عقیدت۔

انتظار حسین ساقی۔ناندلیانوالہ۔

مرنہ جائے میری زندگی کی طرح یہ بھی
میرے مالک میرا عشق سلامت رکھنا

دنیا میں وہ بہت خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو گھر سے منزل سے بہت پیار کرتے ہیں۔ایسے لوگ گھر سے باہر نکلتے ہیں تو منزل ان کے قدم چومتی ہے کامیابی اور کامرانی ان کا استقبال کرتی ہے منزلیں کچھ لوگ کے دامن کے ساتھ لپٹ جاتی ہیں اور کچھ لوگوں سے منزلیں بہت دور بھاگتی ہیں لوگ اپنی ساری زندگی منزل کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں مگر منزل کبھی ان کے ہاتھ نہیں آئی انسان اپنی ہر منزل کو پالینے کے بعد ایک نئی منزل کی تلاش میں ہوتا ہے مگر وہ لوگ جو محبتیں کرتے ہیں عشق کرتے ہیں ان کی کوئی اور کوئی دوسری منزل نہیں ہوتی انکی منزل صرف اور صرف عشق کی انتہا ہوتی ہے عشق کی منزل مرکر ہی حاصل ہوتی ہے عشق جب کسی سے ہوجائے تو دنیا کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی صرف وہ چیز اچھی لگتی ہے جس سے عشق ہو جس سے محبت ہو جو دل میں بستی ہو۔

زندگی میں جن لوگوں نے سچا عشق کیا ان لوگوں کے نام لوگ آج بھی بڑے احترام سے لیتے ہیں

محبت میں عشق میں محبت کا پالینا ہی عشق نہیں
بچھڑ جانا بھی عشق کی معراج ہوتی ہے عشق ومحبت کی
باتیں تو لوگ روز کرتے ہیں مگر اس کی تکمیل کے لیے
جان سے گزرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جب انسان کو
عشق ہو جاتا ہے تو انسان ہر وقت بہت خوش رہتا ہے
مگر جب عشق ناکام ہو جائے عشق میں چوٹ لگے
عشق بچھڑ جائے عشق نیلام ہو جائے تو انسان پھر
سوائے آنسو بہانے کے کچھ نہیں کرسکتا پھر بس
پچھتاوے رہ جاتے ہیں بس یادیں رہ جاتی ہیں وہ
خوبصورت باتیں دل ودماغ میں زندہ رہتی ہیں عشق
میں ناکام لوگ ہمیشہ ادھوری سی شکستہ سی زندگی کے
سہارے زندہ رہتے ہیں عشق جیون کے پہلے دن کا ہو
یا پھر زندگی کی آخری سانسوں کا عشق سلامت
رہتا ہے عشق والے بہت عجیب ہوتے ہیں عشق
ہو جائے تو کیا ہوتا ہے اور پھر عشق ٹوٹ جائے تو کیا
ہوتا ہے بقول شاعر

عشق نے نکما بنا دیا غالب
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

وہ سردیوں کی ایک خوبصورت شام تھی میں
اپنے آفس سے فارغ ہوکر تیار ہوکر اپنے دوست
ڈاکٹر شادیز حیدر کے پاس ان کے کلینک پر چلا گیا
کیونکہ آج رات کو آرٹ کونسل میں مشاعرہ تھا
میں اور میرے دوست دونوں نے اکٹھا جانا تھا اصل
میں ڈاکٹر صاحب آرتھو پیڈک سپیشلسٹ تھے ان کے
پاس ٹائم بہت کم ہوتا تھا مریضوں کا رش اور زندگی اتنی
مصروف ہوگئی تھی کہ کبھی کبھی ہمارے لیے بھی ٹائم
نہیں ہوتا تھا مگر ڈاکٹر صاحب کبھی کبھی مشاعرے کے
لیے ٹائم نکال لیتے تھے وہ خود بھی ڈاکٹر ہونے کے
ساتھ ساتھ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب
اور میں تیار ہوکر جانے لگے تھے کہ ایک گاڑی کلینک
کے آگے آکر رکی اس میں سے ایک مریضہ کو اتارا گیا
اس کی ٹانگ کو کوئی مسئلہ تھا کیونکہ وہ چل نہیں سکتی تھی
ڈاکٹر جلدی سے مریضہ کو دیکھ کر رک گئے لڑکی کو اٹھا کر
اس کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے بیڈ پر لٹایا ڈاکٹر
صاحب نے چیک کیا انہوں نے دیکھتے ہی کہہ دیا اس
کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ اسکی سسکیاں بند ہی
نہیں ہو رہی تھیں وہ مسلسل روئے جا رہی تھی اس کی
پنڈلی کو ہلکا سا بھی ہاتھ لگتا تو وہ درد سے اونچا اونچا
رونے لگ جاتی اس لڑکی کے منہ سے ہائے ہائے
ہائے کی آواز نکل رہی تھی اس کے ساتھ دو گاڑیوں
میں لوگ تھے لڑکی بہت ہی خوبصورت اور نوجوان تھی
ڈاکٹر صاحب نے ان کو کہا۔

ہڈی ٹوٹ چکی ہے اس کا اپریشن ہوگا۔
ایک بوڑھا شخص اور ایک بوڑھی عرت بولی۔
ڈاکٹر صاحب جتنے مرضی پیسے لگ جائیں آپ
اس کا علاج کریں ہماری بیٹی کی ٹانگ ٹھیک ہونی
چاہیے ڈاکٹر صاحب نے اس کا اپریشن کیا اور اس پر
پلستر لگا دیا اور کہا۔
انشاءاللہ بہت جلدی ٹھیک ہو جائیں گے
مشاعرے سے تو ہم لیٹ ہوگئے تھے کیونکہ
سب سے پہلے ڈاکٹر کے لیے اس کا مریض تین یا
چار گھنٹے کے بعد جب وہ لڑکی کچھ باتیں کرنے لگی تو
میں بھی اس کے پاس چلا گیا
میں نے اس سے پوچھا آپ کو یہ چوٹ کیسے
آئی ہے۔
وہ میرے سوال پر بے اختیار رونے لگی پھر کہا
سر آپ نہ پوچھیں آپ کیا کریں گے پوچھ
کر۔ میں نے کہا۔
آپ پریشان نہ ہوں میں ایک رائٹر ہوں اور
شاعر بھی ہوں اور ڈاکٹر صاحب میرے بہت اچھے
دوست ہیں آپ بہت جلدی ٹھیک ہو جائیں گی آپ
مجھے بتائیں تو سہی کہ آپ کو ہوا کیا ہے آپ کو چوٹ لگی
کیسے ہے۔
قارئین وہ سٹوری وہ داستان وہ کہانی جو ڈاکٹر

شادیز حیدر کے کلینک پر ایک زخمی لڑکی نے مجھے بتائی وہ میں اپنے الفاظ میں آپ لوگوں کی نظر کرنے لگا ہوں۔

وہ اس کمال سے کھیلا تھا عشق کی بازی
میں اپنی جیت سمجھتا رہا مات ہونے تک

میرا نام مقدس ہے اور پیار سے سب لوگ گھر والے مجھے قدو قدو کہتے ہیں میرے آباؤ اجداد ۔ایران کے ایک بادشاہ کے خاندان سے تعلق ہے۔ ایران میں لڑائی شروع ہوئی تو ہمارے آباؤ اجداد وہاں سے ہجرت کر کے افغانستان آ گئے ہمارے خاندان کے کچھ لوگ انڈیا چلے گئے اور وہ لوگ جو افغانستان میں تھے وہ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ وہ لوگ جو افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان آنے میں اس خاندان سے ہوں اس وقت ہمارے ملک پر انگریزوں کی حکومت تھی ہمارے خاندان کے لوگ بہت بہادر تھے گھوڑوں کی سواری کرتے تھے جب انگریزوں کی حکومت ٹوٹی جب وہ جانے لگے تو انہوں نے ہمارے خاندان کے جو بہادر انسان تھے جوان کے ساتھ گھوڑوں کی ریس لگاتے تھے ان پر کرم نوازی کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ جتنی مرضی زمین لینا چاہتے ہیں لے لیں ہم آپکے نام کر دیں گے تو ہمارے باپ دادا لوگو نے جتنی ان سے ہو سکتی تھی زمین اپنی بنالی اور انگریزوں نے وہ تقریباً پانچ سو مرتبہ زمین میرے دادا لوگوں کے نام کر دی اور یوں ہم جاگیردار بن گئے میرا دادا ابو بہادر انسان تھے بہت عیش وعشرت کرتے تھے دادا لوگ کی عیش وعشرت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ انکے پینے کی شراب انڈیا سے آتی تھی کتوں کی لڑائی مجرا ڈانس یہ سب کچھ میرا دادا کی پسندیدہ چیزیں تھیں۔ غرض کہ وہ سب کام جو ایک فضول انسان کے ہوتے ہیں وہ سارے کے سارے میرے خاندان والوں میں پائے جاتے تھے۔

میرے والد کا نام عمران ہے وہ میٹرک کے سٹوڈنٹ تھے کہ ان کی شادی کر دی گئی میری والدہ کا نام رضیہ ہے ہم دس بہنیں اور ایک بھائی ہیں اصل میں میرے والد صاحب کو اپنی جائیداد اور خاندان کے لیے ایک بیٹا چاہیے تھا مگر خدا کی قدرت پہلے دس بیٹیاں ہوئیں اور سب سے آخر میں بیٹا ہوا۔ جب بھائی پیدا ہوا تو پورے گاؤں میں مٹھائی تقسیم کی گئی سب لوگوں کو کھانا کھلایا گیا۔ پورے گاؤں میں جشن کا سماں تھا ہر طرف سے مبارک مبارک کی آوازیں کانوں میں رس گھولتی تھیں۔ میرے باپ کی زمین پر پاؤں نہیں لگ رہے تھے کیونکہ ان کا وارث جو آ گیا تھا میرا نمبر بچوں میں آٹھواں ہے جب میں کچھ چلنے پھرنے لگی تو میری دادی نے مجھے اپنے گھر لے گھر ساتھ ہی تھا دادی جان مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں یوں کہو کہ دادی امی کی جان تھی مجھ میں وہ مجھ سے اتنا پیار کرتی تھی کہ رات کو اپنے پاس سلاتی تھی کھانا مجھے اپنے ہاتھوں سے کھلاتی تھیں میرے کپڑے خود تبدیل کرتی تھی یہاں تک میرے سارے کام دادی جان خود کرتی تھیں میں ابھی چھوٹی تھی میرا بچپن بھی تمام بچوں کی طرح بے فکری میں گزرتا میں بھی بڑی ہونے لگی میں اب اتنی بڑی ہو گئی تھی کہ سکول جانے لگی میری دادی خود مجھے ناشتہ بنا کے دیتی مجھے تیار کرتی اور پھر خود مجھے سکول چھوڑ کر آتی گاؤں میں تو سکول تھا اور پھر جب سکول سے چھٹی کا ٹائم ہوتا تو دادی جان پہلے مجھے لینے کے لیے کھڑی ہوتی تھی میں شروع سے ہی بہت شرارتی تھی کبھی دادی جان کے پیسے چوری کر لیتی کبھی سکول میں بچوں سے لڑائی کر لیتی ہمارے گھر شام کو روز بچوں کی مائیں آتی تھیں اور میری دادی سے شکایت کرتی تھیں کہ آپ کی پوتی مقدس نے ہمارے بچوں کو مارا ہے دادی جان مجھے روز کہتی تھیں کہ مقدس لڑائی مت کیا کرو میری جان تھی دادی میں نے جو بات منہ سے کہہ دینا میری دادی نے

دوسرے لمحے اس کو پورا کر دیتا۔ بچپن کا وقت گزرتا گیا میں جوان ہوتی گئی اور میں ایک بھرپور جوانی میں جیسے کوئی الہڑ مٹیار ہوتی ہے میں اپنے گاؤں کی ایک الہڑ مٹیار بن گئی یعنی میں جوان ہو گئی مگر میری عادتیں شرارتیں اب بھی وہی تھیں اب بھی لڑائی جھگڑے مار پیٹ میری عادت میں شامل تھا۔ میں جوان بڑی خوبصورت ہوتی تھی میں ہر طرح کے فیشن کرتی تھی میرا بہت لمبا قد بہت ہی گھنے سیاہ بال جو میری کمر تک آتے تھے میری بہت پیاری آنکھیں گولڈن وائٹ میرا رنگ میں بہت سمارٹ تھی میری ساری بہنیں اور میری ساری کزنز میرے کپڑوں کی نقل کرتی تھیں میں جب بہت خوبصورت کپڑے پہنتی تو ساری کزنز اور میری بہنیں مجھے کہتی تھیں مقدس تم کوئی گاؤں کی لڑکی نہیں بلکہ کسی بہت ہی ماڈرن گھر کی ماڈل گرل لگتی ہو یہ حقیقت بھی تھی کہ جب میں اپنے کھلے بالوں کے ساتھ دوپٹہ گلے میں ڈال کر باف بازو شرٹ اور بیوٹیفل کی پینٹ پہنتی تھی تو سچ میں میں کسی فلم کی ہیروئن لگتی تھی۔ میں جہاں سے گزرتی تھی میرے جانے کے بعد بھی کچھ دیر تک وہاں سے خوشبو آتی رہتی تھی میں خوشبو بہت استعمال کرتی تھی میرے پاس دنیا کی ہر چیز تھی میں نے جو فرمائش کی وہ میری دادی جان نے ایک منٹ سے پہلے پوری کر دینا ہوتی تھی میرے سارے خاندان والے میری کزن میرے سارے رشتہ دار مجھے کہتے تھے مقدس تم پورے خاندان کی لڑکیوں سے خوبصورت بھی ہو اور سب سے الگ بھی ہو میری خوبصورتی کے چرچے پورے گاؤں میں تھے اور پورے خاندان میں تھے میری دادی جان میری نظر اتارتی تھی میری خوبصورتی کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں جب بھی ہمارے خاندان میں کوئی شادی بیاہ ہوتا تو ساری لڑکیاں میرے بالوں کو پکڑ پکڑ کر دیکھتی تھیں اور ساتھ یہ بھی پوچھتی تھیں کہ مقدس تم نے اتنے لمبے بال کیسے کیے تم کونسا تیل استعمال کرتی ہو کون سا شیمپو استعمال کرتی ہو میری دادی پتہ نہیں میرے بالوں کے لیے کیا کیا کرتی تھی یہ سب کمال میری دادی کا تھا میں اپنے ہاتھوں پر مہندی تو کبھی ختم ہی نہیں ہونے دیتی تھی جیسے ہی میرے ہاتھوں پر مہندی کا رنگ پھیکا پڑتا تھا میں پھر سے لگا لیتی تھی میری آنکھوں سے کبھی کاجل ختم نہیں ہوتا تھا میری دادی کہتی تھی میری پوتی مقدس لاکھوں میں ایک ہے خدا اس کے مقدر اچھے کرے اور میری دادی فخر سے سب کے سامنے میری خوبصورت اور میرے حسن کی اور میری اچھائی کی باتیں کرتے ہوئے نہیں تھکتی تھی۔

میری دادی کو بہت شوق تھا کہ میں تعلیم حاصل کروں اس وجہ سے میری دادی نے مجھے اعلیٰ تعلیم کے لیے افغانستان بھیجنے کا فیصلہ کر لیا میں اپنی دادی اور اپنے گھر والوں سے دور نہیں جانا چاہتی تھی مگر میری دادی کی یہ خواہش تھی اس لیے مجھے ان کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور یوں میں پاکستان سے افغانستان اعلیٰ تعلیم کے لیے آ گئی یہاں کی آب و ہوا سے وہاں کی آب و ہوا بہت مختلف تھی وہاں کے لوگ وہاں کا پانی سب کچھ الگ تھا میرے لیے مگر وہاں جس ہاسٹل میں میں رہتی تھی وہاں کے تمام لوگ بہت ہی اچھے تھے ہماری میڈم بھی بہت اچھی تھی مجھے گھر والوں کی بہت یاد آتی تھی خاص کر مجھے میری جان سے پیاری دادی جان کی یاد بہت آتی تھی میرے گھر والے میری دادی میرے لیے بہت سا سامان اور خرچہ ہر ماہ ارسال کرتی تھی مجھے ابھی وہاں افغانستان میں رہتے ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا۔ کہ میری طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی مجھے وہاں کا پانی راس نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے میں بہت بیمار پڑ گئی تھی اور پھر میری دادی جان اور میرے گھر والے آئے اور مجھے واپس پاکستان لے گئے۔

میں یہاں آتے ہی چند دنوں میں ٹھیک ہو گئی اور میری پھر سے وہی عادتیں شرارتیں شروع ہو گئیں مجھے آئے ہوئے ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ سارے خاندان

کے رشتہ دار مجھ سے ملنے کے لیے آئے ہمارے دور کے رشتہ دار تھے وہ بھی ہم سے ملنے آئے میرا ایک کزن تھا جس کا نام حسن تھا پورا نام حسن رضا تھا سب گھر والے اور فیملی لوگ اس کو رضا ہی کہتے تھے وہ بہت غریب تھے اتنے غریب کہ اپنے رشتہ دار بھی ان کو پانتے ہی نہ تھے کہ وہ ہمارے رشتہ دار ہیں میں نے بھی کبھی ان کو دیکھا تک نہ تھا کیونکہ وہ پہلی بار تو ہمارے گھر آئے تھے رضا ایک سادہ سا لڑکا تھا۔ بہت غریب ہونے کی وجہ سے اس کے پاس نہ تو اچھے کپڑے ہوتے تھے اور نہ اچھا جوتا اور پھر سارے گھر والے اور خاندان والے اس سے اپنے اپنے کام ایسے کرواتے جیسے وہ ان کا ملازم ہو ایک تو رضا کا رنگ اتنا سیاہ تھا کہ سب گھر والے اور رشتہ دار اور گاؤں والے اس کو کالی کالا بھی کہتے تھے اور پھر اوپر سے وہ بیچارہ سارا دن دھوپ میں کام کرتا نہ اس کو کھانے کا پتہ نہ پینے کا پتہ نہ کپڑے پہننے کا ڈھنگ ایک بالکل سادہ سا انسان اور شکل وصورت بھی بہت عام سی تھی رشتہ میں میرا کزن تھا جوان تھا کبھی کبھی ہمارے گھر بھی آنے لگا۔ وہ ہمارے کھیتوں میں کام کرتا تھا اس لیے کبھی کبھی ہمارے گھر آ جاتا تھا اور رشتہ دار بھی تھا مجھے اس کی حالت پر بہت رحم آتا تھا میرا دل بہت گھر والوں پر افسوس کرتا تھا کہ اپنے رشتہ دار کو اپنے خون کو ملازموں کی طرح رکھا ہوا ہے میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا میں اس سے باتیں کرتی اس سے پوچھتی کوئی چیز تو نہیں چاہیے آپ کو۔

وقت گزرتا گیا میرے رشتے آنے لگے گھر والے سب حیران ہو گئے کہ اس سے بڑی اس کی بہنیں بیٹھی ہوئی ہیں اور اس کی رشتہ شروع ہو گئے ہیں اصل میں ہوتا یوں تھا کہ جب میری بہنوں کا کوئی رشتہ ہونے لگتا وہ دیکھنے آتے تو وہ جو بھی آتے مجھے پسند کر کے چلے جاتے کیونکہ میں گھر میں اور خاندان میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین وجمیل تھی میری دادی نے کہا جو بھی رشتہ آئے انکار کر دیں کیونکہ میں ابھی اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دینا چاہتی ہوں اس لیے میں ابھی اس کی شادی نہیں کرنا چاہتی میں رضا سے بھی کبھی باتیں کر لیتی تھی اور رضا بھی مجھ سے اب کھل کر باتیں کر لیتا تھا۔ میں بہت ناز نخرے والی لڑکی تھی یعنی اپنے ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی اور خاندان میں کسی لڑکی یا لڑکے کی جرات نہیں تھی کہ وہ مجھے کچھ کہے کیونکہ میں تھی بھی بہت غصہ والی۔

ایک شام کو حسن رضا ہمارے گھر آیا اور گھر میں اور کوئی بھی نہیں تھا سب کمرے میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے تو حسن ہمارے گھر آیا کچھ دیر بیٹھا رہا جب وہ جانے لگا تو میں اس کو چھوڑنے دروازے تک آئی اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پہلی بار کسی نے میرا ہاتھ پکڑا تھا مجھے چھوا تھا مجھے بہت غصہ آیا کہ رضا کی اتنی ہمت کہ وہ میرا ہاتھ پکڑے دل چاہا کہ اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ ماردوں مگر نجانے کیوں میں اس کو کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ چلا گیا مگر مجھے ساری رات نیند نہیں آئی اس نے ایسا کیوں کیا وہ کیا چاہتا ہے دن ابھرا تو میں بہت پریشان تھی صبح مجھے حسن رضا ملا تو میں نے اس سے کہا۔

تم نے میرا ہاتھ کیوں پکڑا تھا رات کو۔ تو اس نے سیدھا کہہ دیا۔

مقدس میں تم سے پیار کرتا ہوں مجھے تم اچھی لگتی ہو اس لیے میں نے آپ کا ہاتھ پکڑا تھا مجھے بہت حیرانی ہوئی کہ ایک بالکل سادہ انسان ہے پڑھا لکھا بھی نہیں ہے۔ سارا دن نوکروں کی طرح کام کرتا ہے اور اس کی اتنی جرت اور ہمت کہ وہ پرپوز کرے میں نے اس کے بعد اس کو کچھ نہ کہا۔ کچھ دنوں تک میں ان کے گھر گئی پہلی بار کوئی نیاز پکائی تھی وہ دینے گئی تھی شام کا وقت تھا حسن رضا کی امی نے کہا۔

احسن بیٹا جاؤ مقدس کو گھر تک چھوڑ آؤ۔

وہ تو جیسے پہلے سے تیار تھا وہ مجھے چھوڑنے

میرے ساتھ آیا اور راستے میں چلتے چلتے اس نے پھر میرا ہاتھ ہاتھ پکڑ لیا۔ اس بار اس کا یوں ہاتھ پکڑنا مجھے برا نہ لگا ایسا لگا جیسے کوئی دل میں اتر گیا ہو میں اس کا ہاتھ الگ نہیں کرنا چاہتی تھی مگر دل نے ایسا نہ کرنے دیا پتہ نہیں کیوں مجھے آج اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ بہت اچھا لگ رہا تھا دل چاہتا تھا کہ یہ کبھی میرا ہاتھ نہ چھوڑے کبھی میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ الگ نہ کرے وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا مگر ساری رات میں اسی کے خوابوں میں خیالوں میں کھوئی رہی اس کو سوچتی رہی اس کے بارے میں سوچتی رہی بار بار اپنے ہاتھ کو دیکھتی رہی جس ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھا وہ تو نجانے کب کا جدا ہو چکا تھا مگر میرے ہاتھ میں اس کے ہاتھ کی حدت اور لمس ابھی بھی موجود تھا۔

یہ سچ تھا کہ جب کسی سے انسان کو محبت ہو جاتی ہے محبت رنگ نسل امیری غریبی موسم عمر کچھ نہیں دیکھتی محبت کے لیے خوبصورتی کا ہونا لازمی نہیں ہے محبت ہو جانے کے لیے کسی امیر انسان کا لازمی نہیں ہے۔ محبت ہو جانے کے لیے کسی پڑھے لکھے انسان کا ضروری نہیں ہے محبت تو ایک سچا جذبہ ہے نجانے کب کسی کے دل میں جاگ اٹھے محبت کب کسی سے ہو جائے یہ وجہ تھی میں بھی اپنا دل ایک سادہ سے ایک عام شکل وصورت والے انسان کو دے چکی تھی مجھے بھی حسن رضا سے محبت ہو چکی تھی میرے سارے ناز نخرے پتہ نہیں کہاں چلے گئے تھے پتہ نہیں میرا غصہ کہاں چلا گیا تھا۔

احسن رضا سارا دن کھیتوں میں کام کرتا تھا ایک ہی سوٹ ہوتا تھا اس کے پاس قمیض کا رنگ اور ہوتا تھا اور شلوار کا رنگ اور پاؤں میں جوتا ہوتا تو بھی بہت پرانا سا پھٹا ہوا بڑی بڑی شیو ہفتہ ہفتہ وہ ایک ایک سوٹ استعمال کرتا تھا اور پھر اسی کو دھو کر پہن لیتا تھا وہ تھے بھی بہت غریب مگر ساتھ ساتھ وہ اتنا چست چالاک بھی نہیں تھا کہ لڑکوں کی طرح فیشن کرتا اچھے کپڑے پہنتا۔

مجھے اس سے پیار ہو گیا تھا میں نے اس کا طرز زندگی بدل دیا میں نے اس کو نئے کپڑے لے کر دیئے جوتے لے کر دیئے اس کو شیو کرنا سکھایا اس کو کھانا پینا سکھایا اس کو بات کرنا سکھایا اس کو پھر تو ہم روز ملتے تھے روز باتیں کرتے تھے ہم نے بہت سارے وعدے کیئے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی وقت گزرتا گیا۔ اور میری دادی نے کہا

مقدس تیاری کر لو تم پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے افغانستان جا رہی ہو مجھ پر تو یہ بات قیامت بن کر ٹوٹی میں کسی سے محبت کرتی تھی اس کے بن میرا ایک پل نہیں گزرتا تھا کیسے میں اس سے دور رہ پاؤں گی میں اب اپنے گھر والوں کو اور اپنی دادی کو کیسے یہ بتاتی کہ میں اب کہیں نہیں جانا چاہتی مجھے صرف اپنے گاؤں میں رہنا ہے جہاں پر میری محبت ہے جہاں پر میری چاہت ہے جہاں پر میرا سب کچھ ہے مرتی کیا نہ کرتی میری دادی کا خواب تھا تعلیم حاصل کرنا۔ میں تیاری کرنے لگی مگر دل بہت اداس تھا اندر سے بہت ٹوٹ چکا تھا کھیتوں میں کام کی وجہ سے حسن رضا سے دو دن ہوئے تھے بات نہیں ہوئی تھی۔ میں اپنا سامان وغیرہ سب کچھ تیار کر چکی تھی کیونکہ رات کو میں نے جانا تھا مگر حسن رضا سے میری بات نہیں ہوئی تھی میں اس کو جانے سے پہلے ایک بار ضرور ملنا چاہتی تھی مگر پتہ نہیں وہ کہاں غائب ہو گیا تھا اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب سارے گھر والے میری دادی جان اور میری کزن امی ابو سب مجھے خدا حافظ کہنے کے لیے کھڑے تھے بہت سارے لوگ تھے بہت سارے چہرے تھے مگر جس چہرے کو جس انسان کو ان چہروں میں تلاش کر رہی تھی وہ چہرہ مجھے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا سب گھر والے کہتے جلدی کرو جلدی کرو۔ مقدس گاڑی تیار ہے سامان چیک کر لو پتہ نہیں حسن کہاں رہ گیا تھا میں جانے سے پہلے ایک نظر حسن کو دیکھنا چاہتی تھی آخر کار میں گھر سے

نکلی سب گھر والوں سے ملی میرا سامان گاڑی میں میری دادی نے رکھوایا میرا دل چاہا شاید مجھے میرا محبوب میرا پیار میرا احسن مجھے مل جائے سارے لوگ گاڑی کے پاس کھڑے تھے جس میں میں نے جانا تھا گھر میں کوئی نہیں تھا میں نے دادی جان سے کہا۔

دادی جان میں اپنی گرم چادر تو کمرے میں بھول آئی ہوں میں وہ لے کر آتی ہوں۔

اس وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی موسم بہت ابر آلود تھا سردی بھی بہت شدت کے ساتھ پڑ رہی تھی اور تیز ہوا کے جھونکے میرے دایاں سے بایاں گزر رہے تھے میں بارش کی رم جھم میں ہلکی ہلکی بارش میں بھیگتی ہوئی دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی تو چادر کا تو ایک بہانا تھا اصل میں چاہتی تھی کہ کہیں مجھے حسن مل جائے کیونکہ میں جانے سے پہلے اس کو ایک بار صورت دیکھنا چاہتی تھی قدرتی طور پر جب میں ادھر سے ادھر ادھر دیکھ کر راستے باہر نکلنے لگی تو گلی کے اندر مجھے وہ میرے گھر کی طرف آتا ہوا مل گیا میں نے اس سے پوچھا۔

حسن تم کہاں تھے۔

وہ بولا کھیتوں میں کام بہت تھا اس لیے تم سے مل نہ سکا۔

میں نے کہا حسن میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دادی جان کی فرمائش پر افغانستان جا رہی ہوں میرا تو دل نہیں تھا مگر گھر والوں کی مجبوری ہے اور تم اپنا بہت سارا خیال رکھنا میں جلدی واپس آؤں گی حسن رضا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کے ہاتھ میں میرا ہاتھ تھا اور اس نے مجھے کہا۔

مقدس تم مجھے بھول نہ جانا۔

پھر وہ لمحہ بھی آ گیا جب حسن میرا ہاتھ چھوڑنا چاہتا تھا مگر میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ یہ میرا ہاتھ چھوڑے کاش وہ لمحے ٹھہر جاتے کاش وہ خوبصورت گھڑیاں رک جاتی وہ چند لمحوں کی ساعتوں کی ملاقات ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتی میں جلدی جلدی اپنی گاڑی کی طرف چلنے لگی سب لوگ میرا انتظار کر رہے تھے اور پھر میں ٹوٹے دل کے ساتھ اپنے سامان کے ساتھ چلنے لگی تو حسن گاڑی کے پاس مجھے الوداع کرنے کے لیے آ گیا۔ اور یوں میں پاکستان سے افغانستان آ گئی میرا یہاں پر دل نہیں لگ رہا تھا کیونکہ دل دماغ ذہن تو ہر وقت حسن کی محبت میں گم رہتا تھا میں جو کہتی تھی میری دادی وہ چیز مجھے لے کر دیتی تھی میں گھر والوں سے جان بوجھ کر زیادہ سے زیادہ پیسے منگواتی تھی اور پھر ان سے پیسے بچا کر حسن کو دیتے ہوتے تھے میں نے وہاں سے اس کو بہت اچھے اچھے کپڑے پرفیوم جوتے گھڑیاں بہت کچھ میں خود اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتی تھی مگر حسن کی زندگی کو خوبصورت بنانے کے لیے میں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ میں اس کے لیے سب کچھ کرتی تھی تاکہ مجھے کوئی نہ کہے کہ جس سے تم محبت کرتی ہو اس کے تو کپڑے اچھے نہیں اس کو بولنے کا ڈھنگ نہیں اس کے جوتے ایسے ہیں میں نے اس کا نام اپنے بازو پر لکھا عشق جب جنون کی حد تک چلا جائے تو ایسے کام سرزد ہوتے ہیں مجھے اس بات کا کچھ احساس نہیں تھا کہ کل کو میرے گھر والے میرے جاننے والے یہ بازو پر کسی نام کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔

وقت گزرتا گیا۔ حسن کی محبت میرے دل میں پروان چڑھتی گئی اور پھر میں اپنی تعلیم مکمل کر کے تین سال کے بعد اپنے پیارے پاکستان اپنے گھر آئی تو ساری فیملی کے لوگ سارے رشتہ دار مجھ سے ملنے آئے اور اس دن حسن اور اس کی امی بھی تھے ہم سے ملنے کے لیے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اپنی محبت کو ایک نظر دیکھ لیا تو ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اس بات کا پتہ ابھی تک کسی کو بھی نہیں تھا ویسے مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ حسن سیدھا انسان ہے کہیں کسی کو کچھ بتا نہ دے کہ وہ مقدس سے پیار کرتا ہے

اور مقدس بھی اس سے محبت کرتی ہے۔

حسن اور میں ہر روز اپنی دادی کے گھر ملتے تھے وہ کسی نہ کسی بہانے سے آ جاتا تھا اور کبھی کبھی وہ کمرے میں بیٹھا رہتا تھا اور باتیں کرتے کرتے بہت لیٹ ہو جاتی تھی اور وہ صبح اٹھ کر گھر جاتا تھا ہم روز ملتے تھے پیار بھری باتیں کرتے تھے بس اس کے بعد میری زندگی میں وہ طوفان آئے کہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ میری دنیا اجڑ گئی میری زندگی ویران ہو گئی۔

ہوا یوں کہ میری دادی جان وفات پا گئیں اور میری زندگی برباد ہو گئی دادی جان کے بعد میں اپنے گھر آ گئی وہاں پہ میری بہنیں بھائی اور امی ابو تھے میری بہنیں شروع سے ہی مجھ سے جلتی تھیں پتہ نہیں کوئی وجہ تھی کہ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا میری دوسری بہنوں کی شادی ہونے والی تھی اور تیسری کا رشتہ دیکھنے لوگ آ رہے تھے وہ جب آئے تو آتے ہی انہوں نے مجھے پسند کر لیا۔ آپ کا رشتہ انہوں نے انکار کر دیا وہ سمجھتے تھے کہ لڑکیوں کے رشتے نہ ہونے کی وجہ میں ہوں کیونکہ میں بہت خوبصورت ہوں اس لیے جو آتا تھا وہ مجھے پسند کر لیتے تھے اس لیے میری بہنیں مجھ سے ناراض اور خفا خفا سی رہتی تھیں۔ جو لوگ آپی کو دیکھنے آئے تھے انکے انکار کے بعد اس لڑکے نے مجھے فون کرنا شروع کر دیئے اور کہا کہ مجھے تم پسند ہو اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں وہ لڑکا بہت خوبصورت تھا اور پڑھا لکھا تھا پھر میں نے اس کو ایک دن بتایا کہ میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں اس لیے تم میرا خیال دل سے نکال دو وہ بہت اچھا انسان تھا اس نے میری بات مان لی اور اپنے گھر والوں کو کہا۔

مجھے مقدس سے شادی نہیں کرنا ہے

میرے گھر والے اور اس کے گھر والے میرا رشتہ کے لیے تیار ہو گئے تھے میرے ابو نے کہا۔

چلو بڑی بیٹی کا رشتہ نہیں تو چھوٹی کا سہی

مگر اس نے میرے کہنے پر بہت بڑی قربانی دی اور انکار کر دیا۔

وہ ہمارے رشتہ دار تھے اس لیے ان کو بہت شرمندگی ہوئی پہلے ایک رشتہ چھوڑا پھر دوسرا انہوں نے اپنے بیٹے ارسلان نام تھا اس کا اس کو گھر سے نکال دیا اور وہ بہت پڑھا لکھا تھا وہ لندن چلا گیا۔

میرے گھر والے ایسے ہی مجھ سے لڑتے رہتے تھے کہ جب سے گھر آئی ہے کوئی نہ کوئی مسئلہ بن جاتا ہے کبھی رشتہ نہیں ہوتا اگر ہو جائے تو انکار ہو جاتا ہے میری بہنیں جو میری سگی تھیں وہ سوتیلی بہنوں جیسا سلوک کرتی تھیں مجھ سے۔

میری بڑی آپی کی شادی ہونے والی تھی اس کے ہونے والے شوہر کا نام عدنان تھا وہ چوری چوری آپی سے ملنے رات کو ہمارے گھر آتا تھا گھر والوں کو ابو اور امی کو اس بات کا علم نہیں تھا مگر میری بہنوں کو پتہ تھا وہ تمام آپس میں دوستوں کی طرح رہتی تھیں بس مجھے ہی غیر سمجھا ہوا تھا۔ میری اور حسن کی ملاقاتیں ہو جاتی تھیں۔

ایک دن میری بہنوں نے حسن سے ملاقات کرتے ہوئے مجھے دیکھ لیا۔ اور گھر میں قیامت کھڑی کر دی۔ ابو اور امی کو بتا دیا کہ یہ ایک ایسے شخص سے محبت کرتی ہے جس کو نام بولنے کا سلیقہ ہے نہ کپڑوں کا نہ پڑھا لکھا ہے اور اتنا بدصورت ہے اس کی یہ اس کو پسند کرتی ہے

میرے ابو نے میری امی نے میری بہت بے عزتی کی مجھے مارا پیٹا۔ میں جو اپنے خاندان میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی سب سے بری ہو گئی لوگ میری طرف انگلیاں اٹھانے لگے میری دوست میری کزن میری بہنیں مجھے کہتی تھیں۔

مقدس آپ کو یہ شخص ہی ملا تھا محبت کرنے کے لیے جو آپ کا آپ کے خاندان کا ملازموں کی طرح ہے مقدس تم اتنی خوبصورت ہو کہ لوگوں کی آپ کے لیے رشتوں کی لائنیں لگ جائیں اور تم ایک عام سے

انسان ایک عام سی شکل والے انسان سے محبت کرتی ہو۔ میں ان کو ایک ہی جواب دیتی۔

یہ ہے اگر وہ پڑھا لکھا نہیں ہے ایک سچا انسان تو ہے اور پھر ہمارے خاندان سے ہے ہمارا رشتہ دار ہے غریب ہونا کوئی جرم نہیں ہے گھر والوں نے مجھے بہت مارا بہت مارا مگر میں نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ میں حسن سے پیار کرتی ہوں اور شادی بھی اسی سے کروں گی گھر والے میرے خلاف ہو گئے۔ میں حسن سے روز ملنے گھر سے باہر جاتی تھی اور میری آپی کا ہونے والا شوہر روز ہمارے گھر آپی سے ملنے آتا تھا ایک رات میں حسن سے ملاقات کرنے کے لیے باہر جانے والی تھی انتظار کر رہی تھی کہ سب لوگ سو جائیں تو میں جاؤں میں الگ کمرے میں سوتی تھی اور باقی سب لوگ الگ الگ اپنے اپنے کمروں میں سوتے تھے میں نے دیکھا کوئی شخص آپی کے کمرے میں داخل ہوا ہے مجھے شک ہوا کہ شاید کوئی چور نہ ہو وہ کمرے کے اندر داخل ہوا میں نے ابو لوگوں کو بتا دیا کہ کوئی شخص کوئی چور ہے ہمارے گھر میں کمرے میں آ گیا ہے ابو نے جب دیکھا تو ابو کی اور ہماری تو عقل دنگ رہ گئی وہ تو عدنان تھا آپی کا ہونے والا شوہر ابو نے کہا بہتر ہے کہ آپ چلے جائیں اور ہماری طرف سے رشتہ ختم۔

اس بات کے بعد میری بہنیں میرے اور زیادہ خلاف ہو گئیں۔ ہر وقت مجھ سے لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں میری اور حسن کی محبت کے چرچے ہر زبان پر جاری تھے میں یوں کرتی تھی کہ گھر والوں کو نیند کی گولیاں دے دیتی تھی اور گھر کے ساتھ ہی ہماری حویلی تھی جہاں پر حسن رضا ہوتا تھا میں اس کے پاس چلی جاتی تھی ہم بہت پیاری اور محبت بھری باتیں کرتے تھے ہماری محبت پاک تھی پاکیزہ تھی ہم اکیلے بھی ہوتے تھے مگر کبھی ہمارے دل میں کوئی غلط بات نہیں ہوتی تھی جس سے ہم دونوں کو شرمندگی کا سامنا یا پھر کبھی ایک دوسرے سے آنکھیں چرانا پڑیں۔ کبھی کچھ غلط سوچا بھی نہ تھا بس باتیں کرتے تھے کبھی چاند کی چاندنی میں چلتے رہتے کبھی ساتھ دریا تھا اس کے کنارے چلے جاتے کبھی اپنے باغات میں چلے جاتے ہمارا روز کا معمول تھا میں روز گھر سے نکل کر آ جاتی تھی مجھے حسن سے ایسا عشق ہوا تھا کہ سب لوگوں کی نظر میں کوئی حقیر شخص تھا مگر میرے لیے وہ کائنات سے اچھا انسان تھا وہ میری دنیا تھا میری زندگی تھا میری ہر خوشی تھا میری چاہت تھا میری عاشقی تھا میری دل لگی تھا وہ میرا سب کچھ تھا۔ لوگ اس کا مذاق اڑاتے تھے اس کو کبھی کچھ کہتے تو کبھی کچھ مگر وہ جیسا بھی تھا اس کا رنگ قد باتیں مجھے بہت اچھی لگتی تھیں میری کزنوں نے ہر جگہ میرا مذاق بنا لیا تھا۔ وہ مجھ سے یہی کہتیں۔

مقدس تم جتنی خوبصورت ہو تم نے اتنا ہی عام سا شخص اپنے لیے چنا ہے اور میں ہنستی تھی۔ عشق میں محبت میں رنگ نسل نہیں دیکھی جاتی محبت تو کبھی بھی کسی سے بھی ہو سکتی ہے میں ہر رات گھر سے باہر حسن سے ملتی تھی میں کبھی گھر کے فریج سے اس کے لیے فروٹ کبھی دودھ کی بنی کھیر کبھی کچھ اور کبھی کچھ بنا کے بھی لے جاتی تھی اور اس کو اپنے ہاتھوں سے کھلاتی تھی میں حسن رضا سے شادی کرنا چاہتی تھی اس سلسلے میں میں نے حسن سے کہا۔

حسن تم اپنی امی کو ہمارے گھر رشتے کے لیے بھیجو وہ بولا ٹھیک ہے میں صبح ہی بھیجتا ہوں۔

پھر دوسرے دن حسن کی امی رشتہ لینے آ گئی مگر میرے گھر والوں نے میرے ابو نے میری امی نے میری سسٹر نے جو بے عزتی حسن کی امی کی کی اس کی مثال نہیں ملتی مجھے بہت افسوس ہوا اب گھر میں خاندان میں اور گاؤں میں میرا رشتہ کے انکار کے بعد سب کو معلوم ہو گیا میں اور حسن ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں پورے گاؤں میں یہ خبر آگ کی طرح

پھیل گئی۔ گھر میں ابو امی کی باتیں اور سسٹر کی باتیں باہر لوگوں کی باتیں میں نے آخر فیصلہ کرلیا کہ اگر میں حسن کے نام سے بدنام ہوں میں اب دلہن بھی اسی کی ہونگی۔ میں اب شادی بھی حسن سے ہی کروں گی میں نے حسن سے کہا۔

میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم تیار ہو

وہ بولا ہاں میں بالکل تیار ہوں۔

پھر ایک دن میں نے اس سے نکاح کرلیا۔ اور میں نے حسن نے اس کی خبر کسی کو نہیں ہونے دی۔ صرف مجھے حسن اور ایک وہ مولوی جس نے ہمارا نکاح پڑھا تھا اور کسی کو پتہ نہ تھا ہم ایک دوسرے سے ویسے ملتے تھے جیسے شادی سے پہلے شادی ہو جانے کے بعد بھی کبھی ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ کوئی بھی غیر اخلاقی بات یا حرکت نہیں کی تھی جس کے ساتھ مجھے شرمندگی ہو میں حسن رضا سے شادی کرکے بہت خوش تھی کہ لوگ مجھے جو مرضی کہیں میں نے جس سے محبت کی جس سے عشق کیا اس کو سارے زمانے کی بدنامی مول لے کر بھی خرید لیا تھا۔ میں اپنی محبت کو حاصل کر چکی تھی میری زندگی میں جتنے غم تھے سارے بھول گئی تھی بس میرے چاروں طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں میرے چاروں طرف محبت ہی محبت تھی میں خود کو بہت خوش قسمت تصور کرتی تھی۔

ایک دن میں حسن سے ملنے رات کو جانے لگی تو میری قسمت برباد ہوگئی میری سسٹر کو پہلے ہی مجھ پر غصہ تھا کیونکہ اس کا رشتہ جو ختم ہوگیا تھا وہ ہر وقت مجھ سے بدلہ لینے کے لیے تیار تھی وہ رات کو جاگ گئی اور اس نے مجھے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا میں اکثر اپنے ابو کے کپڑے تبدیل کرکے چلی جاتی تھی تاکہ کوئی دیکھ بھی لے تو وہ مجھے مرد ہی سمجھے لڑکی نہیں سسٹر نے ابو کو جگا دیا۔ ابو میرے پیچھے آگئے اور مجھے راستے میں ہی پکڑ لیا اور واپس لے آئے بہت مارا بہت پیٹا اتنا مارا کہ میرا بازو ٹوٹ گیا ابو تو مجھے جان سے مارنا چاہتے تھے میری امی میری بہنیں دیکھتی رہی مگر کسی نے اتنا نہ کہا کہ ابو کو روک دیں ابو مجھے مارنا چاہتے تھے میری سگی بہنیں میری ماں یہ تماشہ دیکھ رہی تھیں میں چیخ و پکار کرتی رہی مگر کوئی بھی میری مدد کو نہ آیا۔ میرے خون کے رشتہ دار مجھے کوئی بچانے نہ آیا آخر میں چیخ و پکار سن کر میرے ساتھ چاچا جان تھے وہ آئے اور مجھے ابو سے چھڑایا۔ اور اپنے گھر لے گئے۔ میری ساری رات تکلیف میں گزری میرا بازو ٹوٹ گیا تھا اور اتنی تکلیف تھی کہ میں ساری سسکتی رہی مرتی رہی مگر کسی کو کوئی پرواہ نہ تھی وہ رات قیامت کی رات تھی بڑی مشکل سے دن ہوا صبح میرا چاچا جان مجھے ایک ہڈی جوڑنے والے کے پاس لے گیا اور اس نے میرے بازو کی ہڈی جوڑ دی اور اوپر سے باندھ دی جب میرے چاچا جان مجھے شام کو گھر لے کر آئے تو میرے ابو سے کہا بھائی جان غلطی انسانوں سے ہوتی ہے اگر آپ کی بیٹی سے غلطی ہوئی ہے پلیز اسے معاف کر دیں جوان بیٹی ہے اس کو مارنے سے آپ کی عزت ہوگی کہ دنیا آپ کے خلاف طرح طرح کی باتیں کریں گے۔ وہ رات میرے لیے اور بھی قرب ناک تھی میں جس چارپائی پر بیٹھی تھی وہ میری سسٹر کی چارپائی تھی وہ آئی اس نے میرے اسی بازو سے پکڑا اور زور سے میرے بازو کو کھینچ دیا جس کی وجہ سے میرا بازو پھر سے ٹوٹ گیا اس نے مجھے زمین پر دھکا دیا میں گر پڑی اور وہ چارپائی اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے کر چلی گئی میری تکلیف سے جان نکل رہی تھی میرے سارے رشتہ دار مجھ سے منہ موڑ چکے تھے اس رات مجھے کسی نے کھانا تک نہ دیا اور میں ساری رات زمین پر سوئی رہی۔ سوئی کہاں تھی بس روتی رہی رات گزر گئی۔ صبح میری ایک دوست آئی اس کو بھی میرے گھر والوں نے مجھ سے نہ ملنے دیا مگر وہ چوری چوری مجھے کبھی کھانا تو کبھی چائے دے جاتی تھی میرے گھر والے تو مجھے کھانا تک نہیں دیتے تھے پھر

چاچا جان نے مجھ پر ترس کیا اور اپنے گھر لے گئے میرا بازو کو ٹھیک کروایا۔ مجھے کھانا دیتے میرے لیے چیزیں لاتے تھے میرا بازو ٹھیک ہوگیا۔ میں پھر سے ٹھیک ہوگئی مگر رہتی چاچا کے گھر تھی گھر والوں نے مجھ سے بات کرنا بھی چھوڑ دیا تھا میں امیر تھی غریب ہوگئی تھی میں چھی تھی بری ہوگئی میں سب کو اچھی لگتی تھی میں سب کی نظروں سے گر گئی میرا جرم میرا قصور میرا گناہ صرف اتنا تھا کہ میں نے ایک عام سی شکل والے سادہ سے انسان سے محبت کی تھی عشق کیا تھا اور اس سے شادی کرلی تھی میری محبت نے مجھے بہت بڑی سزا دی تھی اتنی بڑی سزا کہ میرے اپنے خونی رشتے پھیکے پڑ چکے تھے۔ میرے اپنے ہی میرے دشمن بن گئے تھے میرے اپنے ہی مجھے دیکھنا نہیں چاہتے تھے میں آئینہ دیکھتی تو مجھے خوف آتا تھا اپنی ہی صورت سے میں ٹھیک ہوگئی تو میں نے حسن رضا سے رابطہ کیا کیونکہ وہ تو بہت ڈر گیا تھا کہ ابو اسکو بھی نہ مار دیں ہماری پھر سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا اب چاچا جان جب سو جاتے تھے تو حسن رضا ہمارے گھر آجاتا تھا اور پھر ہم بہت ہی پیار بھری باتیں کرتے تھے زندگی پھر سے اچھی گزر رہی تھی۔

پھر میری زندگی میں ایک اور طوفان آیا جس میں میرا سب کچھ تباہ برباد ہوگیا حسن رضا کا گھر ایک عام سا گھر تھا مگر ان کی اپنی کچھ زمین تھی وہ بیچ دی زمین بیچ دی اور ان کو کافی لاکھوں کے حساب سے رقم ملی جس سے حسن رضا نے ایک بہت خوبصورت گاڑی لے لی اپنا گھر جو تھا وہ اچھا بنانا شروع کردیا یعنی حسن رضا کی ہوا ہی بدل گئی پیسے آئے تو حسن رضا کی اوقات ہی بدل گئی وہ تو باتیں ہی کچھ اور اور کرنے لگا اس کی ماں جو آنا ہمارے گھر سے لے جاتی تھی وہ بھی بہت باتیں کرنے لگی نئے نئے امیر ہونے تو اپنے ماضی کی اوقات بھول گئے بہت غرور اور فخر کرنے لگے ان کی زبان ان کے لہجے بدل گئے۔

ناکام حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہا
دل میں اب دکھوں کے سوا کچھ نہیں رہا
ایک عمر ہوگئی ہے کہ دل کی کتاب میں
اب خشک پتوں کے سوا کچھ نہیں رہا

حسن رضا کے پاس گاڑی کیا آئی کہ وہ تو انسانیت اوقات لوگوں سے بات کرنے کا طریقہ ہی بدل گیا میں نے اس کو کہا۔

اب تم اپنی امی کو ہمارے گھر بھیجو شاید ابو لوگ مان جائیں

اسکی امی نے کہا نہیں ہم آپ سے شادی نہیں کریں گے کوئی اور بہت اونچے گھرانے کی لائیں گے میں رو دی۔

حسن رضا نے مجھے شادی سے انکار کردیا اور مجھے کہا میں آپ کو طلاق دے دوں گا میں نے اسکی منتیں کی اس کے پاؤں پکڑے اور کہا۔

نہیں تم جو مرضی کرو چاہے جتنی مرضی شادیاں کرو مگر مجھے طلاق نہ دو اور نہ دینا ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گی۔

پہلے حسن مجھ سے ملنے میرے گھر آتا تھا پھر میں اس سے چوری چوری اس سے ملنے اس کی حویلی میں جانے لگی۔ وہ بہت کمینہ نکلا اپنی اوقات پر آگیا۔ حسن رضا کے پاس پیسے کیا آئے کہ اس نے اچھے اچھے کپڑے پہننے شروع کردیئے اچھے جوتے روز گاڑی میں شہر کے سب سے اچھے ہوٹل میں سے کھانا کھاتا کبھی دوستوں کے ساتھ مری کبھی اسلام آباد کبھی سوات نئے نئے لوگوں سے اس کی دوستی ہوگئی اونچے اونچے خواب اس کی امی بہت فخر والی باتیں کرتی حسن رضا نیا نیا امیرا ہوا تو ایک دو بار میرے ساتھ بھی شہر مجھے اپنی گاڑی پر لے گیا وہ اتنا بدل گیا تھا اس میں اتنا غرور آگیا تھا کہ کھانا اگر ٹھنڈا ہوتا تو وہ کھاتا نہیں تھا اگر ایک لیٹر بوتل کو ایک گھونٹ پی لیا تو پھر نئی لیتا تھا پہلے والی پھینک دیتا تھا ایک بار جو

کپڑے پہن لیتا تھا وہ دوبارہ نہیں پہنتا تھا پیسے نے اس کو رشتوں کی پہچان اور اللہ تعالیٰ سے خوف کو ختم کر دیا تھا وہ روز دوستوں کے ساتھ شراب پیتا تھا کبھی مجرا ڈانس تو کبھی کچھ میں اس کی یہ حرکتیں دیکھتی تو مجھے بہت افسوس ہوتا۔ اور خوف بھی بہت آتا تھا کہ کہیں یہ خدا کی گرفت میں نہ آ جائے۔ وہ بہت تکبر بولتا تھا اور کہتا تھا بس دنیا میں ایک میں ہی ہوں اور کوئی انسان نہیں باقی ساری دنیا تو میری غلام ہے۔

وقت گزرتا گیا اس نے میرے ساتھ بھی لڑائی کرنا شروع کر دی۔ کبھی کسی بہانے سے کبھی کسی بہانے سے میں اس کو سمجھاتی۔

حسن رضا یہ شان و شوکت یہ پیسے یہ سب تو انے جانے والی چیزیں ہیں مگر خدا کا خوف کیا کرو اتنا اونچا مت بولا کرو اتنا تکبر مت کیا کرو لوگوں کی عزت کیا کرو حسن سوچو وہ بھی وقت تھا جب آپ کے پاس صرف ایک ہی سوٹ ہوتا تھا شلوار کا رنگ اور قمیض کا رنگ اور اور ٹوٹی ہوئی جوتی آپ کے یاد نہیں ہوتی تھی آپ کو نہ کھانے کا ڈھنگ تا نہ بولنے کا میں نے اپنی ضرورتوں کو پورا بھی نہ کیا مگر آپ کی ضرورتوں کو پورا کیا۔ حسن رضا میں کو کھانا نہیں کھاتی تھی مگر آپ کے لیے کھانا گھر سے چوری بھی لے آتی تھی حسن رضا وقت بدلتے دیر نہیں لگتی وہ دن یاد کرو جب آپ کے گھر آٹا تک نہ ہوتا تھا اگر آپ کی زمین جو بے کار تھی اگر شہر آباد ہونے کی وجہ سے آباد ہوئی اور آپ نے وہ بیچ کر گاڑی لے لی ہے تو آپ تو اپنے ماضی کو ہی بھول گئے ہو۔ اپنی اوقات کو ہی بھول گئے ہو دیکھو حسن رضا آپ کو خاندان میں کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر میں نے آپ کو اپنے نام نہ دیا عزت دی آپ کے لیے بدنامی لی۔

حسن رضا میری جان میں نے آپ کے پیار میں کتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں اپنے باپ سے مار کھاتی رہی ہوں میرا بازو ٹوٹا آپ کی وجہ سے آ کو کیا معلوم کہ آپ کی وجہ سے میری سسٹر نے میرے ساتھ کیا کیا تھا پہلے میرے بازو کو توڑا تھا پھر ایک رات میں سوئی ہوئی تھی میرے سر کے سارے بال کاٹ دیئے میری فیس واش کریم میں تیزاب ملا دیا تا کہ میں بدصورت ہو جاؤں جل جاؤں آپ کی وجہ سے مجھے گھر میں کھانا ایسے دیتے تھے جیسے جانوروں کے آگے چارہ ڈالتے ہیں میرے خون کے رشتے بھی مجھے خون رلاتے رہے مگر آج تم نے بھی دولت کے نشے میں آ کر میری محبت کو ٹھکرا دیا۔

جسم کا ٹکڑا لگا وہ روح کا حصہ لگا
اجنبی سا شخص مجھ کو اس قدر اپنا لگا
خون کے رشتوں سے کہہ دو دوش مت دینا
چن لیا میں نے اسی کو دل کو جو اچھا لگا

حسن رضا پہ میری باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا بس وہ دولت کے نشے میں سب کچھ بھول گیا تھا بس مجھے کہتا تھا میری بات مانا کرو ورنہ میں آپ کو طلاق دے دوں گا۔ وہ اس قدر بدل گیا کہ وہ مجھے کہنے لگا اے مقدس اپنی اوقات میں رہا کرو مجھے بہت تکلیف ہوتی تھی اس کی باتوں سے وہ مجھ ہر بار ایک ہی دھمکی دیتا تھا مقدس اگر آپ نے میری کوئی بات نہ مانی تو میں آپ کو طلاق دے دوں گا میں اس کے ہاتھ جوڑتی اس کے پاؤں پکڑتی اور کہتی۔

نہیں تم مجھے طلاق نہ دو چاہے جو مرضی کرو
وہ مجھے کہتا۔ مجھ سے روز ملنے آیا کرو۔

میں اس سے ملنے روز جاتی گھر والوں کو اپنے چچا جان کو نیند کی گولیاں دے کر جاتی تھی وہ مجھے بہت مارتا تھا مجھے گالیاں دیتا کبھی مجھے کہتا میرا سر دباؤ سر میں درد ہے کبھی پاؤں دباؤ تھک گیا ہوں میں سب کچھ کرتی میں محبت میں پاگل ہو چکی تھی مجھے صرف اور صرف وہی شخص نظر آتا تھا اور کوئی نہیں میں نے اس کی امی کی منتیں کیں اس کی مگر وہ لوگ مجھے اپنانے کے لیے تیار نہیں تھے بلکہ حسن رضا نے میرے اوپر

چند ایسے الزام لگا دیئے کہ دل کرتا تھا کہ اسی وقت اپنے آپ کو ختم کرلوں۔ کبھی مجھے کہتا کہ تم نے میرا فون چوری کرلیا ہے۔ کبھی کہتا تم نے میرے پیسے چوری کر لیے ہیں کبھی کہتا تم فلاں لڑکے سے باتیں کرتی ہو کبھی کہتا فلاں لڑکے سے تم باتیں کرتی ہوں ایک دن میں اس سے ملنے گئی تو اس نے کہا

مقدس میرا موبائل تم نے چوری کرلیا ہے

میں نے کہا۔ حسن رضا اگر میں نے چوری کرنا ہوتا تو آپ کو لے کر کیوں دیتی

وہ ماننا نہیں تھا میں کانوں میں زیور تھا میں نے اس کو اتار کر دیا اور کہا۔ اگر تم کہتے ہو کہ میں نے چوری کی ہے تو یہ لے لو اور بیچ کر موبائل لے لو اس کمینے انسان نے وہ زیور لے لیا اور بیچ کر نیا فون لے لیا پھر ایک دن مجھے کہا

تم فلاں لڑکے سے بات کرتی ہو۔

میں نے کہا تم غلط مجھ پر الزام لگا رہے ہو ۔میری بات سن کر وہ قرآن اٹھا لایا مجھ بہت غصہ آیا کہ اس کو میری محبت پر یقین نہیں ہے میں نے اس کے لیے کیا کچھ نہ کیا اور آج اس کے پاس چار پیسے کیا آگئے تھے کہ اس کو کوئی تمیز نہیں ہے کوئی شرم نہیں ہے کوئی احساس نہیں ہے اپنا ماضی تک یاد نہیں کہ کیسے کمینوں کی طرح اس کو خاندان والے سمجھتے تھے میں بہت تنگ آ چکی تھی اس کی باتوں سے حرکتوں سے روز روز کی لڑائی سے اتنا کم ظرف ہو گیا تھا کہ مجھے گن کر کے کہتا۔

اپنے خاندان کو گالیاں دو۔ اپنے آپ کو گالیاں دو اور مجھے اتنا مارتا تھا کہ میرے چہرے پر اس کی انگلیوں کے نشان بن جاتے تھے ایک دن اس نے مجھے رات کو کال کی

مجھے آج آپ نے ہر صورت میں ملنے آنا ہے

میں نے کہا۔ نہیں میں اب تم سے کبھی نہیں ملوں گی۔ تو وہ فورا بولا۔

صبح پھر میں تم کو طلاق دے دوں گا۔

اس رات اتنی تیز بارش تھی اور ساتھ آندھی مگر میں پھر بھی ایسے طوفانی موسم میں اس سے ملنے چلی گئی جب میں حویلی گئی تو میری حیرانی کی انتہا نہ رہی اس نے میرے ایک کزن کو ساتھ بلایا ہوا تھا کہ اس کو بتا سکے کہ آپ کی کزن مجھ سے ملنے آتی ہے اور میں اس سے نکاح کیا ہوا ہے جب میں نے اس کو دیکھا تو میں بھاگ کر واپس گھر آ گئی مگر وہ میرا کزن صبح میرے چاچا کے پاس آیا اور کہا۔

چاچا جان جس اپنی بھتیجی کو آپ نے گھر میں رکھا ہوا ہے اس کے کرتوت اچھے نہیں ہیں اس نے سب کچھ چاچا جان کو بتا دیا۔ میں شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی دل کر رہا تھا کہ خودکشی کرلوں مگر خودکشی حرام کی موت تھی میرا چچا جان مجھے صبح ہی میرے گھر اپنے ابو کے پاس چھوڑ آیا گھر میں سب کو پتہ چلا گیا تھا میں نے اپنے ابو کو سچ بتا دیا۔ کہ میں نے حسن رضا سے نکاح کیا ہوا ہے مگر ابو جان آپ کی بیٹی پاک دامن ہے آپ کی بیٹی نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہوا جس سے آپ کی عزت پر آنچ آئے مگر کون میری سنتا تھا۔

میری غربت نے اڑایا ہے میرے فن کا مذاق

تیری دولت نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں

یہ ساری چال میری بہن کی تھی اس کی منگنی اور رشتہ جس کزن کے ساتھ ابو نے ختم کیا تھا اس نے اس سے مل کر اور پھر حسن رضا سے مل کر مجھے ایسے رسوا کیا اور مجھے آتے ہی گھر میں میری بہن نے کہا۔

اگر تم نے میرا رشتہ ختم کروایا تھا تو چین سے میں بھی آپ کو نہیں رہنے دوں گی میری ہنستی بستی زندگی برباد ہو گئی میں بہت انمول تھی گلی کے کاغذ سے بھی کم قیمت ہو گئی زندگی میں کچھ نہیں تھا سب کچھ ختم ہو گیا۔

گھر والے ابو امی میری بہنیں تو پہلے ہی مجھے اپنا نہیں سمجھتے تھے اوپر سے میری بدنامی پورے خاندان میں اور گاؤں میں ہو گئی بس میری صحت دن بدن

خراب ہوتی گئی۔ میں چند دنوں میں صدیوں کی بیمار نظر آنے لگی میری ساری خوبصورتی ماند پڑ گئی میں ہر وقت روتی رہتی تھی اپنی قسمت پر اپنے مقدروں پر

پلکوں پر چراغوں کو سنبھالے ہوئے رکھنا
اس ہجر کے موسم کی ہوا تیز بہت ہے
محسن اسے ملنا ہے تو دکھنے دو یہ آنکھیں
کچھ اور بھی جاگو کہ وہ شب خیز بہت ہے

میں اپنے ہی گھر میں اپنی امی جان کے ساتھ اپنے ابو کے ساتھ اپنی بہنوں کے ساتھ بات نہیں کر سکتی تھی وہ مجھے اچھا نہیں سمجھتے تھے میں اپنے ہی گھر میں جس میں نوکر بھی تھے ملازم تھے میں گھر کے ایک کونے میں چپ چاپ پڑی رہتی تھی اگر کسی کا دل کرتا تو مجھے کھانا دے دیتے ورنہ نہیں۔ میں دو دو دن تک بھوکی رہتی تھی میں صرف چائے پیتی تھی میں چاہتی تھی کسی طرح میں بیمار ہو جاؤں مجھے کوئی بیماری لگ جائے اور میں مر جاؤں میں سارا سارا دن گرمیوں میں دھوپ میں بیٹھی رہتی تھی میرا رنگ اتنا کالا سیاہ ہو گیا تھا کہ میں پہچانی نہیں جاتی تھی گھر میں کوئی مہمان آتا کوئی خاندان کا فرد آتا تو وہ مجھے پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں تو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی تھی ایک بھکارن کی طرح نظر آنے لگی تھی میرے چہرے پر اتنے کالے سیاہ داغ بن گئے تھے کہ میری صورت سے مجھے خود خوف آنے لگ گیا تھا گھر والوں کی نفرت کا اندازہ اس بات سے کریں جو بہنیں مجھ سے زیادہ لڑتی تھیں میرے بال کاٹ دیتے تھے جس نے میری کریم میں تیزاب ملا دیا تھا جس نے جس نے میری زندگی کو برباد کر دیا تھا اس کی شادی طے ہو چکی تھی مگر مجھے کسی نے بتانا بھی گوارہ نہیں سمجھا تھا۔ جب شادی ہونے لگی تو مجھے ساتھ ایک میری دوست لڑکی تھی اس کے پاس چھوڑ آئی کہ آپ کا سایہ بھی ہماری خوشیوں پر نہیں پڑنا چاہیے میری سسٹر کی شادی ہوئی وہ اپنے گھر چلی گئی مگر مجھے اتنی نفرت ہوئی اپنے آپ سے کہ میں اتنی بری ہوں میرے گھر والے مجھے اپنی خوشیوں میں شامل بھی نہیں کرتے میری زندگی کیسی زندگی تھی بس اب تو ایک ہی آرزو تھی کہ جلدی سے موت آ جائے کہ ایسی زندگی کو جینے کا دل کس کا کرتا ہے سسٹر کی شادی ہوئی تو گھر میں میرے لیے کچھ سکون سا ہو لڑائی جھگڑا کچھ ختم ہوا۔ بڑی بہنوں کی شادیاں ہو چکی تھیں اب مجھ سے چھوٹی رہتی تھی تو گھر میں میری حیثیت ہی اتنا ہوا کہ امی ابو بھی مجھ سے پیار کر لیتے تھے۔

آہستہ آہستہ میرے گھر کا ماحول ٹھیک ہونے لگا میرے گھر والے میری اور حسن رضا کی شادی کے لیے مان گئے تھے مگر حسن رضا اور اس کی امی نے انکار کر دیا تھا کہ میری زندگی پھر سے اجڑ گئی مجھے حسن سے عشق تھا محبت تھی میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی میری سانسوں میں اس کی محبت رچی بسی ہوئی تھی وہ میرا جیون میرے جیون کا سنہری خواب تھا مگر تقدیر نے شاید میری قسمت میں صرف اور صرف رسوائی لکھی ہوئی تھی۔

قربت بھی نہیں دل سے اتر بھی نہیں جاتا
وہ شخص کوئی فیصلہ کر بھی نہیں جاتا
آنکھیں بھی خالی نہیں رہتی لہو سے
اور زخم جدائی ہے کہ بھر بھی نہیں جاتا

میری زندگی میں خوشیاں روٹھ گئی تھیں میں اپنی زندگی سے اتنا دور جا چکی تھی کہ واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا میں نے گھر میں ہلکا پھلکا کام کرنا شروع کر دیا میں لوگوں کے کپڑے سینے لگی میں اپنا خرچہ خود بنا لیتی تھی مگر بہت افسوس ہوتا تھا کہ ایک امیر باپ کی بیٹی ایک ایک روپیہ کے لیے ترستی رہتی تھی میں نے نماز پڑھنا شروع کر دی قرآن پاک کی تلاوت کرنا شروع کر دی دنیا سے تنگ آ کر دنیا سے بے زار ہو کر دنیا سے ٹھوکریں کھا کر دنیا کے ستم سہہ کر دنیا کی بے رحمی سے تنگ آ کر میں نے دین کی طرف اپنی توجہ دے دی۔

میں نماز پڑھتی تلاوت کرتی اور اپنے رب سے سجدوں میں گر گر کر رو رو کر دعا مانگتی کہ اے میرے مالک مجھے اس مشکل گھڑی سے نجات دے۔ مجھے اس مصیبت سے نکال دے۔ میرے اوپر رحم فرما مجھے اس محبت اس عشق جیسے جھوٹے کام سے رہا کر مجھے سکون عطا فرما اور پھر میں ایک دربار پر گئی وہاں دعا کی اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی اور مجھے دلی طور پر سکون سا حاصل ہونے لگا اور میں آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے اپنے ماضی کو اپنی ناکام محبت۔ ناکام چاہت اور جھوٹے عشق کو بھولنے لگی۔

گزرے ہیں عشق میں ہم بھی اس مقام سے
نفرت سی ہوتی ہے محبت کے نام سے

میں آہستہ آہستہ اپنی زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی دنیا سے نفرت تھی اور صرف دین سے لگاؤ تھا میں نے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا زندگی ایک بار پھر خوبصورت لگنے لگی خوشیاں واپس آنے لگیں میرا سارا دن بچوں کے ساتھ بہت اچھا گزر جاتا تھا قدرت کے فیصلے بھی بہت عجیب ہوتے ہیں انسان اسی دنیا میں بدلہ دے کر جاتا ہے۔ میرے ساتھ جن لوگوں نے بہت برا کیا تھا میری زندگی کو ایک تماشہ بنایا تھا میرے سچے جذبات کو ٹھکرایا تھا وہ آج وہ جتنی مرضی دولت ہو انسان کے پاس وہ انسان کو خرچ کرتے رہے تو ختم ہو ہی جاتی ہے یہی حال حسن رضا کے ساتھ ہوا زمین کے جو پیسے تھے وہ آہستہ آہستہ خرچ ہوتے رہے یعنی حسن رضا اور اس کی فیملی نے زمین کی ساری دولت اپنی عیش و عشرت اور فضول کاموں میں لگا دی گھر کے کچے مکان تھے وہ شروع کئے تھے وہ درمیان میں ادھورے رہ گئے گاڑی تھی وہ بھی حسن رضا نے بیچ دی پیسے تو وہ پہلے ہی شراب کباب میں ختم کر چکا تھا ہوا یوں کہ زمین کے سارے پیسے خرچ ہو گئے زمین بھی گئی اور ہاتھ بھی کچھ نہ آیا صرف چند دن کی انجوائے منٹ کے حسن رضا اور اس کی فیملی ایک بار غریب ہو گئے تھے بلکہ غریب ترین ہو گئے تھے لوگوں سے قرض لے لے کر مقروض ہو گئے اتنے تنگ ہو گئے کہ کھانے کے پیسے بھی دو وقت کی روٹی میسر نہیں تھی حسن رضا کی بہن کی شادی ہونے والی تھی لڑکے والوں نے انکار کر دیا ایک جگہ پھر بات ہوئی وہاں سے بھی انکار ہو گیا اور وہ گھر میں بیٹھ گئی۔ حسن کی ماں نے میرا رشتہ قبول نہیں کیا تھا اس کی بیٹی کا رشتہ بھی ختم ہو گیا قدرت کا کیسا انصاف تھا پھر میری سسٹر جس کا رشتہ ٹوٹا تھا اس کے منگیتر نے حسن رضا سے مل کر مجھے بہت ذلیل کیا تھا مجھ پر جھوٹے الزام لگائے تھے اس کا حادثہ ہو گیا اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور وہ بیساکھی کے سہارے چلتا قدرت نے اس سے بھی بدلہ لیا اور حسن رضا سے قدرت نے ایسا بدلہ لیا کہ وہ تو جیسے پاگل ہو گیا ہر وقت دیوانوں کی طرح گاؤں کی گلیوں میں پھرتا رہتا کبھی کسی زمیندار کے گھر سے کھانا کھاتا تو کبھی کسی زمیندار کے گھر سے اس نے دولت کے نشے میں خاندان والوں سے بھی اپنے تعلق خراب کر لیے تھے اس لیے خاندان والے بھی سب اس سے نفرت کرتے تھے حسن رضا شراب پیتا تھا جوا کھیلتا تھا پیسے تو سب ختم ہو گئے مگر اب نشہ پورے کرنے کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے اس نے چوری کرنا شروع کر دی گھر کے سارے برتن چوری کر کے بیچ دیئے اور پھر ایک دن وہ چوری کرتا ہوا پکڑا گیا لوگوں نے اس کو بہت مارا بہت پیٹا لہولہان کر دیا اور میں لوگوں سے روز سنتی تھی کہ آج حسن نے یہ کیا آج اس کے ساتھ یہ کچھ ہوا ہے گاؤں سے باہر کسی سڑک پر بے ہوش پڑا ہے میں نے نماز میں سجدوں میں رو رو کر دعا مانگی تھی کہ میرے مالک مجھے سکون دے میں اب بہت سکون میں تھی مجھے اب حسن رضا سے کوئی بھی محبت نہ تھی اس نے میرے ساتھ میری محبت کے ساتھ جو کیا اس کی سزا مل رہی تھی کیونکہ جو کسی کے

ساتھ زیادتی کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ضرور زیادتی ہوتی ہے حسن رضا سے قدرت نے انصاف کیا تھا وہ دو دن کی شان و شوکت خاک میں مل چکی تھی وہ اپنے گاؤں میں اپنے خاندان میں بھکاری لوگوں کی طرح تھا مجھے اس پر ترس آتا تھا جب بھی میں اس کو کہیں دیکھتی تو اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اس سے ہر وقت رحم مانگا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں ہے

اپنی آنکھیں میں نے دہلیز پہ رکھ چھوڑی ہیں
شہر بے نام سے لوٹے گا مسافر جانے کب تک

مجھے اس پر بہت ترس آتا تھا انسانیت کے ناطے میں اپنی ایک دوست کو کھانا دے کر بھیجتی تھی کہ اس کو کھلا آؤ نجانے کتنے دنوں کا بھوکا ہو گا وہ روز جاتی وہ آنٹی تھی اس کو گاؤں میں تلاش کر کے کھانا دے کر آتی میں نے اس کے لیے کپڑے بھی دیئے جوتے بھی مگر وہ تو دن بدن کمزور ہوتا جا رہا تھا مجھے اس سے محبت نہیں ہمدردی تھی مجھے اس پر ترس آتا تھا اور پھر ایک دن ایسا بھی ہوا کہ حسن رضا نشہ کی حالت میں اس دنیا کو چھوڑ کر چلا گیا وہ رات کو ہمارے گھر کے پاس مرا تھا جہاں ہماری حویلی تھی جہاں پر ہم ملا کرتے تھے صبح ہمارے ملازم نے گھر ابو کو بتایا کہ حسن رضا جو نشہ کرتا تھا وہ ہماری حویلی کے باہر زندگی کی بازی ہار گیا ہے پھر ابو نے انسانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا اور پھر اس کو میری آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔ میری اس کے ساتھ شادی ہوئی تھی نکاح ہوا تھا مگر میں دلہن نہ بن سکی اور وہ دلہا۔ وہ سہروں کی بجائے کفن پہن کر دنیا سے چلا گیا۔

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کے لیے

میں حسن رضا کی قبر پر روز جاتی تھی اور پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتی تھی اور ہر جمعرات کو اس کی قبر پر ایک چراغ بھی اپنے ہاتھوں سے جلا کر آتی تھی زندگی میں کچھ بھی نہیں تھا میرے گھر والے میری شادی کرنا چاہتے تھے مگر کوئی میرا رشتہ قبول ہی نہیں کرتا تھا کوئی خاندان سے نہیں ہوتا تھا کسی کو میں پسند نہیں کرتی تھی بس بچوں کو دینی تعلیم دیتی ہوں اور یہ ہی میری زندگی کا مقصد تھا اب ایک دن میری وہ سسٹر جو مجھ سے نفرت کرتی تھی وہ گھر آئی اپنے خاوند سے ناراض ہو کر اس کو میرا خوش رہنا اچھا نہ لگا تھا اس نے گھر میں شور مچا دیا کہ مقدس نے میری سونے کی انگوٹھی چوری کر لی ہے میں نے امی کو سب کچھ قسمیں اٹھا کر کہا کہ میں نے چوری نہیں کی ہے مگر میری بات پر کون اعتبار کرتا۔ شام کو ابو گھر آئے تو میری سسٹر نے رونا شروع کر دیا کہا ابو جی مقدس نے میری سونے کی انگوٹھی چوری کر لی ہے میں نے ابو سے بھی قسمیں اٹھائیں کہ ابو جان مجھے تو پتہ بھی نہیں ہے ابو نے میری ایک نہ سنی اور مجھے مارنے لگ گیا کہ نکالو کہاں ہے انگوٹھی۔ ابو مجھے پہلے بھی مارتے تھے میں ابو کے غصہ سے واقف تھی اور اپنی بہن کی بناوٹی باتوں سے بھی ابو مجھے مارنے کے لیے ڈنڈا اٹھانے گئے اور میں بھاگ کر چھت پر چڑھ گئی ابو بھی میرے پیچھے چھت پر آ گئے ابو کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا ساتھ ہی چاچا جان کا گھر تھا میں نے چھت سے چاچا جان کے گھر پر چھلانگ لگا دی اور میں بری طرح سے زخمی ہو گئی چاچا جان اور چاچی جان نے میری ابو سے جان بچائی مگر چھلانگ کی وجہ سے میری ٹانگ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے میری چاچی جان اور چاچا جان مجھے اپنی گاڑی میں ادھر ڈاکٹر کے پاس لے آئے ہیں اور میں اب آپ کے سامنے ہوں میرے گھر والے میری ماں میری جنت میرا ابو میری بہنیں کسی نے بھی میری خبر تک نہیں لی ہے مقدس جی رہی ہے یا مر گئی ہے سر یہ ہے میری داستان سر اگر آپ میری اس داستان کو لوگوں کی سماعتوں تک پہنچا دیں تو ساتھ میری چند

باتیں بھی اس معاشرے کے لوگوں تک پہنچادیں ہوسکتا ہے کہ میری کسی بات سے کسی کا کوئی فائدہ ہوجائے کسی کا ضمیر جاگ اٹھے کسی کو انسانیت کا احساس ہوجائے۔

اک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے ایک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

ماں کتنی بچوں سے پیار کرتی ہے باپ بھی پیار کرتا ہے مگر دنیا میں پھر ایسا کیوں ہوتا ہے جب بچے جوان ہوجاتے ہیں ان کو قید کردیا جاتا ہے اپنی شان وشوکت کی دیواروں میں کیوں ان کے جذبات اوراحساسات کوقتل کردیا جاتا ہے اپنے اصولوں کی خاطر میں تمام والدین سے ہاتھ باندھ کر اپیل کرتی ہوں کہ خدا کے لیے اپنے بچوں کی خوشیوں کا احترام کرنا سیکھیں اپنے بچوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کریں خون کے رشتے کیسے بدل جاتے ہیں رشتوں میں دراڑیں مت ڈالیں اور اگر انسان امیر ہے تو وہ تکبر نہ کرے اپنے بچوں پر حکم نہ چلائیں ان کو پیار سے محبت سے سمجھائیں اگر وہ کچھ غلط کرتے ہیں تو میری ماں باپ نے میرے شوہر نے میری بہنوں نے جو میرے ساتھ سلوک کیا وہ کبھی خدا کسی کو دن نہ دکھائے میرے والدین میرے سگے تھے میرے رشتے میرے سگے تھے مگر مجھ سے دشمنوں کی طرح سلوک کیا میرے اپنوں نے اور آخر میں دعا کرتی ہوں صرف اپنی حالت پر ترس کھا کر کہ خدا کسی کو عشق کا روگ نہ لگائے کسی کو کسی سے عشق نہ ہو کسی کو کسی سے محبت نہ ہو زندگی برباد ہوجاتی ہے میری تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کریں نماز پڑھیں تلاوت کریں اور تمام والدین سے بھی گزارش کرتی ہوں کہ بچوں کی خوشیوں کو عزیز رکھیں۔ آمین۔

اس شب کے مقدر میں سحر ہی نہیں محسن
دیکھا ہے کئی بار چراغوں کو بجھا کر

قارئین یہ تھی ڈاکٹر شاویز حیدر کے کلینک پر ایک زخمی لڑکی مقدس کی کہانی اس کی زبانی سنتے سنتے میری بھی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات چلتی رہی کہ ایسے بھی دنیا میں ظالم ماں باپ ہیں بہنیں ہیں بہنوں کا رشتہ تو بہت مضبوط اور جاندار ہوتا ہے بہنیں تو ایک دوسری کی محبت پر جان وار دیتی ہیں یہ کیسی بہنیں تھیں اور کیسا پیار تھا مقدس کا جس کے لیے مقدس نے اپنا سب کچھ قربان کردیا مگر اس نے اس کے پیار کی قدر نہ کی مقدس کی بے لوث محبت کو وہ سمجھ نہ سکا چند روپوں کے آنے سے اس نے اپنی محبت کو بھلا دیا میں اپنے تمام قارئین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مقدس کو کیا کرنا چاہیے اپنی اپنی رائے سے ضرور نوازنا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا آپ کی رائے مقدس تک پہنچ جائے گی قارئین آپ کو میری یہ سٹوری کیسی لگی میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں مجھے اپنے قیمتی وقت میں سے صرف ایک منٹ دے دینا مجھے ایک منٹ کی کال یا میسج کرکے ضرور بتانا کہ آپ کو میری یہ کاوش کیسی لگی امید ہے آپ کو تمام لوگوں کو پسند آئی ہوگی میں اپنی یہ سٹوری اپنی پیاری اور سویٹ کزن نایاب ملک۔ قراۃ العین عینی۔ رخسانہ ملک اور ملک شاویز حیدر کے نام کرتا ہوں میری ڈھیروں محبتیں اپنے خاندان اور اپنے والدین کے نام اور نیک دعائیں پیارے پاکستان کے نام اور ان لوگوں کے لیے بہت بہت سلام جو اس ملک سے دور ہیں کسی اور ملک میں ہیں میرا دونوں ہاتھوں سے سلام پہنچے۔

شب بھر میں سارے شہر کے شیشے چٹخ گئے
جاتے ہوئے یہ برف کے موسم نے کیا کیا
دسمبر کی آخری شب نہ پوچھ کس طرح گزری
یہی لگتا تھا وہ ابھی ہمیں پھول بھیجے گا
آپ کی دعاؤں کا محتاج۔ انتظار حسین ساقی

خودداری

تحریر۔ ریاض تبسم۔ فیصل آباد۔ 0343.7677313

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آپ کی دکھی نگری میں آج پھر ایک سٹوری لے کر حاضر ہوا ہوں یہ سٹوری حقیقت پر مبنی ہے امید ہے کہ آپ اسے جلد شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے میں نے اس سٹوری کا نام۔ امتحان ہے زندگی۔ رکھا ہے یہ ایک ایسے انسان کی سٹوری ہے جو اب بہت ٹوٹ چکا ہے کامران کی خواہش ہے کہ اس کی کہانی جلد از جلد جواب عرض کے صفحات کی زینت بنے قارئین دعا کریں وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے امید ہے کہ قارئین کو یہ کہانی بہت پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آفس سے نکلتے نکلتے مجھے کچھ دیر ہوگئی بہت چاہنے کے باوجود بھی تقریبا سورج غروب ہونے کا وقت ہوگیا تھا سردیوں کا سورج بھی تو جلدا الوداع کہہ دیتا ہے میں روڈ پر آیا تو شدید ٹریفک جام کا سا ماحول تھا میں اگر کوئی رکشہ لیتا یا ٹیکسی کرواتا تو زیادہ دیر ہو جانے کا اندیشہ تھا سو میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پیدل ہی چاندنی چوک کی جانب چل پڑا سورج سارے دن کی مسافت کے بعد دور افق میں غوطہ زن ہو چکا تھا مغرب کی اذان کی آواز چارسو گونج رہی تھی سو افق پر ابھی کچھ روشنی باقی تھی۔
مجھے جلد از جلد چاندنی چوک پہنچنا تھا جہاں ریسٹورنٹ میں وہ میرے منتظر تھے میرے دوست امجد فراز اور سلیم ہم سب دوست ہر ویک اینڈ کی شام اسی جگہ ملتے دیر تک وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے پھر اپنی اپنی منزل کی طرف چل پڑتے تھے مجھے یقین تھا کہ میرے تینوں دوست وہاں موجود ہوں گے اور مجھ پر برہم بھی ہو رہے ہوں گے لیکن میں بھی کیا کرتا نوکری ہی ایسی ہے آفس سے نکلتے نکلتے کافی دیر ہوگئی تھی سوا نہی خیالات میں گم میں ریسٹورنٹ پہنچا وہ تینوں ہی کچھ دیر پہلے سے وہاں پر موجود تھے اور ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے لیکن میرے قریب جاتے ہی ان کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور یہ ہماری کمزوری بھی کہ ایک پل میں ہی سب گلے شکوے بھول جاتے تھے اسکول سے کالج اور پھر یونیورسٹی ایک لمبا عرصہ ہماری اس دوستی کے پودے کو پنپنے میں لگا تھا اس عرصہ میں بہت سے نشیب وفراز بھی آئے لیکن ہماری دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا میرے مقابلے میں وہ تینوں کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے ان کی ملازمتیں بھی اچھی تھیں ہماری ذات برادری اور زبانوں میں بھی فرق تھا لیکن ہماری سوچ ایک تھی اسی لیے ہماری دوستی قائم ودائم رہی ریسٹورنٹ ہماری ملاقاتوں کی واحد جگہ تھی جب سے ہم نے عملی زندگی میں قدم رکھا تھا ملازمت شادی بیاہ کی زنجیریں پاؤں میں پڑی تھیں اور گردش دوراں

نے ہمیں ایک دوسرے سے کچھ دور دور سا کر دیا تھا تب بھی ہم لوگ ہر ہفتے کی شام ریسٹورنٹ میں ملتے تھے ویسے بھی ہم نے کافی سالوں تک اس ریسٹورنٹ میں شاعری ادب تاریخ سیاست اور سائنس پر بحث مباحثے کرتے گزارے تھے کبھی بڑے بڑے قہقہے لگائے تھے اور کبھی کبھی تو ایک دوسرے کو گلے سے لگا کر رو بھی دیئے تھے ریسٹورنٹ میں دیر تک بیٹھنے کے بعد ہم لوگ اٹھے اور ریسٹورنٹ سے باہر آ گئے میں نے سڑک کے پار دیکھا جہاں امجد کی موٹر سائیکل فراز کی کار اور سلیم کی کیری کھڑی تھی تب میں نے اپنی ٹانگوں کی طرف دیکھا تو میرا سر کچھ تن سا گیا چاندنی چوک شہر کا بھی مین چوک ہے وہاں سے ہم سب کے راستے الگ الگ ہو جاتے تھے ان تینوں نے میری طرف دیکھا میں نے مسکراتے ہوئے انہیں الوداع کہا وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے سڑک پار کر کے اپنی اپنی گاڑیوں پر سوار ہو کر اپنی اپنی منزل کو چل دیئے میں کچھ دیر وہاں کھڑا رہا اور وہ دنیا دکرتا رہا جب وہ مجھے اپنے گھر تک چھوڑنے کے لیے زور دیتے لیکن میں انہیں منع کرتا اس لیے کہ آگے چل کر وہ مجھے بوجھ نہ سمجھنے لگ جائیں میں نے اپنے وجود کو ٹٹولا کہ کہیں کوئی احساس محرومی تو نہیں ہے لیکن نہیں اس کے برعکس ایک احساس خودداری تھا جس نے میرے سر کو اونچا کر دیا دوستی کچھ لینے کا نہیں کچھ دینے کا نام ہے اور دوستی اسی حالت میں قائم رہتی ہے کہ دوست کو کبھی کسی آزمائش میں نہ ڈالا جائے لیکن خود کو ہر آزمائش کے لیے تیار رکھنا چاہیے میں نے کچھ دیر سرد ہواؤں کو اپنے اندر جذب کیا اور آہستہ آہستہ پیدل ہی اپنے گھر کی جانب چل دیا ایک عجیب سے احساس کے ساتھ۔۔۔

اک عادت سی

اک عادت سی ہو گئی ہے
اب ہمیں کسی کا انتظار نہیں

تم ہوئے دور تو یہ راز کھلا
اب ہمیں زندگی سے پیار نہیں
غیر سے کس طرح کریں شکوہ
دوست ہی جب وفا شعار نہیں
دور رہ کر عجیب بے چینی ہے
قربتوں میں بھی قرار نہیں
روز و شب تیرا انتظار ہے
کیا کبھی میرا پیار نہیں
کہہ رہا تھا وہ زندگی مجھ کو
کیا اسے میرا اعتبار نہیں
آج پھر بے قرار ہو نیازی
کیا تمہیں اپنے دل پہ اختیار نہیں

اقراء بٹ۔راولپنڈی

کس قدر معصوم سا لہجہ تھا اس کا
دھیرے سے جان کہہ کر بے جان کر دیا

شاہد نواز۔گوجرہ

اتنی محبت نہ کرو کہ بکھر جائیں ہم
تھوڑا سا اتنا بھی کرو کہ سدھر جائیں ہم
اگر ہو جائے ہم سے خطا تو ہو جانا خفا
مگر اتنا بھی نہیں کہ مر جائیں ہم

لعل شاہ رخ خان۔کرک

ٹھوکریں مار کر محفل سے نکالتے ہیں مجھے
اور اک پاؤں سے دامن بھی دبا رکھا ہے

عفیفہ عندلیب۔علی پور چٹھہ

اس کو تو کھو دیا ہے اب نجانے کس کو کھونا ہے
لکیروں میں جدائی کی علامت ابھی باقی ہے

محمد وقاص احمد حیدری۔سہنگل آباد

مت دے دعا کسی کو اپنی زندگی لگ جانے کی
یہاں کچھ لوگ اور بھی ہیں جو تیری زندگی کی دعا کرتے ہیں

اے ذی کنول۔کھچرہ

برسوں بعد اس شخص کو دیکھا اداس اور پریشان
شاید اُسے مجھ سے بچھڑنے کا غم آج بھی ہے

سونیا قادر۔ززیال

نفرتوں کی آگ

تحریر۔ ایم ٹی طوفی

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں ایک بار پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفائی دفا کہانی ہے اگر آپ چاہئیں تو اس کہانی کو کوئی بہتریں عنوان دے سکتے ہیں
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

قارئین میرے پاس بہت سی کہانیاں ہیں لکھنے بیٹھوں تو دن رات لکھ سکتا ہوں۔ لیکن پہلے اپنی کہانی لکھنے لگا ہوں آپ مجھے بتائیں کہ میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

میرے ساتھ ناانصافی کی حد ہوئی ہے ظلم کی انتہا ہوئی ہے تمام پڑھنے والے اپنی ضمیر کو جج بنا کر میری یہ کہانی پڑھنا آپ کا میرے اوپر بہت بڑا احسان ہوگا میرے ساتھ عدل نہیں ہوا ہے بہت عرصہ ہو گیا ہے ایک رات بھی میں سکون سے نہیں سویا ہوں نیند کی گولیاں کھا کر کبھی کبھی سو جاتا ہوں بہت چھوٹی سی عمر میں گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے میں اپنے چچا کے گاؤں گیا چچا کی بیٹی نوتی سرسوں کا ساگ اور مکئی کی روٹی لے کر آئی کہا بھئی صاحب ناشتہ کر لیں میں نے کہا آپ بھی میرے ساتھ کھا لو کمرے میں دوسرا کوئی نہیں تھا اچانک ایک لقمہ نوتی نے میرے منہ میں ڈال دیا میں نے اس کے منہ میں لقمہ دیا آنکھوں ہی آنکھوں میں پیار کی باتیں ہوئی میں نے کہا چاند سا چہرہ جس کو دیکھ کر چین ملا ہے تم آج کے بعد صرف میری ہو ورنہ میری نبض رک جائے گی ہوش وحواس گنوا بیٹھوں گا پیار سے نوتی نے کہا نوتی آج کے بعد صرف آپ کی ہے مشکلات کا پہاڑ سر کر کے یہ میری زندگی کی ساتھی بنی نوتی سے میری تین بیٹیاں پیدا ہوئیں غیمہ سنبھی اور آپی میں کویت آ گیا میں نے نوتی کی ماں سے بدسلوکی کی وجہ سے نوتی کو طلاق دے دی اور کویت واپس آ گیا کویت کی بہت بڑی بلکہ سب سے بڑی کمپنی میں نوکری کرتا تھا پیسہ کھلا تھا جلدی پاکستان گیا ہاتھوں میں تین ہیرے کی انگوٹھی گلے میں وزنی گولڈ کا چین ہاتھوں بھی گولڈ کا چین سونے کے فریم والی عینک اپنے رشتہ داروں اور غیروں کے رشتوں کی بارش ہو گئی میں نے صاف کہہ دیا میں نے شادی نہیں کرنی موت سے پہلے ماں بول گئی تھی بیٹا طوفی میں بائی پاس اپریشن ہی نہیں کروائی اگر تم شادی کے لیے راضی نہ ہوا آخر نے کہا تیری تین بیٹیاں ہیں اللہ تم کو بیٹا دے گا اگر شادی کر لی وہ وعدہ کیا

گھر والوں کی دعاں کا اپریشن ہوا ماں فوت ہوگئی میری پھوپھی کی سب سے چھوٹی بیٹی نائیلہ کو میرے ساتھ پیار ہوگیا اور اپنا رشتہ گھر بلا کر دوسری جگہ سے تڑوا کر بولا میں نے شادی طوفی سے کرلی ہے میں اور میری بہن نائیلہ کی بڑی بہن کے پاس لاہور آئے مشورہ کیا اس نے نائیلہ کی بہن نے بولا رشتہ ہمارے گھر بھی دیکھ سکتے ہو میں نے بہن کو بولا کہ چلو نائیلہ کے گھر جا کر رشتہ کی بات کرتے ہیں میری دوائی کی ٹیوب لاہور ہی رہ گئی تھی نائیلہ کی سب سے بڑی بہن جو دوائی کی ٹیوب لینے لاہور بھیجا دوائی کی ٹیوب کھولی تو اس میں فطی کا لو لیٹر نکلا لاہور والی باجی کی بیٹی فطی کا خط یہ تھا جو میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

کیوں چپکے سے وہ لوگ اتر جاتے ہیں دل میں
جن سے ہماری قسمت کے ستارے نہیں ملتے

تیرے نظر بھی مجرمن کی
خوشبو کی طرح ہوا میں مہکو
یہ میری نہیں میرے دل کی دوا ہے
تو چاند ستاروں میں مہکو
جوگیوں کو جوگ والا روگ لگ جاتا ہے
عاشقوں کو عشق والا روگ لگ جاتا ہے
تیرے جانے کے بعد بہت اداس تیری
آئی لو یو تم ہے آپ یہ کسی کو نہیں دکھانا میں نے

رات کو میری بہن کی نائلہ کے ساتھ رشتے کی بات پکی ہوگئی ہے یہ لو لیٹر میں نے بہن کو دکھایا اور کہا کہ میں نے نائلہ سے شادی نہیں کرنی ہم لاہور آگئے اور میں نے فطی کو اپنی ہونے والی بیوی سمجھ کر دیکھا میرے دل کی چاندنی میرے ویران دل کی بہار میرے جیون کی خوشبو میرے خوابوں کی تعبیر میری جنت کی شہزادی فطی بالکل میرے سامنے تھے فطی جان آپ کا خط پڑھ کر میں آپ کے پاس آیا ہوں جان جگر میری محبت کا چشمہ کبھی خشک نہ ہوگا میں زمانے بھر کی رکاوٹیں عبور کر کے تمہیں اپنی بیوی بناؤں گا اور جتنی بڑی قربانی دینی پڑی میں تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوں میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دوں گا شادی کے بعد میں تمہیں اپنی پرستش کروں گا اتنی خدمت کروں گا دنیا عش عش کر کے اٹھے گی میں دنیا کا خوش قسمت انسان ہوں مجھے میرا آئیڈیل مل گیا ہے میں گھر آیا فطی سے آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں کیں گھر جا کر میں نے ڈائری کھولی ہر صفحے پر فطی سے پیار کا اظہار کیا تھا اس کے ساتھ شادی نہ کی تو خودکشی کی دھمکیاں دی تھیں چھوٹا سا بیگ کھولا تو اس میں فطی کے لو لیٹر تھے تل تھا رمضان قریب تھا میں نے فطی کے تمام گھر والوں کی افطار پارٹی کا پروگرام بنایا گھر کے ہر فرد کو لازمی لانا تاکید کی تاکہ فطی بھی آجائے میں نے فطی کے لیے ایک خط لکھا تھا پارٹی پر آنے پر دینے کے لیے ایک ایک لفظ پیار میں ڈوبا تھا۔

فطی میری زندگی۔

اسلام علیکم۔ جب سے تمہیں اور تمہارے لمبے لمبے کالے بال اور چاند سا چہرہ دیکھا ہے تمہاری شوخی ملوتی حسن نے میرا احترام کیا ہے میں وہ نہیں رہا ہوں جو تمہیں دیکھنے سے پہلے تھا میں وہ نہیں رہا جو ہمیشہ مسکراتا تھا میں وہ نہیں رہا جو شور غل کو پسند کرتا تھا بلکہ میں تمہاری جادو بھری نظروں کا تیر کھا کر بالکل بدل گیا ہوں اب تمہارے سوا میری سوچوں میں اور کوئی نہیں بستا تم نے مجھے بالکل بدل دیا ہے میں چوبیس گھنٹے تمہارے تصورات کے دریا میں غوطہ زن رہتا ہوں مجھ پر ترس کھاؤ دل سے تسلی دو تم نے اگر بے وفائی کی تو میرا دل کرچی کرچی ہو جائے گا میری جھڑکیں اور بت چھوٹ جائیں گی میری لیے تم نہ اس جیون میں کوئی رنگینی نہیں رہی تم نہ اس دھرتی پر اب کوئی پھول نہیں رہا تمہارے بغیر میری سوچیں مردہ ہیں میری امنگیں نجر ہیں تمہارے بغیر میں جینا محال سمجھتا ہوں میں نے سچے دل سے تمہیں اپنی بیوی تسلیم

کرلیا ہے اس لیے دیے کی مانند ہر وقت جلتا رہتا ہوں تم نے مجھے نہ جانے پر مجبور کر دیا ہے تم نے کھل کر اظہار نہ کیا تو میں خودکشی کرلوں گا اس خط کا جواب نہ آیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہاری نظروں سے دور چلا جاؤں گا اس دکھ بھری زندگی کا خاتمہ کرلوں گا صرف تیرا اور کسی کا نہیں نہ طلبی۔

افطار پارٹی پہ گھر کے تمام افراد آئے تھے فطین بھی آئی تھی وہ پارٹی میری زندگی کی سب سے ولولہ انگیز تھی جہاں میری زندگی کا پیار میری چاہت فطین بھی آئی ہوئی تھی اس پارٹی میں اس دن فطین کا اور فطین کی خالہ راحت کا بیٹے کھانے کا مقابلہ ہوا فطین کے بھائی شعیب تو میں نے ویڈیو بنائی بیٹے کھانے کا مقابلہ میں نے جیت لیا رات کو سب سے چھپ چھپ کر فطین اور میں چھت پر گئے یہ ہماری ملاقات دو گھنٹے کی رہی ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں دوسرے دن فطین کو دیکھنے کے لیے فطین کے گھر گیا فطین کے ساتھ گوشت پلاؤ اور مزے دار کھانے کھائے فطین نے سب سے چھپ کر بہت سارے لیٹر مجھے دیئے میں نے کوئیکا انداز میں لکھ کے لفافے دیئے اور ہم جلدی جلدی اپنے پرس آنکھ کویت سے چھٹی پہ آئی اسے ملی جیب اور کویت آ گیا

غزل

لکھ کے نام تیرا مٹا دیتے ہیں اکثر

خود کو شب و روز بھی سزا دیتے ہیں اکثر

حد سے زیادہ جب یاد ستاتی ہے آ کر ان کی

چپکے چپکے خوب آنسو ہم بہا دیتے ہیں اکثر

دل کی دھڑکن کو رکھ کر قابو میں اے وزیا

تجھے داستان ہجر ہم سنا دیتے ہیں اکثر

اک مدت ہوئی ہے درکار جس کو جلاتے ہیں دوست

اک میں آس کی شمع وہ بجھا دیتے ہیں اکثر

ان کی یہ خاموشی پیش خیمہ ہے کسی طوفان کا

ہے بات کوئی ضرور جو ہم سے چھپا دیتے ہیں اکثر

مرے مرنے کی دعا ہے ہونٹوں پہ جن کے

ہم جیسے کی ان کو دعا دیتے ہیں اکثر

ابر ہو جاتی ہے خطا کبھی میدان محبت میں

وہ ہم کو سر بازار کر رسوا دیتے ہیں اکثر

ابراز احمد ابر۔ کلر سیداں

دعا

جب تک جیو تم

ہر سانس میں صندل مہکے

تیرا رستہ ہے روشن

سندر اجلی چاندنی سے

تیرا گھر رہے تابندہ

خوشی کا سورج ہر صبح

تیرے گھر میں آنکھیں کھولے

جب تک تو رہے زندہ

صائمہ جی

غزل

یوں محبت میں شب و روز گزارے ہم نے

نام سنے کے تیرا صدقے اتارے ہم نے

ان پہ عائد جو ہوئے پیش خدا حشر کے دن

اپنے سر سنے لئے الزام وہ سارے ہم نے

لطف تو جب ہے اسی لہر پہ بہتے جائیں

عہد جو کچھ کیے روز کنارے ہم نے

راغب ہی نہ ہو کوئی ہماری جانب

گو احتشام آج لاکھ اشارے کیے ہم نے

محمد احتشام ہاشمی۔ کلاسیہ اور کزانی

غزل

تم مجھ سے روٹھ جاؤ ایسا کبھی نہ ہو

میں ایک نظر کو ترسوں ایسا کبھی نہ ہو

آئیڈیل کی موت

تحریر۔ رفعت محمود۔ راولپنڈی۔ 0300.5034313

محترم جناب شہزادہ التمش صاحب۔

سلام عرض۔امید ہے خیریت سے ہوں گے۔

وہ دور بھی کیا دور تھا جب سب رشتے ناطے خلوص کے پجاری ہوتے تھے سب ایک ہی جگہ رہ کر پیار و محبت کے گیت الاپتے تھے ہر ایک کے دکھ درد بانٹنا انکا شیوہ ہوتا تھا اب تو نفسا نفسی کا عالم ہے سب رشتے ناطے پیسے والوں کے ہوگئے ہیں جس کے پاس پیسہ ہے سب اسی کی عزت کرتے ہیں دولت نے انسان کو اندھا کردیا ہے غریب تو غریب تر ہوتا جارہا ہے اسے اپنے گھر کے مسائل سے ہی فرصت نہیں ملتی وہ دوسروں کے بارے میں کیا سوچے گا مہنگائی نے اس کا جینا مشکل کیا ہوا ہے وہ بڑی مشکل سے اپنے بچوں کا پیٹ پال رہا ہے۔

اس بار جواب عرض کے لیئے اپنی ایک نئی کہانی آئیڈیل کی موت بھجوا رہا ہوں کیسی ہے اس کا فیصلہ آپ نے اور قارئین نے کرنا ہے۔میری گذشتہ شائع ہونے والی کہانیوں پر ہزاروں کالیں مجھے موصول ہوئی اور ابھی تک ہو رہی ہیں ہر کوئی مجھے ہر بار لکھنے کو کہہ رہا ہے۔اور میں کوشش کر رہا ہوں کہ ان کی خواہشات پر پورا اتروں۔اور میری کوشش ہوتی ہے کہ جواب عرض کے لیے ایسی ایسی کہانیاں لکھوں جس میں سبق ہو جس میں وہ کچھ ہو جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے۔

جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں ۔مقامات اور واقعات بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔آخر میں جواب عرض کے تمام سٹاف۔آپ کو اور خصوصاً قارئین کو دل سے سلام عقیدت۔

فائزہ نے کالج سے آکر کتابیں الماری میں رکھیں اور برقعہ اتارنے لگی اس کی چھوٹی بہن سامنے کھڑی اسے شریر نظروں سے دیکھ رہی تھی اور منہ پر ہاتھ رکھے اپنی بے ساختہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی فائزہ کو اس کی اس حرکت پر اچانک غصہ آگیا۔

باجی آپ کیوں غصہ میں ہیں اور یہ کیا کھی کھی لگا رکھی ہے اتنی بڑی ہوگئی ہو ابھی تک تمیز نہیں آئی اور ہاں کل گھر میں کچھ مہمان آرہے ہیں۔

ہوں مہمان آرہے ہیں تو اس میں کون سی نئی بات ہے فائزہ نے بہن کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

باجی پوری بات تو آپ سنتی ہی نہیں ہو وہ ابو کے دوست ہیں ناں ان کے بیٹے ڈاکٹر ہیں فرحت نے آہستہ سے کہا۔

ڈاکٹر ہیں تو ہوا کریں ہمیں اس سے کیا مطلب ہے فائزہ چڑ کر بولی۔

ارے واہ باجی وہ بوئی مطلب کیسے نہیں ہے یہی مطلب والی بات تو آپ کو بتا رہی ہوں کل ابو کے دوست گھر سے چند عورتیں تمہیں ڈاکٹر

صاحب کے لیے پسند کرنے آ رہی ہیں۔

چل بھاگ یہاں سے بڑی آئی مطلب سمجھانے والی فائزہ اسے مارنے کے لیے دوڑی اور وہ ہنستی ہوئی تیزی سے بھاگ گئی۔

فائزہ بیٹی۔۔شام کو چائے پیتے ہوئے امی نے اس سے کہا کل یہاں چند مہمان آ رہے ہیں صبح اٹھ کر کمرے کو اچھی طرح صاف کر دینا اور نئی چادریں بچھا دینا۔ فائزہ کی نظریں فرحت کی شرارت سے چمکتی ہوئی نظروں پر پڑی تو وہ تپ گئی اور چائے کا بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے منہ بنا کر نظریں دوسری طرف پھیر لیں۔

باجی کیا چائے نمکین ہے۔۔۔ فرحت شرارت سے بولی۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ فائزہ نے چونک کر اس سے پوچھا۔

کیا پھر سے مطلب سمجھاؤں۔فرحت نے ہنس کر کہا۔

فائزہ نے قہر آلود نظروں سے اس کی طرف دیکھا لیکن خاموش رہی فائزہ اور فرحت دونوں بہنیں ایک دوسرے سے الگ طبیعت کی مالک تھیں فائزہ سیکنڈ ائیر کی طالبہ تھی اور فرحت میٹرک میں پڑھتی تھی فائزہ کی طبیعت میں سنجیدگی تھی اور فرحت کی طبیعت میں شوخی شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہر روز فرحت کی نئی نئی شرارتوں نے فائزہ کا ناک میں دم کر رکھا تھا کبھی کبھی تو وہ اس کی شرارتوں سے تنگ غصہ میں آ جاتی دوسری صبح فائزہ جاگی تو اسے فرحت کے گانے کی آواز سنائی دی۔

آئے ہو ابھی بیٹھو تو سہی
جانے کی باتیں جانے دو
دل قابو میں آنے دو
دل کو گواہ بنا کر پیار کی قسمیں کھا بیٹھے

وہ مسکراتے ہوئے اٹھ بیٹھی فرحت ایک دم ہی اس کے قریب آ گئی۔

او ہو باجی آج تو موڈ بڑا اچھا ہے کیا خواب میں ڈاکٹر صاحب نظر آئے تھے۔۔۔ وہ اسے تنگ کرتے ہوئے بولی۔

فرحت۔وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔تو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے گی وہ اسے منہ چڑاتی ہوئی بھاگ گئی۔

فائزہ خاموشی سے کتابوں سے کھیل رہی تھی دونوں ہاتھوں کو چہرے میں تھام کر وہ ایک دم سوچوں میں گم ہو گئی ڈاکٹر میرا آئیڈیل۔میرے تخیل کا مرکز تو کیا یہ سچ ہے کہ میرے حسین خوابوں کی تعبیر بھی پوری ہوگی میرا آئیڈیل مجھے مل جائے گا اس نے اپنی آنکھیں موندھ لیں تصور میں اس نے اپنے سامنے ایک خوبصورت ڈاکٹر کو کھڑے دیکھا۔

باجی کب تک ڈاکٹر صاحب کے مراقبے میں بیٹھی رہو گی ناشتے پر انتظار ہو رہا ہے فرحت اس کے سامنے ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی

فرحت کی آواز نشتر بن کر فائزہ کے دل میں اتر گئی۔فائزہ نے تڑپ کر آنکھیں کھول دیں اور دھیرے سے بڑبڑائی

یہ لڑکی ہے یا شیطان کی خالہ ہے

۔بات فرحت کے تیز کانوں تک پہنچ گئی۔

جی باجی کون ہے شیطان کیا یہ لقب ڈاکٹر صاحب کو دیا جا رہا ہے۔ فائزہ نے ایسی نظروں سے اسے دیکھا جس میں بے چارگی اور بے بسی موجود تھی گھر کی صفائی کے بعد فائزہ ایک تنقیدی نظر سے گھر کی سجاوٹ کو دیکھ رہی تھی تمام چیزیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک تھیں اتنے میں اس کی امی کمرے میں داخل ہوئی گھر کی صفائی اور سجاوٹ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

فائزہ بیٹی ۔ وہ اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی ۔ اب تو گھر کا کام مکمل ہوگیا ہے اب ذرا جلدی سے تیار ہو جاؤ مہمانوں کے آنے کا وقت ہوگیا ہے ۔ امی کی باتیں سن کر اس کے کانوں میں شہنائیاں بجنے لگیں ۔ اور وہ شرما کر رہ گئی فائزہ نہا کر باہر نکلی تو اس کی امی کمرے میں آئی ۔

فائزہ یہ تو نے کیا پہن رکھا ہے ۔۔۔ وہ ایک بھڑک کر بولیں ۔

امی وہی جو روز پہنتی ہوں اس نے پھولوں والی قمیض پر نظر ڈالتے ہوئے کہا ۔

اے لڑکی عقل کے ناخن لے اس کی امی نے اسے کہا وہ لوگ تجھے دیکھنے آرہے ہیں اور تو اس لباس میں ان کے سامنے جائے گی ۔ فائزہ یہ سن کر کٹ کر رہ گئی اور اس کی نظریں فرش کی سیاہ وسفید رنگوں کی ٹائلوں میں مدغم ہوگئیں ۔

بیٹی ۔ اس کی امی نے نرمی اختیار کرتے ہوئے کہا وہ میرون جو سوٹ تم نے لیا تھا وہی پہن لو ۔

امی کیا انسان کی عظمت کا اندازہ لباس کی قیمت سے لگایا جاتا ہے کیا سادہ لباس انسان کی عظمت کو گھٹا دیتا ہے ۔ قیمتی لباس سے انسان کے وقار میں عظمت آجاتی ہے ۔

اے لڑکی یہ تو بیکار کی باتیں لے بیٹھی ہے تیرا دماغ چل گیا ہے امی غصہ سے بولیں ۔

امی دنیا اب بہت ترقی کر گئی ہے اب ہر طرف تعلیم کی روشنی پھیل چکی ہے لوگ جتنی زیادہ تعلیم حاصل کرتے ہیں انکی طبیعت میں اتنی ہی وسعت آجاتی ہے تعلیم انسان کے دل کی آنکھیں کھول دیتی ہیں جہالت کا دور اب ختم ہو چکا ہے جب لوگ کسی انسان کے باطن سمجھنے سے محروم تھے اب تو لوگ سادگی کو زیادہ پسند کرتے ہیں چہرے پر میک اپ کرنے سے انسان کی اصلیت چھپ نہیں سکتی ۔

اف لڑکی میرا دماغ نہ چاٹ جو تیرا دل چاہے پہن میں کچھ نہیں بولتی یہ کہتے ہوئے امی باورچی خانے کی طرف چل دیں ان کے جاتے ہی فرحت دوڑ کر کمرے میں آگئی ۔

باجی زندہ باد ۔ وہ ہاتھ اوپر کرکے بولی ۔ شمع علم زندہ باد کیا خوب باتیں کی ہیں آپ نے امی سے ۔

فائزہ اپنی اس جیت پر بے حد خوش تھی وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر اپنا آپ دیکھنے لگی کہ باہر گاڑی کی آواز سنائی دی ۔ اس آواز کے ساتھ ہی فائزہ کی امی باورچی خانے سے نکل کر مہمانوں کے استقبال کے لیے آگے بڑھیں اور فائزہ فوراً باورچی خانے میں گھس گئی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں اور چہرے پر حیا کی سرخی پھیل گئی ۔ اپنے حکم کے مطابق اسے کو ہی چائے کی ٹرے لے کر مہمانوں کے سامنے جانا تھا وہ شرماتی اسکے سامنے گئی اور چائے میز پر لگانے لگی چائے لگانے کے بعد وہ خود بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی وہ چپ چاپ بیٹھی اپنے ہاتھوں کو مروڑتی رہی تھوڑی دیر کے بعد مہمان چلے گئے لیکن فائزہ کو ایک انجانی دھڑکن اور انتظار کی لذت سے آشنا کر گئے ۔

کئی روز گزر گئے لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اس دوران فائزہ نے کتنے حسین خواب دیکھے اور ارمانوں کے کیسے کیسے محل سجائے ڈاکٹر کامران کے خیالی پیکر کو اپنے من مندر کا دیوتا بنا کر کس کس انداز سے نہ پوجا ۔

اتوار کا دن تھا فائزہ جواب عرض کا مطالعہ کر رہی تھی مگر سوچوں میں نجانے کیا کیا بن رہی تھی کل میری دوست مونا کہہ رہی تھی کہ آئیڈیل ملا

نہیں کرتے تو میرا آئیڈیل کیا اس کے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکی اس کی آنکھوں کے سامنے اشکوں کے دبیز پردے حائل ہوگئے اور پھر آنسوؤں کے موتی اس کے رخساروں پر پھیلنے لگے لیکن وہ پھر اپنے آئیڈیل کے سندر سپنوں میں کھوگئی دوسرے دن جب فائزہ کالج سے آئی تو گھر کے ماحول پر ایک پراسرار اداسی چھائی ہوئی تھی ہر فرد کے چہرے پر سوگواری کے اثرات نمایاں تھے امی رو رہی تھیں سب کی آنکھیں ویران سی تھیں فائزہ کا دل کسی انجانے خوف سے ڈوبنے لگا۔ فائزہ نے اشارے سے فرحت کو اپنے کمرے میں بلایا۔ اور اس سے اس اداسی کا سبب پوچھا۔ تو فرحت نجانے کب سے آنسو ضبط کئے ہوئے تھے ایکدم اس کے گلے لگ کر بچوں کی طرح رونے لگی فائزہ بے حد گھبرا گئی

فرحت۔۔ اس نے اس کو اپنے گلے سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

مجھے بتاؤ کیا بات ہے یہ تم کیوں رو رہی ہو۔

فائزہ۔فرحت سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔ خوشیاں ہمارے گھر آتے آتے لوٹ گئی ہیں غریبوں کے گھروں میں خوشیاں نہیں غموں کے سمندر آتے ہیں

فرحت سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ فائزہ اس کی باتوں سے اور بھی پریشان ہوکر بولی۔

باجی ۔فرحت نے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا تمہاری باتیں غلط ثابت ہوئی ہیں اگرچہ زمانہ ترقی کرگیا ہے لیکن انسان کی دلکشی سے چکا چوند آنکھیں باطنی حسن کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں آج کل کی دنیا میں دولت ہی سب کچھ ہے اگر آج ہمارے پاس دولت ہوتی تو یہ جو آج ہمارے گھر اداسی کا غبار چھایا ہے اس کی جگہ خوشیاں ہی خوشیاں ہوتیں ۔ ہمارے دروازے پر بھی شادیانے بجتے اور۔۔اور اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آواز بھرا گئی اب اصل بات فائزہ کی سمجھ میں آگئی تھی ڈاکٹر کامران پر بھی دنیاداری غالب آگئی تھی وہ بھی دولت کی جھوٹی شان وشوکت پر جھک گئے تھے فائزہ کا دل ڈوب سا گیا تھا آنکھیں خشک ہوگئی تھیں وہ بے حس و حرکت پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی فرحت بہن کی حالت دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

باجی ۔اس نے اسے پکڑ کر زور سے ہلاتے ہوئے کہا فائزہ بولو کچھ تو کہو تمہیں کیا ہوگیا ہے۔فائزہ کا سر ڈھلک کر اس کے سینے سے جالگا اور پھر فرحت کی چیخ وپکار سن کر اس کی امی اور ابو بھاگتے ہوئے آئے فرحت فائزہ کا سر اپنی گود میں لیے بیٹھی تھی فائزہ کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا لیکن اس کی نبض چل رہی تھی اس کے ابو جلدی سے ڈاکٹر کو بلانے چلے گئے۔

باجی فائزہ فرحت اس کے رخساروں کو ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی ہم غریبوں کی بھی ایک دن صبح ہوگی دنیا میں کسی کے دن ایک جیسے نہیں رہے ہیں دولت تو ایک ڈھلتی چھاؤں ہے ہمیں بددل نہیں ہونا چاہیئے یہ ہماری رات کا آخری پہر ہے دیکھو دیکھو فائزہ دور افق پر اب ہماری صبح کی سفیدی نمودار ہونے کو ہے ہماری دنیا میں بھی صبح کی روشنی نمودار ہوگی۔ خدارا آنکھیں تو کھولو اتنے میں ابو ڈاکٹر کو ساتھ لیے کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا مریضہ کے دل پر اچانک کوئی سخت صدمہ پہنچا ہے جس وجہ سے انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور یہ بے ہوش ہوگئی ہیں ایسے ہارٹ اٹیک فیل بھی ہوسکتا تھا پھر بھی ان کی زندگی خطرے میں ہے میں انہیں بچانے کی پوری کوشش کروں گا آپ لوگ بھی ان کی زندگی کے لیے دعا کیجئے۔ آگے جو خدا کو منظور

ہوا۔
چھوٹے چھوٹے معصوم بھائی بوڑھے والدین سب آنکھوں میں آنسو لیے ہاتھ اٹھا کر فائزہ کے لیے دعائیں مانگ رہے تھے آخر ایک گھنٹے کی ڈاکٹر کی کوشش اور سب کی دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا فائزہ کی بند آنکھوں میں حرکت ہوئی اور پھر دھیرے دھیرے اس نے آنکھیں کھول دیں چاروں طرف گھر کے تمام افراد نگاہوں میں امید کا دیا جلائے کھڑے تھے لیکن امید کا یہ دیا ایک بار پھر بھڑک کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

فرحت۔ فائزہ کے ہونٹ کانپے اور لرزتی ہوئی آخری آواز نکلی۔ آئی۔ ڈی۔ ایل۔ ملا نہیں کرتے بلکہ آئیڈیل کی ہمیشہ موت ہوا کرتی ہے میں میں جا رہی ہوں فرحت تم میرے بعد رونا نہیں۔ امی۔ اور چھوٹے بھائیوں کو بھی رونے مت دینا خدا حافظ۔

اس نے سب پر آخری نگاہ ڈالی اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے منہ موڑ گئی اس بے حس دنیا سے دور چلی گئی جس میں دولت کے آگے انسانیت اخلاق اور خلوص ومحبت کے سب ناطے دھندلا جاتے ہیں یہاں دولت ہی عزت ہے اور دولت ہی عظمت ہے باقی سب رشتے غرضی ہیں۔

آئیڈیل کی موت

نظم

زندگی برباد ہو جاتی ہے کسی سے محبت نہ ہو اگر
تو کوئی فرق نہیں پڑتا زندگی گزر ہی جاتی ہے
آہستہ آہستہ خوشی میں غم میں
محبت ہو جائے اگر صنم جو کرے وفا
ساتھ نبھائے سدا تو پھول کھلتے ہیں اکثر
دوست ملتے ہیں اکثر

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

شکوہ، جواب شکوہ (نظم)

یوں فیل جو کرنا تھا پہلے سے بتا دیتے
ہم ساری کتابوں کو چولہے میں جلا دیتے
کوشش تو بہت کی تھی، ناکام ہوئے آخر
ہاں پاس تو ہو جاتے جو نقل کرا دیتے
پرچے جو ملے ہم کو سب خالی دیے ہم نے
اے کاش صفائی کے نمبر ہی دلا دیتے

(جواب شکوہ)

یوں فیل جو ہونا تھا پہلے ہی بتا دیتے
اب سے کہا ہوتا ٹھیلا ہی لگا دیتے
نقل تو کی تم نے مگر غلط جوابوں کی
کوشش تو بہت کی تھی ناکام ہوئے پھر بھی
ہم پاس تو کر دیتے جو عقل لڑا لیتے
پرچے جو ملے تم کو سب خالی دیے تم نے
کاش ایسا ہی اے ریجھے ہی بتا دیتے

ایاز نعیم ایازی۔ شھداری

نظم

وقت کی تند و تیز ہوا کی زد میں آکر
بیت چکے رستوں پر
لوٹ کے آنے والے تو کیا جانے
رستوں کے موسم ہوتے ہیں
یہ بھی اپنی اپنی رت میں
اپنی اپنی سمت بدلتے رہتے ہیں

فرحت عباس شاہ۔ آزاد کشمیر

انتظار اک کرب مسلسل

۔۔تحریر۔محمد عرفان ملک۔راولپنڈی۔0313.7280229

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہتریں عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

بائیس اکتوبر میری زندگی سے ملاقات کا دن تھا۔ کو کسی اور کے نام لگا کر اس سے اچھے ماہ و سال مانگنا کتنی بڑی حماقت ہوتی ہے محبت میں بھی منزل آسانی سے نہیں ملتی میں نے زندگی سے نہ ماہ و سال مانگے اور نہ ہی کبھی منزل کی خواہش کا اظہار کیا۔ پھر بھی بے وفائی میرے نصیب میں سنہری الفاظ میں درج کر دی گئی سب کچھ چھوڑ کر بھی انتظار کے چند پل وہ خود تھما کر مجھے پوری زندگی کا انتظار کرب دے گیا میں نے کتنا چاہا تھا اس کو سجدوں میں اس کو بے پناہ عاجزی کے ساتھ مانگا تھا کتنا تڑپا ہوں میں اس کے چند پل ساتھ کے لیے کتنا مشکل ہوتا ہے دل پہ پتھر رکھ کر کسی کے لیے سب کچھ گنوا دینا اپنے چین و قرار کے ساتھ دل کا سکون بھی تار تار کر دینا اور پھر سب کچھ لٹا کر بھی سکون کے پل ڈھونڈنا چند آج تک تیری باتیں میرے کانوں میں گونجتی ہیں تیرا شیریں لہجہ تیرا وہ ناز نخرہ یاد ہے تب تک یوں ہی تیرے خیالوں کی دنیا میں قطرہ قطرہ پگھلوں گا تمہارے وعدے کی امر بیل کی طرح میرے وجود کو پل پل چاٹ رہے ہیں امر بیل زخمی ہی رہتی ہے اور تمہاری یادوں کا کوئی سرا نہیں تمہاری یادیں پل پل مجھے سسکنے پر مجبور کرتی ہیں میری آنکھوں سے نہ بند ہونے والی برسات کی جھڑی لگ گئی ہے یہ جھڑی میرے دل میں موجود تیرے پیار تیرے ساتھ کی آرزو کو کب سے خاک کر رہی ہیں ایک ایسا شخص بھی ہے میری زیست میں عرفان جو میری عمر ہے اور میں اس کا لمحہ لمحہ تیری یادوں میں تیری کب کا نکل چکا ہوتا لیکن چند ائی سال سے تیری یادوں کے گھروندے میں زندگی بسر کرنے پر بھی مجھے آج تک کوئی واپسی کا راستہ نہیں ملا میں کب تک تیری یادوں کے گھروندے میں صرف تڑپ کر زندگی بسر کروں گا مجھے اپنی یادوں کے بہتے دریا سے نکال کر اپنی زلفوں کے جال میں قید کر لو میں تیری یادوں کے تختے نکال دینا چاہتا ہوں مجھے اپنی زندگی کے حسین لمحات واپسی کی بھی آرزو نہیں رہی لیکن میں تمہارے ساتھ کا ہمیشہ سے خواہشمند رہا ہوں۔

میں جب جب ان گلیوں سے گزرتا ہوں جہاں میں اور تم کبھی اکھٹے چلتے تھے وہ راستے مجھے انجان سے لگتے ہیں تجھے کھو دینے کا احساس مجھے ان گلیوں میں قدم اٹھانے سے روک دیتا ہے وہ گلیاں مجھ سے اکیلا ہونے کی وجہ پوچھتی ہیں میری آنکھوں کے آنسو ان گلیوں میں ہزاروں دفعہ زمین بوس ہوئے ہیں ان آنسوؤں نے کئی دفعہ میرے دل کے درد کا مداوا کیا ہے میں کب تک یوں چھپ چھپ کر آنسو بہاؤں گا چندا مجھے اس درد کرب سے اپنے پیار کو لٹا کر دور کر دو۔ میں تمہارے دیئے ہوئے تحفے کو انتظار کی سہولت میں بدل کر تمہارے ساتھ کے لیے ترستے ہوئے دل مہکتے ہوئے پیار کو کب تک اپنے دل کے تہہ خانوں میں قید کروں جذبات کو کوئی قید نہیں کر سکتا لیکن ان جذبات کو دل میں بائی گئی قبر میں دفنایا تو جا سکتا ہے۔ میں اپنے جذبات پیار کو کب تک یوں روندوں گا

کون کہتا ہے نفرتوں میں درد ہے عرفان
کچھ محبتیں بھی بڑی اذیت ناک ہوتی ہیں

چندا تمہاری نفرتوں کی بیڑیاں میرے پیروں کو جکڑی ہوئی ہیں تمہاری نفرت میری محبت پر کبھی غالب تو نہیں آئے گی مگر لوگوں کی باتیں مجھے اب جینے نہیں دیتی لوگ تمہیں جب وفا کی سلطنت کا جلاد کہتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے تمہاری اور لوگوں کی باتوں پر دل کڑھتا ہے لوگ تمہیں بے وفا کہتے ہیں تو دل کرتا ہے لوگوں کا منہ توڑ دوں لیکن جب سے تم مجھے چھوڑ کر گئی ہوں میں لوگوں کے سوالوں کے جواب کے ترغے میں ہوں میرے لیے تمہاری یادیں ہی اب جینے کا سامان کرتی ہیں میں کب تک تمہاری یادوں کے سہارے زندگی گزاروں گا میں صرف تمہارے پیار کا ایک پل مانگتا ہوں تاکہ لوگ تجھ کو بے وفا تو نہ کہیں کج ادائی زیست کی روایت کو کب تک یوں سنبھال کر رکھوں گا پلیز مجھے

اپنے پیار سے دوبارہ نواز کر مجھے تمام دکھوں درد اور کرب سے دور کر دو میں اب اور سہہ نہیں سکتا تمہاری جدائی کو تم سے بچھڑنے کے بعد سے میری زندگی اندھیر نگری بن گئی ہے میری زندگی اندھے کنوؤں میں بسر ہوتی لگتی ہے جہاں روشنی کی ایک لکیر بھی پہنچ نہیں پاتی میں بس تمہارے پیار اور ساتھ کو مانگتا ہوں۔ میں محبت کے نام سے ہمیشہ بھاگنے والا کب اس محبت کے شکنجے میں پھنس گیا ہوں میں کبھی جان ہی نہیں پایا کہ محبت ہونے سے زیادہ سکھ ملے یا محبت کے بعد چندا محبتوں کی دنیا میں میں نے تم کو دیوی کی طرح پوجا ہے میں نے تم کو بہت چاہا ہے راتوں کو اٹھ اٹھ کر تم کو خدا کی ذات سے مانگا ہے میری ذات کے اکیلے پن نے مجھے بہت تڑپایا ہے بہت رلایا ہے میں تمہارے پیار کے بغیر میں کب تک یوں جیئوں گا میری زندگی میں بہار کی آمد تم سے مسلک رہی ہے میری زندگی میں دوبارہ آمد میری خزاں جیسی زندگی کو پھر سے خوبصورت بنا دے گی چندا میں نے انتظار کے طویل اور کرب سے بھرپور لمحات کے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے میں نے اپنی زندگی انتظار کے نام کی ہے لوگ میری دیوانگی جو تیرے لیے ہیں اس پر ہنستے ہیں میں خود کو تمہارے نام پر لگا کر تیرے انتظار کی دہلیز پکڑ کر بیٹھا ہوں

بن گیا ناں روگ آخر اس کو کھو دینے کا غم
ہر کسی کے چہرے پر اس کو کھوجنا کیسا لگا

میری آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو ہر وقت میرے کہانی کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں میں دل کو لاکھ سمجھا لوں مگر میرا دل صرف تیرے پیار کے لیے مہکتا ہے میرا دل صرف تیرے ساتھ کے لیے ترستا ہے میں اپنی زندگی کے طویل لمحات بھی تیرے نام لگا کر بھی میں نے کبھی بھی چندا تم سے کچھ نہیں مانگا لیکن میں آج تمہارے آگے ہار مان گیا ہوں میں خود کو سنبھالتے سنبھالتے تھک گیا ہوں میں اپنی زندگی

کے طویل سال بھی تیرے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں میں
پل پل سسک کر زندہ ہے گیا ہوں مجھے اپنا ہاتھ بڑھا
کر دوبارہ اپنی زندگی میں شامل کر کے مجھے زندگی کے
ساتھ دوبارہ منسلک کر دوں یہ بھی میری زندگی کی آپ
بیتی ایک غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ یہ غزل
میری چندا کے نام

تجھے یاد تو دلا میں
تجھے یاد بھی تو آ میں
کبھی عہد جو کیے تھے
ہمیں قول جو دیے تھے
کبھی کانپتے لبوں سے
کبھی اشک کی زبان میں
کبھی کنج گلستان میں
کسی کونے رو رواں میں
کسی دوست کے مکان میں
تو کہاں چلی گئی تھی
تیرا بے قرار عرفان
تیری جستجو میں حیراں
تیری یاد میں سلگتا
کبھی سوئے کوہ و صحرا میں
کبھی بے کس و تنہا
لیے وصل کی تمنا
بنا آرزو سراپا
تجھے ہر جگہ پکارا
تجھے ڈھونڈ ڈھونڈ ہارا
تو کہ روح زندگی تھی
تو کہاں چلی گئی ہے
کیسی لگی میری تحریر اپنی آرا سے مجھے ضرور
نواز یئے گا۔ مجھے انتظار رہے گا۔

جن کی یادیں ہیں لادھ دل میں نشانی کی طرح
وہ ہمیں بھول گئے ایک کہانی کی طرح
دوستو ڈھونڈ کے ہم سا کوئی پیاسا لاؤ
ہم کہ آنسو بھی جو پیتے تو پانی کی طرح
غم کو سینے میں چھپائے ہوئے رکھنا یارو
غم مہکتے ہیں بہت رات کی رانی کی طرح
تم ہمارے تھے تمہیں یاد نہیں ہے شاید
دن گزرتے ہیں برستے ہوئے پانی کی طرح
آج جو لوگ تیرے غم پہ ہنستے ہیں عثمان
کل تجھے یاد کریں گے وہی نانی کی طرح

عرفان عزیز۔ فیصل آباد

غزل

آخری بار تیرے پیار کی کلیاں چن لوں
لوٹ کر پھر تیرے گلشن میں نہیں آؤں گا
اپنی برباد محبت کا جنازہ لے کر
تیری دنیا سے بہت دور چلا جاؤں گا
دل کو سمجھا لوں جسے پیار کیا تھا تو نے
وہ اک خواب تھا جس کی تعبیر نہ تھی
تو سمجھتا تھا جسے اپنا مقدر ناداں
وہ کسی غیر کی تھی وہ تیری تقدیر نہ تھی
اپنی پلکوں میں سجا رکھا تھا جن خوابوں کو
اپنے ہاتھوں سے انہیں خود ہی مٹا جاؤں گا

قادر یار۔ آزاد کشمیر

سنا ہے وہ راتوں کو جاگا کرتا ہے
اسے کہنا سوتے ہم بھی نہیں ہیں
سنا ہے وہ چھپ چھپ کے روتا ہے
اسے کہنا ہنستے ہم بھی نہیں ہیں
سنا ہے وہ مجھے بہت یاد کرتا ہے

اب نشانہ کون

تحریر۔ مس فوزیہ کنول۔ گنگن پور۔

شہزادہ بھائی ۔السلام وعلیکم ۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا ۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

مجھ کو سمجھایا گیا اب تو میں کر بیٹھی ہوں
محبت مشورہ ہوتی تو تم سے پوچھ کر کرتی

یہ محبت کے بھی کئی روپ ہوتے ہیں کئی قسمیں ہوتی ہیں کبھی تو یہ بہت پیاری باتیں پیاری گفتگو ہوتی ہے اور ہمیں اس میں زندگی کا ہر منظر حسین لگتا ہے اور کبھی یہ اتنی ظالم و دلفریب ہو جاتی ہے کہ ہمارے جسم سے سانس تک چھین لیتی ہے اور ہمارے لبوں پر پھیلا ہوا خفیف تبسم تک چھین لیتی ہے اور ہم اس کے اجڑے لٹے رستے کی سمت تکتے رہ جاتے ہیں اور یہ محبت کے راستے بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں ناں جانے کب کہاں کس موڑ پر جا کر ختم ہوں کچھ خبر نہیں جانے کیوں ہم ہمیشہ اپنی انجان راہوں پر کسی اجنبی شخص کے تابع رہتے ہیں شوق تمنا اس قدر ہوتا ہے کہ قدم ان راستوں پر اٹھتے ہی چلے جاتے ہیں حالانکہ جہاں منزل بھی نہیں ہوتی مگر ایک خوش گمانی ہمیں صدا گھیرے ہوئے رکھتی ہے اور قدموں سے لپٹی رہتی ہے اور قدم رکھنے کا نام نہیں لیتے اور حد تو یہ ہے کہ ہم اس معاملے میں کوئی قیاس آرائی بھی نہیں کرتے جیسے ہر شے مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے فہم و عقل زمیں حراست سب دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے اور قدم ان راستوں پر پھسلتے چلے جاتے ہیں۔

آج میرے سامنے ہوا ایک ایسی تڑپا دینے والی محبت سے بھری داستان سن کر میں خود پریشان ہوئی اور کوئی فیصلہ نہ کر پائی اب میں فیصلہ آپ پر چھوڑتی ہوں آئیے مل کر زویا اور نثار کی داستان سنتے ہیں۔

زویا روتی میرے گھر میں داخل ہوئی کیا ہوا زویا میں نے گھبرا کر پوچھا زویا جلدی سے میرے گلے لپٹ گئی اور زور زور سے رونے لگی زویا پلیز بتاؤ تو ہوا کیا ہے مگر زویا کچھ نہ بولی اور روئے جا رہی تھی میں نے بڑی مشکل سے زویا کو اپنے پاس صوفے پر بٹھایا اور پیار سے پوچھا بات کیا ہے

آپی وہ نثار۔ اس سے پہلے کہ زویا کچھ اور بولتی زویا کا بھائی لال پیلا چہرہ لے کر ہمارے گھر آن پہنچا تھا میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا اس کے پیچھے ہی اس کی ماں بھی آ گئی زویا کے بھائی نے اسے بالوں سے پکڑا اور گھسیٹ کر دروازے تک لے گیا ہم دونوں نے پوری قوت سے زویا کو چھڑایا نجانے اس میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی اس کے بھائی نے زویا کی گردن دبوچ لی اور اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلنے کو ہو گئیں زویا کی ماں بار بار اپنے بیٹے کے سامنے ہاتھ جوڑتی بیٹا تمہیں خدا کا واسطہ اسے معاف کر دے میں نے جب اس کے بھائی سے کہا کہ تو اس کی گرفت ایک لمحے لے لیے ڈھیلی پڑ گئی ہم نے فائدہ اٹھا کر اسی لمحے زویا کو سائیڈ پہ کیا زویا کی ماں جلدی سے گلاس میں پانی لے آئی اور زویا کو دیا زویا کا بھائی ابھی بھی قہر آلود نظروں سے زویا کو گھور رہا تھا لیکن میں ابھی بھی سارے معاملے سے ناواقف تھی زویا کی رو رو کر آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں زویا کی ماں مسلسل بول رہی تھی کہ ہماری تو عزت خاک میں مل جائے گی زویا کا بھائی بولا پوچھ اس سے کون ہے وہ بتاتی کیوں ہیں اس کی اس بات پہ افتاد سے ہراساں زویا مزید ہرساں ہو گئی تھی بولتی کیوں نہیں کون ہے وہ اس کے بھائی نے حلق کے بل غرا کر پوچھا آہستہ بولو بیٹا آواز اڑوس پڑوس میں جا رہی ہے لوگ کیا سوچیں گے زویا کے رونے میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا میں نے زویا کی ماں کو اشارہ کیا کہ اس کے بھائی کو کسی طرح سمجھا کر گھر بھجوائے اور زویا کو میرے پاس رہنے دیں زویا کی ماں ایسا کیا مگر زویا کی ماں مجھے جاتے جاتے یہ حکم صادر کر گئی کہ بیٹے ہم اس کی شادی اس لڑکے نثار سے کرنے کو تیار ہیں لیکن اُن وہ اپنے والدین کو بھیجے اور عزت سے بیاہ کر لے جائے۔

مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کمرے میں آئی تو زویا رو رہی تھی زویا کیا تم نے سنا نہیں تمہاری امی نے کیا کہا ہے ارے تمہاری تو قسمت ہی جاگ گئی تمہیں تو خوش ہونا چاہئے میں نے اتنی باتیں کیں مگر زویا ٹس سے مس نہ ہوئی میں نے قریب جا کر زویا کا کندھا ہلا کر کہا زویا کیا بات ہے تمہیں خوشی نہیں ہوئی کیا تم نثار سے شادی نہیں کرنا چاہتی زویا ایک بار پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی مجھ سے لپٹ گئی زویا زویا مجھے زویا پر ترس آ رہا تھا کچھ تو بولو اصل بات کیا ہے کا کہتا ہے وہ کچھ تو بولو میرے اتنا کہنے پہ زویا بولی کہ آپی نثار مجھے اپنانے کو تیار نہیں ہے اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے میرے ساتھ بے وفا کی ہے میں اس کی ہر طرف سے کیے گئے نت نئے بہانے گھر والوں کو سناتی رہی گھر والے مجھے بار بار کہتے رہے کہ وہ اچھا لڑکا نہیں ہے وہ ضرور تمہیں ایک دن دھوکہ دے گا مگر میں نے کسی کی نہ سنی میں کسی صورت نہ مانی میری ماں مجھ سے بار بار کہتی رہی کہ وہ تم سے قطعاً بھی مخلص نہیں ہے کچھ پھر مجھے شک بھی ہوتا مگر میں اسے بے کار وسوسے سمجھ کر اپنے دل سے نکال دیتی میں بار بار کہتی کہ نثار ایسا نہیں ہے نثار نے مجھے مجبور کیا کہ میں گھر والوں سے ذکر کرو جب میں نے بات کی تو بہانے بنانے لگا مجھے ہر شخص نے بار بار سمجھایا پیار سے بھی اور سختی سے بھی مگر میں ہی پاگل تھی جو اس دھوکہ باز کو پہچان نہ سکی تھی جب میرے باپ تک بات پہنچی تو اس نے مجھے دوستوں کی طرح سمجھایا کہ بیٹا وہ شخص ضرور تمہیں دھوکہ دے رہا ہے پہلے وہ بے چین تھا کہ گھر میں بات کرو مگر اب نت نئے بہانے بنا رہا ہے بیٹا سوچو ایسا کیوں کر رہا ہے بیٹا تیز چمکنے والی شے سونا نہیں ہوتی تمہاری عمر ہی کیا ہے عقل کا

استعمال کرو میں ابو کی باتیں غور سے سنتی رہی مجھے
اس وقت ابو کی باتیں زہر لگ رہی تھیں مگر آج
امرت سے بھی زیادہ میٹھی لگ رہی ہیں میں نے
ائے کاش میں اس دن ان کی بات مان لیتی تو آج
یہ دن نہ دیکھنا پڑتا میں نے زویا کی ساری باتیں
بڑے دھیان سے سنی تھی اور کہا کہ کیا تمہارے پاس
اس لڑکے نثار کا نمبر ہے تو وہ بولی کہ جی ہے میں
نے کہا کہ مجھے دو میں نے نمبر لے کر ڈائل کیا تو وہ
جی کون جی میں زویا کی دوست ہوں آپ نثار۔
جی میں نثار ہوں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ
کی زویا سے بات کرو جی مجھے زویا سے بات نہیں
کرنی کیوں کیوں نہیں کرنی اس کی زندگی برباد کر
کے اب بات نہیں کرتے کسی لڑکی کے ساتھ ایسا کر
کے تمہیں شرم نہیں آئی کیا تمہارے گھر میں بہنیں
نہیں ہیں کیا تمہارے سینے میں دل نہیں ہے کیا
تمہارے اندر ذرہ بھی انسانیت نہیں ہے میں نے
اتنی باتیں کیں مگر وہ کچھ نہ بولا اب بولو کیا بولتے
کیوں نہیں ہو خاموش کیوں ہو کچھ ذرا بھی
انسانیت باقی ہے تو تم بولو تو وہ بولا کہ پہلے آپ اپنی
بات ختم کر لیں پھر میں بولوں گا ہاں بولو اس نے
منہ کھولا تو میں حیران رہ گئی کہ وہ بولا دیکھیں جی
میں نے زویا سے کوئی شادی وادی کرنے کا وعدہ
نہیں کیا تھا بلکہ کسی سے بھی نہیں کیا تمہارا کسی سے
کیا مطلب میں نے اس کی بات کاٹ کر کہ اس
نے بے تعلق ہو کر کہا میری زندگی میں کوئی زویا
نہیں ہے میری زندگی میں ہر روز ایک زویا آتی
ہے اور اگلے دن چلی جاتی ہے میں حیران کن
نظروں سے کبھی زویا کی طرف دیکھتی اور کبھی اس
کی باتیں سنتی کہاں زویا کی محبت اور کہاں اس کی

کیوں سچی محبت کرنے والوں کو محبت نہیں ملتی
درد دینے والوں کا تو کچھ نہیں جاتا
درد دینے والے بھی کمال کرتے ہیں

اور میں محسوس کر رہی تھی کہ میرے سامنے
صوفے کی پشت سے سر ٹیکے بیٹھی زویا دل میں ایک
عجیب ہلچل سی تھی ایک متواتر بازگشت اس کے ارد
گرد ہو رہی تھی اک سمندر کی پیاس تھی اس کے اندر
مگر وہ صحراؤں میں بھٹک رہی تھی اور اس کے دل
میں ایک چپ سی لگی ہوئی تھی مکمل سنوں کا عالم تھا
اور دور تک ایک سناٹا سا چھایا ہوا تھا نہ کوئی آہٹ
نہ کوئی دستک آج سب رشتے ناطے ٹوٹ گئے
تھے کسی رشتے کا تحمل نہیں تھا آج وہ بالکل آزاد تھی
محبت کے رشتے سے آج بھی تو وہ چونکی تھی سنجیدگی
سے سر اٹھایا میری طرف دیکھا اور میں بھی اپنی
بات میں محو ہو گئی میں یہ سوچنے لگی ان یہ شخص کسی
صورت بھی زویا کے قابل نہیں ہے ذلیل و خوار کر
کے رکھ دیا ہے بے چاری کو اتنے میں اس کی ایک
ہلا دینے والی بات نے میرا سارا دھیان اپنی
طرف کھینچ لیا وہ بولا میری زندگی میں اب تک بے
شمار لڑکیاں آئی اور گئی ہیں میں لڑکیوں سے زیادہ
وفا ایک مہینہ دوستی رکھتا ہوں پھر چھوڑ دیتا ہوں
خوبصورت سے خوبصورت اور پیاری سے پیاری
امیر سے امیر لڑکیوں کو میں نے اپنا نشانہ بنایا ہے
پھر زویا کیا چیز ہے اس نے بہت ہی حیران کن
باتیں کی مگر کچھ باتیں ایسی کیں جو واقعی ہی حیران
کن تھیں وہ کہنے لگا کہ اگر کوئی لڑکی یہ ثابت کر
دے کہ نثار نے اس سے وفا کی یا ایک ماہ سے
زیادہ دوستی رکھی تو میں اپنا سر قلم کروانے کو تیار
ہوں اس کی باتیں سن کر میرا دماغ گھومنے لگا تھا
میں نے اسے کہا پانچ منٹ بعد کال کرنا ضرور اس
نے فون بند کر دیا میں نے زویا سے پوچھا کہ کیا
تمہیں ان تمام باتوں کے بارے میں علم تھا۔
نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں آپی جان مجھے تو نثار
نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ایک لڑکی ہے جسے

میں بچپن میں پیار کرتا تھا مگر وہ اب مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے اور وہ مجھے ملی نہیں ہے اس کے سوا مجھے کچھ نہیں بتایا زویا نے ایک گہری سانس بھر کر کہا میں نے زویا کو تسلی دی میں دیکھ رہی تھی کہ وہ خود کو پرسکون دکھانے کی کوشش کر رہی تھی سارے وسوسوں کو ایک جانب رکھ کر سارے خدشوں کو پس پشت ڈال کر ساری سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ میرا کام معمول پر لانے کی کوشش کر رہی تھی وہ مطمئن نہیں تھی مگر خود کو مطمئن ظاہر کر رہی تھی وہ خوفزدہ دکھائی دے رہی تھی مگر خود پر اعتماد ظاہر کر رہی تھی اندر سے حد شے سر ابھارے کھڑے تھے مگر پھر بھی وہ مطمئن ہو کر تمام باتوں کو جھٹلا رہی تھی لیکن میں سب سمجھ رہی تھی دیکھ رہی تھی کہ وہ کیسے میری تمام باتوں کو سننے کے لیے ضبط اور ہمتیں اکٹھی کر رہی تھی زویا کہنے لگی آپی آپ کال کریں میں نے کال کی یہ جبیں کون ہے میں نے پہلا سوال ہی فون اٹھاتے کر دیا اس کے دماغ پر نقش کر دیا کیونکہ میرے خیال کے مطابق یہی بہتر تھا اور کسی حد تک یہی ٹھیک تھا تو وہ جھٹ سے بول پڑا کہ تمہیں کس نے بتایا میں نے کہا جی مجھے زویا نے بتایا ہے۔

پلیز بتائیں۔ جی میں اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کے خود کو پریشان نہیں کرنا چاہتا اچھا تو جو آپ دوسروں کو پریشان کرتے ہیں اس کا کوئی احساس نہیں میں پوچھ رہی ہوں کہ آخر چکر کیا ہے تمہارا مقصد کیا ہے اور تم ایسا کیوں کرتے ہو جی دیکھیں بس لڑکیوں سے دوستی کرنا میرا شوق ہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی تمہارے لیے کسی کی عزت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیوں تمہارا شوق ہے آخر تمہارا مقصد کیا ہے بتاؤ آج تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔

آپ اتنا فورس کر رہی ہیں تو سنیں۔

اکلوتی جبیں رشتے میں میری کزن لگتی ہے میرا من میرا تن میرا دھن میری زندگی میری وفا میری جان یہ سب میری جبیں کی ہی امانتیں ہیں میں نے اس کے لیے سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں جب وہ مجھے مل جائے گی تو میں اس کی امانتیں اس کے حوالے کر دوں گا ٹھیک مگر پوری بات بتاؤ۔

اس وقت میری عمر چودہ سال تھی جب میں گرمیوں کی چھٹیوں میں جبیں کے گاؤں گیا میرا کوئی ایسا ویسا ذہن نہیں تھا میں بس چھٹیاں گزارنے گیا تھا میرا بالکل بچوں والا دماغ تھا جبیں مجھ سے عمر میں تین چار سال بڑی تھی ایک دن حسب معمول ہم چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے جبیں اپنے ہاتھوں پہ مہندی لگوا رہی تھی جبیں نے اپنے ہاتھ پر مہندی سے میرا نام لکھا جب جبیں نے مہندی سے اپنا لکھا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں نے جبیں کی طرف محبت سے دیکھا تو وہ شرما سی گئی اور اس نے ہاتھ سے مہندی دھو ڈالی میرے دل میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی جبیں کی محبت چھلکنے لگی میری زندگی میں عجیب سی خوشیوں کا اضافہ ہونے لگا یہ محبت بھی عجیب شے ہے خوشبو کا ایک لطیف سا جھونکا بن جائے مہمان بننے لگا اور میری ساری ہستی کو لپیٹ کر لے گیا اور میں نے یہ کب سوچا تھا کہ وہ میری زندگی میں اس طرح پیار کی صورت آئے گی اور خزاں کی مانند لوٹ جائے گی اب میں اسے کہہ دوں کیسے بتا کہ تم میری زندگی بن گئی ہو تم میری پہلی اور آخری محبت ہو تمہارے بغیر اب میں نامکمل ہوں مگر تمہیں کیسے کہتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہیں کھو نہ دوں کہیں تم میری محبت کو ٹھکرا نہ دو یہ بات گوارہ نہ تھی کہ میں اپنی محبت کی تذلیل برداشت کر سکوں اس لیے میں اس سے کچھ کہتا نہ تھا کیونکہ میں اس وقت اس کے مقابلے میں کچھ تھا نہ حیثیت میں نہ خوبصورتی میں نہ تعلیم میں میں خود کو اس کے قابل

نہیں سمجھتا تھا مگر کیا کرتا جزبوں پر اختیار کب تھا
اور دل کوئی ہمارا غلام تھوڑی تھا جو ہماری بات
مان لیتا دل کو یہ جذبات اور احساسات کی
ریاست کا بادشاہ ہے آج میں اس اسٹیج پر کھڑا تھا کہ
میرا دل چاہتا تھا کہ اپنی جبیں کی طرف بڑھنے والا
ہر ہاتھ توڑ دوں اور اسے دنیا سے چرا کر لے
جاؤں خواں مجھے خود کو مٹانا ہی کیوں نہ پڑے ابھی
میں وہی پر ہی تھا کہ مجھے ایک ہفتہ ہو چلا تھا میں ہر
روز جبیں کو چھپکے چھپکے دیکھتا تھا مگر کچھ کہنے کی ہمت
نہ تھی کبھی جبیں اپنے حسین سراپے کے ساتھ پاس
آتی بھی تو میں شرم سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا کئی
بار دل چاہا بھی کہ اپنا دل کھول کر جبیں کے سامنے
رکھ دوں مگر ہمت نہ جتا پایا ایسے کرتے کرتے میرا
واپسی کا ٹائم ہو گیا تھا جس نے کچھ اشعار آتے
ہوئے میں نے جبیں کی ڈائیری پر لکھ دیئے اور خود
تیار ہوا بہت سارا پرفیوم لگایا اس خیال سے کہ
جبیں کے پاس جاؤں گا اگر موقعہ ملا تو اسے دل کی
بات ضرور کہوں گا میں ابھی جبیں کے پاس پہنچا ہی
تھا کہ عین اسی وقت میرا کزن یعنی جبیں کا بھائی
کمرے میں انٹر ہوا کیوں بھائی جانے کی تیاری
ہے مجھے ایسے لگنے لگا جیسے میرے سارے جذبات
کانٹوں بھری سیج پر ننگے پاؤں رقص کر رہے ہیں
میرے سارے خیالات جذبات دل میں ہی رہ
گئے تھے اور میں اپنے پیار کا بوجھ لیے ہوئے گھر
آ گیا مجھے نہ دن کو چین نہ راتوں کو نیند میں ہر وقت
جبیں کے بارے میں ہی سوچتا رہتا تقریباً ایک ماہ
بعد میرے بڑے بھائی کی شادی تھی جو اسی گاؤں
میں تھی مجھے بہت خوشی تھی کہ میں جبیں سے ملوں گا
اس سے اظہار محبت کروں گا پھر وہ بھی کرے گی یہ
سوچ سوچ کر میں دن رات پاگل ہوتا رہتا تھا
ایک دن میں اور مجھ سے بڑا بھائی نواز ہم دونوں
بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ میں نے جبیں کی بات
چھیڑ دی بھائی مجھے جبیں بہت اچھی لگتی ہے میں اس
سے محبت کرتا ہوں مجھے جبیں چاہیے ہر حال میں
میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا میرے منہ سے یہ
الفاظ نکلے ہی تھے کہ میرا بھائی زور زور سے ہنسنے لگا
کہنے لگا کہ کیا وہ بھی تم سے محبت کرتی ہے تو میں
نے بے تکلف کہا کہ جی ہاں۔
تو وہ پھر ہنسا اور میری محبت کا مذاق اڑایا
میں نے کہا کہ بھائی میں آپ کی ہنسی کا مطلب نہیں
سمجھا بھائی نے کوئی جواب نہ دیا اور بات کو ٹال
مٹول کر دیا میرے دماغ میں نجانے کیوں خطرے
کے الارم بجنے لگے کچھ دن ہوئے تو میں پھر گاؤں
جانے کی تیاری کرنے لگا بھائی دیکھ کر کہنے لگا یہ
تیاری یہ خوشبو کہاں کی ہے تیاری ہے میرے بھائی
کی اس قسم کی تیاری تو عام طور پر کوئی جانے کے
لیے ہوا کرتی تھی اس نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا
نہیں یار ایسا کوئی بات نہیں مجھے ایسے لگنے لگا جیسے
کوئی انجانی سی شے میری محبت کا مذاق اڑا رہی
ہے میرا پیچھا کر رہی ہے مجھے ہر طرف سے ہنسنے کی
آوازیں سنائی دینے لگیں بھائی میرے پیچھے پیچھے
ہی کمرے تک آ گیا کہاں جا رہے ہو۔ گاؤں جا رہا
ہوں جبیں سے ملنے میں خاموش رہا مگر بھائی کے
چہرے کے تاثرات کچھ اور ہی کہہ رہے تھے میں
بہت سٹریس بھائی پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کریں
مجھے جبیں چاہیے ہر حال میں میں اس سے بے پناہ
محبت کرتا ہوں اور محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے
اس پر بھائی ایک بار پھر ہنس دیا اور کہنے لگا چھڈ یار
چل اندر چل ٹھنڈ بڑی ہے تیری محبت کے فلسفے کو
ٹھنڈ لگ جائے گی چل چائے پیتے ہیں کل چلے جانا
میں نے جانے کی کوشش تو بہت کی مگر بھائی اصل
بات نہ بتاتا پھر ہم دونوں بھائیوں نے ٹھنڈے
موسم میں گرم گرم چائے پی باتیں بھی ہوتی رہیں
جبیں کے بارے میں بھی ہوئیں مگر حسن یار سے

بات آگے نہ بڑھی میرا ضمیر دو طرفہ بٹ سا گیا میں
سوچوں میں گر سا گیا بھائی میری طرف دیکھتا تو
میں اپنے لبوں پر دکھاوے کی مکاری مسکراہٹ سجا
لیتا ہم دونوں کھڑے ہونے لگے تو بھائی نے مجھے
عجیب سی بات کہی جس میں میرا ننھا سا دماغ الجھ کر
رہ گیا بھائی نے کہا جبیں کی محبت میں اتنا مت الجھو
کہ تمہیں کوئی سلجھا نہ سکے یہ بات اس وقت میری
سمجھ سے باہر تھی مگر اب نہیں وہ تو یہ کہہ کر چل دیے
مگر میرا ننھا سا دل اندر سے ٹوٹ سا گیا میں
سوچنے لگا کہ آخر بھائی ان تمام الجھنوں سے رہا
کیوں نہیں کر دیتا کیوں پہیلیاں بجھوا رہا ہے پھر
سوچا چلو صبح گاؤں تو جانا ہے جبیں سے ساری بات
واضح ہو جائے گی اس سے پوچھوں گا کہ وہ مجھ
سے محبت کرتی ہے یا نہیں دوپہر سے شام ہونے کا
انتظار کرنے لگا اور رات ہوتے ہی میں صبح ہونے
کا انتظار کرنے لگا ساری رات جاگ کر گزاری
صبح ہوئی تو جانے کی تیاری کرنے لگا میں آنٹی کے
گھر پہنچا تو جبیں سکول گئی ہوئی تھی کبھی کمرے میں
آ کر لیٹتا کبھی گلی میں کبھی صحن میں مگر وقت گزرنے
کا نام نہ لیتا یہ انتظار کے لمحات بھی کتنے طویل
ہوتے ہیں مجھے اس وقت احساس ہوا بڑے انتظار
کے بعد جبیں آئی جبیں کو دیکھ کر میری آنکھوں میں
خوشی کی لہر دوڑ گئی جبیں بھی مجھے دیکھ کر بہت خوش
ہوئی شام ہوئی سب چھت پر بیٹھے تھے سردیوں
کے دن تھے ٹھنڈی ظالم ہوا اس کی حسین زلفوں کو
چھو کر اور بھی حسین دلکش منظر پیش کر رہی تھی سفید
اور گلابی پرنٹڈ سوٹ میں وہ بغیر میک اپ کے ہی
معصوم اور پیاری لگ رہی تھی میری نظریں ایک
لمحے کے لیے اس کے چہرے پر ٹھہر سی گئیں میں
اپنے دل میں بہت سی امیدیں لیے ہوئے بیٹھا تھا
اور سوچ رہا تھا کہ جبیں تمہاری دہلیز پر دم توڑ دیں
گے یا بوڑھے ہو جائیں گے مگر کسی اور کے گھر کے
سوالی نہ ہوں گے آج تو وہ واقعی کسی شاعر کا حسین
خیال لگ رہی تھی وہ ذرا سا نیچے کی جانب جھکی تو
میں نے شرارتاً کہا کہ میں نے سنا ہے اس وادی
کے لوگ محبت کو فراموش نہیں کرتے جناب ہم بھی
بہت امیدیں لیے ہوئے ہیں جبیں خاموش ہو گئی
لیکن میں نے محسوس کیا کہ شاید اسے بہت برا لگا
میں دو تین دن گاؤں رہا جبیں نے مجھ سے ٹھیک
طریقے سے بات بھی نہ کی میں نے پوچھا تو اس
نے ٹھیک طریقے سے جواب بھی نہ دیا جس کی وجہ
سے میں بہت پریشان رہا میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ
کیا ہو رہا ہے میں گھر واپس آ گیا تھا مگر آتے
ہوئے میں جبیں کی ڈائری میں ایک خط چھوڑ آیا
تھا جس میں میں نے وہ سب کچھ لکھ دیا تھا جو
میرے دل میں تھا اب جواب سننے کے لیے میں
بے چین تھا اب جواب مجھے کس صورت میں ملا یہ
بھی بتاتا چلوں کچھ دنوں بعد میرے بھائی نواز
نے کام پر جانا تھا وہ جاتے ہوئے گاؤں گیا تو
جبیں نے ساری بات اسے بتا دی جب بھائی گھر
آیا تو آگ بگولہ تھا مجھے کہنے لگا میں نے تجھے کہا تھا
نہ کر جبیں کے پیچھے نہ بھاگ اس کا پیچھا چھوڑ دے
اس کی محبت میں نہ الجھ تو ابھی ان چکروں سے دور
رہ تو ابھی بچہ ہے بھائی کی زبان ایک بار پھر نہ لڑ
کھڑائی وہ قہقہے لگا کر ہنس رہا تھا میں نگاہیں
جھکائے بس روئے جا رہا تھا رونے کے سوا اور کر
بھی کیا سکتا تھا میں ابھی بچہ ہی تو تھا سچ ہی تو کہہ
رہے تھے وہ ایک ایسا بچہ جو ایک خوبصورت کھلونا
پسند کر بیٹھا تھا اور اسے پانے کی ضد کر رہا تھا مگر
اسکے اپنے ہی اس کا مذاق اڑا رہے تھے اس کا
تماشہ بنا رہے تھے زندگی میں کچھ چیزیں اتنی قیمتی
ہوتی ہیں کہ اگر وہ کھو جائیں تو سکھ چین کھو جاتا ہے
میں نہایت ہی معصوم انداز میں کھڑا اس سے
باتیں کر رہا تھا رو رہا تھا بھائی مجھے جبیں پسند ہے

میں بلک بلک کر رو رہا تھا میں گڑگڑا رہا تھا بھائی
مجھے جبیں چاہئے میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا بھائی
مجھے جبیں لا دیں بھائی مجھے جبیں اچھی لگتی ہیں لیکن
بھائی کو مجھ پر ذرا بھی ترس نہیں آیا تھا پاگل ہو گئے
ہو تم وہ کوئی کھلونا تھوڑی ہے جو تمہیں لا دوں وہ
کسی صورت بھی تمہیں نہیں مل سکتی کیوں جبیں تم
سے نہیں مجھ سے محبت کرتی ہے۔۔

آخر بھائی کی زبان پر وہ الفاظ آ ہی گئے
مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا مگر یہ حقیقت تھی مجھے
اپنے پیار کا تاج محل لڑکھڑاتا ہوا دکھائی دیا ایک
طرف میرا بھائی ایک طرف میرا پیار بھائی یہ آپ
نے کیا کیا تو آپ نے مجھے اس وقت کیوں نہ روکا
جب میں نے آپ سے پہلی بار کہا تھا۔

میں نے تمہیں سمجھایا تو تھا۔

بھائی آپ نے مجھے کب کہا تھا کہ جبیں آپ
کی محبت ہے آپ نے مجھے کیوں نہ روکا آپ نے
مجھے تھپڑ کیوں نہ مارے آپ میرے کیسے بھائی ہیں
۔

کیسے بھائی ہیں آپ جس نے مجھے برباد
ہونے دیا جب میں لٹ چکا تو میرے مسیحا بنے
آ گئے آپ مجھے کرنے دیں میں جو بھی کرتا ہوں
مجھے جبیں ہر حال میں چاہئے۔ چاہے جیسے بھی میں
جبیں کے بارے میں امی ابو سے بات کروں گا
میں نے اسی رات کو امی ابو سے بات کی سب
میری باتوں پر ہنسنے لگے کہ عمر دیکھو اور باتیں
دیکھو لیکن مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں ایسا
کیوں کر رہا ہوں امی ابو نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ
تمہیں نہیں نواز کو پسند کرتی ہے پھر میں نے بھائی
بھابی سے بات کی تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا
۔لیکن میں نے جبیں سے ایک بار بھی نہ پوچھا کہ تم
کیا چاہتی ہو ایک دن بہت زیادہ بارش ہو رہی تھی
آسمان سے اتنا پانی برسا کہ لمحوں میں ہر طرف جل
تھل ہو گیا ساون کا مہینہ تھا بہت لطف اندوز موسم
تھا میں کھڑکی کے ساتھ والی کرسی سے سر ٹیکے بیٹھا
تھا کہ نواز بھائی ایک دم سے کمرے میں آن گھسا
اس کے سر سے جھر جھر پانی برس رہا تھا ہم دونوں
کے سوا کمرے میں اور کوئی نہ تھا بارش بھی اتنی تیز
تھی کہ سب اپنے کمروں میں قید ہو کر رہ گئے تھے
بھائی نے مجھے چھیڑنے کے انداز میں کہنے لگا کہ
سناؤ رانجھے میاں کیا حال ہے بھائی کی بات سینہ
چیرتی ہوئی میرے دل پہ جا لگی تھی لیکن میں پھر بھی
خاموش تھا میں نے تمہیں کہا تھا نہ کہ جبیں سے دور
رہنا۔

لیکن تم نے یہ کب کہا تھا کہ وہ تم سے محبت
کرتی ہے سمجھدار کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے
بھائی میں سمجھدار کہاں ہوں مجھے تو آج پتہ چلا ہے
کہ تم سمجھدار ہو اگر سمجھدار ہوتا تو ضرور سمجھ جاتا۔

تو ابھی سمجھ جاؤ۔

بھائی پلیز خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ۔

وہ مجھ سے مانگتے ہیں میری آنکھوں کے
خواب
بچہ تو بھی اپنے کھلونے نہیں دیتا

تم بے وقوف نہیں ہو تم مجھ سے بھی زیادہ
سمجھدار ہو تم نے تو اپنی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی
تھی سب سے کہا کہ مجھے جبیں چاہئے مجھے جبیں
سے شادی کرنی ہے آیا بڑا پیار کرنے والا مجنوں بنا
پھرتا ہے اب تک تو میں برداشت کرتا رہا تمہیں اپنا
چھوٹا بھائی سمجھ کر معاف کرتا رہا اب اگر تمہارے
ہونٹوں پر جبیں کا نام بھی آیا تو میں تمہاری زبان
کھینچ لوں گا۔

میں نے اس سے محبت کی ہے کوئی مذاق نہیں
ٹھیک ہے اگر وہ نہیں کرتی تو میں تو کرتا ہوں میں
اسے ایک نہ ایک دن ضرور اپنا بنا کر رہوں گا میرا
یہ کہنا تھا کہ نواز بھائی آگے بڑھے اور میرا گریبان

پکڑ لیا اور میرے منہ پر تھپڑ دے مارا تمہاری یہ ہمت تم جبیں کے بارے میں ایسا لسٹا سیدھا بولو بھائی نے مجھے تین تھپڑ مارے میں نے بھی بھائی کا گریبان پکڑا مگر ہاتھ نہ اٹھایا مجھے اس دن پتہ چلا کہ محبت میں کتنی طاقت ہوتی ہے ایک طرف میرے بھائی کی محبت تھی اور ایک طرف میری محبت اتنے میں چاچی نے ہمیں لڑتے ہوئے دیکھ لیا وہ دوڑ کر آئی اور ہمیں چھڑایا میری بہت بری حالت ہو چکی تھی آج نہ میرے بھائی کو میرے چھوٹے ہونے پر رحم آیا اور نہ ہی میں نے ان کے بڑے ہونے کی تمیز کی محبت میں ہم چھوٹے بڑے ہونے کی تمیز بھول گئے۔

کیا چیز ہے یہ محبت اس کی کوئی منزل بھی ہے یا نہیں ایک سلگتی ہوئی چنگاری ہے یہ محبت بس دیوں کو جلانا جانتی ہے یہ جلانا نہیں جانتی میں ساری رات سوچتا رہا کہ اب نہ جانے کیا ہوگا میری چچی نے تمام گھر والوں کو ڈھنڈورہ پیٹ دیا کہ ہم کس بات پر جھگڑ رہے تھے بات نکلتے نکلتے جبیں کے گھر والوں تک پہنچ گئی ان لوگوں نے ہمارا وہاں آنا جانا بند کر دیا تمام رات نیند نہ آئی تمام رات رو رو کر سوچتا رہا کہ اب کیا کروں کروٹیں بدلتا رہا کبھی تکیے پر سر رکھ کر چھت کو گھورتا رہا پنکھا اپنی تیز رفتار سے چلتا رہا میں صبح ہونے کے انتظار میں تھا میں نے گھر سے بھاگنے کا ارادہ بنا لیا تھا گھر سے دو جہاں سے دور اس شہر سے دور جبیں کی یادوں سے دور کہیں دور نکل جاؤں میں گھر میں سب سے لاڈلا تھا مگر آج تنہا کیوں میری زندگی غم سے آشنا کیوں دھیرے دھیرے آنسو آنکھوں کی دہلیز پہ جمع ہونے لگے مگر میں اتنا بزدل کیوں ہو رہا ہوں مجھے تو جبیں چاہئے مجھے تو بڑا آدمی بننا ہے مجھے بجلی کی چمک نئی روشنی چاہئے میں ایک نہ ایک دن اس قابل ضرور بنوں گا کہ جبیں کو اپنا بنا سکوں۔

صبح ہوئی تو میں کسی کو بتائے بغیر گھر سے نکل پڑا اور لاہور کے گاڑی میں بیٹھ گیا گاڑی میں بیٹھتے ہی مجھے اس بات پر ہنسی بھی آئی کہ جوڑے گھر سے بھاگتے ہیں وہ لاہور ہی کیوں جاتے ہیں۔

اسلام آباد۔ کراچی۔ راولپنڈی۔ فیصل آباد۔ کیوں نہیں گاڑی میں بیٹھے بھی مجھے بار بار جبیں کی یادیں ستا رہی تھیں اس کا معصوم چہرہ میری نگاہوں کے سامنے گھوم رہا تھا میں نے لاکھ کوشش کی مگر اس کی یادوں سے پیچھا نہ چھڑا سکا جبیں کی یادوں کے ساتھ سفر کیا تو مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ کب لاہور آ گیا اس اجنبی شہر میں میں اس وقت بالکل اکیلا تھا پھر بڑی مشکل سے میں نے ایک دوست کا سراغ لگایا اور اس کے پاس چلا گیا اس کی منت سماجت کی تو اس نے ایک فیکٹری میں مجھے بطور ورکر کام پر رکھوا دیا میں تین ہزار تنخواہ پر کام کرنے لگا اس میں بڑی مشکل سے بارہ تیرہ سو روپے بچا پاتا تھا لیکن پھر بھی میرے لیے کافی ہوتا کیونکہ میں اکیلا ہی تھا میں ساتویں جماعت میں تھا جب گھر سے نکلا تھا مجھے فیکٹری میں کام کرتے کرتے دو سال ہو گئے تھے لیکن میرے گھر کا کوئی فرد مجھے ڈھونڈنے نہیں آیا تھا نہ ہی انہوں نے کوشش کی تھی فیکٹری میں بھی مجھے ہر پل جبیں کی یادیں ستاتی رہتی تھی اس کی یادوں نے ایک پل بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا تھا ہر وقت اس کی یاد میں کھویا کھویا رہنے کی وجہ سے میرا کبھی مشین میں ہاتھ آ جاتا تو کبھی کوئی چیز ہاتھ پہ لگ جاتی فیکٹری کا ڈاکٹر مجھے ہمیشہ مذاق کرتا کہ یار تمہیں ہی کیوں سب سے زیادہ چوٹیں لگتی ہیں دھیان سے کام کیا کرو تمہارا دھیان کہاں ہوتا ہے میرے دوست مجھے کثر سمجھاتے رہتے مگر وہ کیا جانیں کہ جو ایک

بار اس کے پاس جاتا ہے اس کا واپس آنے کو جی نہیں کرتا حالانکہ اس کا مزاج بھی سخت تھا اور اس کا نخرہ بھی آسمان سے باتیں کرتا تھا جب وہ جھکی تو میری نگاہیں بھی جھکی کی جھکی ہی رہ گئی میں تو مرمٹا تھا اس کی اداؤں پر آج مجھے فخر ہو رہا تھا اپنے بھائی پر جو اس کی محبت پا گیا تھا میں سوچ رہا تھا کہ بد نصیب ہوگا وہ اگر ان نظاروں کو ٹھکرائے گا مگر ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے شاید اس دنیا کا نظام چل رہا ہے میں اکثر اس کے سامنے گنگ کا گنگ رہ جاتا تھا وہ بولتی چلی جاتی اور میں دیکھتا ہی رہ جاتا تھا وہ سچ میں حسن کا ایک شاہکار تھی جب رات کا دوسرا پہر ہوتا تو وہ اکثر آ کر مجھے نیند سے بیدار کر دیتی تھی جب میں چونک کر اٹھتا تو پتہ چلتا ہے یہ ایک حسین خواب ہوتا میں پھر اسی خیال سے لیٹ جاتا کہ اور اسی خواب کے بارے میں سوچنے لگتا کہ کیسے ایک پل میں آتی ہے اور میرے پاس بیٹھ کر مجھ سے ہزاروں باتیں کر جاتی ہے وہ میری سوچوں پہ حکومت کرنے والی ایک خوبصورت شہزادی تھی اے کاش یہ خواب حقیقت میں بدل جاتے اکثر اپنی خیالوں میں پتہ نہیں کب تک میں جاگتا رہتا اور ایک دن بے قرار آنکھوں میں نیند آ جاتی ایک دن میں اور میرا دوست کامران ہم کینٹین پر بیٹھ کر چائے پی رہے تھے وہ کہنے لگا کہ یار ہم یوں کب تک فیکٹریوں کے دھکے کھائیں گے پھریں گے تین ہزار کی نوکری کرتے رہیں گے میں کچھ کھانے بنانے کا ہنر جانتا ہوں میرا خیال ہے ہم ہوٹل کا کام شروع کرتے ہیں میں نے اخبار نیچے رکھتے ہوئے اس کی بات پر توجہ دی یار کہتے تو تم ٹھیک ہو میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی مگر ہمارے پاس اتنے پیسے نہ تھے کہ اپنا کام شروع کرتے ہم پہلے کسی ہوٹل پر بطور کاریگر کام کریں گے اچھی خاصی تنخواہ ملے گی

کامران خوش ہوتے ہوئے کہا مجھے بھی اس کی بات میں اپنا اچھا مستقبل نظر آیا کیونکہ میرا بھی مقصد تھا آگے بڑھنے کا جبیں کو حاصل کرنے کا تھا اب میرے دل و دماغ کے دوران ایک جنگ سی چھڑ گئی تھی میں مسلسل کامران کی باتوں پر غور کرنے لگا تھا اور ہم نے فیصلہ کر لیا اس مہینے کی تنخواہ لے کر یہاں سے چلے جائیں گے دس دن بعد ہمارا مہینہ پورا ہوگیا اور ہم فیکٹری سے نکل آئے دو تین ہوٹلوں سے پتہ کیا لیکن ہمیں کام نہ ملا پھر بڑی مشکل سے ہمیں ایک ہوٹل پر کام ملا جہاں کامران بطور کاریگر خانسامہ اور میں میزبان کام کرنے لگا کامران کی تنخواہ چار ہزار تھی اور میری تین ہزار تھی میں نے یہ نوکری اس لیے قبول کی تھی کہ میں بھی یہ کام سیکھنا چاہتا تھا اس میں کامران نے میری کافی ہیلپ کی وہ ساتھ ساتھ مجھے سب سکھاتا بھی رہا ہم نے اس ہوٹل پر تین ماہ کام کیا اور چھوڑ کر کسی اور ہوٹل پر دونوں ہی بطور خانسامہ کاریگر کام کرنے لگے تھے ابھی میں مکمل کاریگر تو نہ تھا مگر کامران میرے ساتھ تھا اس لیے میں مطمئن تھا وہ ہوٹل خاصا اچھا ہوٹل تھا اس لیے وہاں ہم دونوں کی تنخواہ چھ چھ ہزار تھی ہم نے وہاں پانچ چھ ماہ کام کیا تو میں مکمل کاریگر ہو گیا جہاں میں مکمل کاریگر گیا وہاں میں نے حالات سے لڑنا بھی سیکھ لیا تھا وقت کی دھوپ اور چھاؤں میں جینا سیکھ لیا تھا لوگوں کے ٹھنڈے اور گرم رویے کو سمجھ گیا تھا یہ دنیا کس قسم کی ہے اسے کیسے لوگ چاہیں میں سب جان گیا تھا اس دنیا میں کیسے جیا جا سکتا ہے یہ بھی جان گیا تھا اب مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی میں کیا سے کیا ہو گیا تھا کبھی کبھی اپنے آپ کو دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا مجھے اکثر یہ شعر یاد آ جاتا۔

اے عشق تو نے تو رلا دیا مجھے

پوچھ میری ماں سے کہ کتنا لاڈلا تھا میں
شدت عشق خیر ہو تیری
کیسے عالم میں لا کر چھوڑ دیا

ایک دن میں حسب معمول کھانا بنا رہا تھا کہ اچانک میری نظر سامنے گیٹ پر پڑی گاڑی جو کے رکی تھی ایک صاحب گاڑی سے اترے اور آنکھوں پر کالا چشمہ اٹکائے ہوئے اندر آئے اور انہوں نے اپنا لمبا بھارا وجود سامنے پڑی کرسی پر لا پھینکا اور مسلسل میری طرف دیکھنے لگا میں اپنے کام میں مصروف تھا میں نے سرسری سی نظروں سے اسے ایک دو بار دیکھا تو وہ بڑی ہی غور سے مجھے گھورے جا رہا تھا میں نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھوں میں محبت اور اپنائیت اتر رہی تھی اتنے عرصے بعد کسی کی نظروں میں میں نے محبت اور اپنائیت دیکھی تھی تو مجھے بہت اچھا لگا تھا میں اب کبھی کبھار اس کی آنکھوں میں ڈوبتے اور ابھرتے ہوئے جذبات کو دیکھنے لگا تھا میں نے کھانا بنایا اور ویٹر سے کہا کہ لے جاؤ اور اس صاحب کو دے آؤ وہ لے گیا جب ان صاحب نے کھانا کھایا تو کہنے لگے ویٹر اس لڑکے کو بلاؤ ویٹر مجھے آ کر کہا میں گیا تو وہ شخص کہنے لگا کہ واہ بھئی واہ کیا مزے کا کھانا بنایا ہے بہت اچھا کھانا بناتے ہو یہ پانچ سو تمہارا انعام ہے اور میرا کارڈ رکھ لو اس پر میرا نمبر ہے بات ضرور کرنا میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کارڈ لے کر جیب میں رکھ لیا جب رات ہوئی تو ہم فری تھے تو میں نے کامران سے بات کی میں نے سب سے پہلے کامران سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا کیونکہ کامران مجھ سے زیادہ یہاں کے لوگوں کو جانتا تھا میں نے بات کی تو کامران جھٹ بول پڑا کہ واہ یار تمہاری تو لاٹری نکل آئی یار تو تو بالکل نہ سوچ بس جلدی سے نمبر ڈائل کر میں نے کارڈ اپنی جیب سے نکالا اور نمبر ڈائل کیا تو آواز آئی جی کون میں جی میں نثار بات کر رہا ہوں جی آپ نے ہوٹل میں کارڈ دیا تھا ہاں ہاں یاد آیا کیسے ہو نثار میاں اصل میں مجھے تمہارا ہاتھ کا کھانا بہت پسند آیا تھا میں تم سے کہنا چاہتا تھا کہ کیا ہمارے گھر پر کام کرو گے میں نے کامران کو اشارہ کیا تو کامران نے ہاں بولنے کا اشارہ کیا میں نے ہاں کہہ دی تو ان صاحب نے اپنے گھر کا ایڈریس فون پر لکھوا دیا اور ہم دونوں صبح بہت خوش خوش ان کے گھر پہنچ گئے وہ صاحب گھر پر ہی تھے ہمیں اپنے سامنے پا کر بہت خوش ہوئے اور اپنی بیگم سے کہنے لگا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کے بارے میں نے ذکر کیا تھا یہ تمہارا کمرا ہے انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو خاصا کھلا مگر سادہ تھا مجھے کامران سے بچھڑنا عذاب لگ رہا تھا ماں باپ اور گھر بار چھوڑنے کے بعد جبیں کی یادیں اور کامران نے تسلی دی کہ یار اسی میں تمہارا مستقبل ہے کامران سچ میں میری کامیابی اور ترقی چاہتا تھا وہ دیکھ رہا تھا کہ میری کامیابی اور ترقی اسی میں ہے اور وہ ان صاحب سے میری تنخواہ کی بات بھی کر چکا تھا انہوں نے میری تنخواہ آٹھ ہزار لگائی تھی کھانا رہائش اور ضرورت کی چیزیں ان کے ذمہ تھیں بہت اچھے لوگ تھے مجھے جہاں اپنی کامیابی پر خوشی تھی وہیں کامران سے بچھڑنے کا غم بھی تھا کامران مجھے سمجھانے لگا کہ نثار تم پریشان نہ ہونا میں ٹائم نکال کر تم سے ملنے آتا رہوں گا اور خوب دل لگا کر کام کرنا میرے یار میری بالکل فکر نہ کرنا مکامران کہہ کر چلا گیا اور مجھے جبیں کی یادوں کے ساتھ اکیلا چھوڑ گیا صاحب نے مجھے فوراً وہی کھانا بنانے کا آرڈر دیا جو میں نے انہیں ہوٹل میں کھلایا تھا میں نے کھانا تیار کیا فوراً ان کے حوالے کیا ساری فیملی انگلیاں چاٹتی رہی شہاب صاحب منیر ے کام سے بہت خوش تھے دن گزرتے گئے

میں روز روز ان کو نئی ڈیشز بنا کر کھلاتا رہا بہت مزا آتا اب میں شہاب کے گھر کا ایک فرد بن چکا تھا سب مجھے کہنے لگے کہ تم زندگی بھر ہمارے ساتھ ہی رہو گے شار تم کہیں نہیں جاؤ گے ایسے میں ہنستے مسکراتے دن گزرنے لگے میرا وہاں پر دل لگ گیا مجھے وہاں کام کرتے ہوئے دو ماہ ہو گئے ان دو مہینوں میں میں نے اکثر محسوس کیا کہ شہاب کی چھوٹی بیٹی نائلہ مجھے کن آنکھوں سے دیکھتی رہتی ہے لیکن میں اکثر میں اپنی نظریں جھکا کر رکھتا نائلہ اکثر کچن میں آ کر مجھے تنگ کرنے لگتی تھی کبھی کہتی کہ یہ کھانا بنانا کبھی کہتی کہ وہ بناؤ نائلہ شہاب کی لاڈلی بیٹی تھی اس لیے اکثر اس کی فرمائش پر ہی کھانا بنتا تھا۔

میں ہمیشہ نائلہ سے ناچ چھڑاتا تھا اور اس سے دور دور رہنے کی کوشش کرتا تھا مگر میں اس سے جتنا دور بھاگتا وہ میرے اتنا ہی قریب آتی جاتی وہ جب بھی کوئی ایسی ویسی بات کرتی تو میں ٹال مٹول کر جاتا تھا اور اپنے کام میں محو ہو جاتا تھا کیونکہ مجھے تو ایسا کام کرنا تھا میں اس سے ہمیشہ کتراتا تھا۔

پھر ایک دن تنگ آ کر میں نے اس کا بات کا ذکر کامران سے کیا کامران نے مجھے سمجھایا کہ کوئی بات نہیں یار تم اس بات کو سیریس نہ لو یہ شہری لڑکی ہے ایسے ہی کھلے ذہن کی ہوتی ہیں تم اپنے کام کی طرف دھیان دو بس اس کے بعد میں نے یہ بات بالکل دماغ سے نکال دی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا اس بات کو ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔

ایک دن موسم بہت اچھا تھا شہاب صاحب کی ساری فیملی باہر گھومنے کے لیے گئی ہوئی تھی اور مجھے گھر پر ہی چھوڑ گئے میں نے شکر کیا کہ چلو کچھ دیر آرام کر لوں گا میں نے گیٹ لاک کیا اور آرام سے کمرے میں آ کر لیٹ گیا جب بارہ بجے تو اس کی گھر کی بل بجی تو اس طرح جیسے کوئی بیل پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا بھول گیا ہو میں نے بڑے غصے سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے نائلہ کھڑی مسکرا رہی تھی وہ سفید یونیفام میں اور گلابی دوپٹے میں بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی ماتھے پر ہلکی سی پسینے کی شکن اس کی خوبصورتی کو اور بھی بڑھا رہی تھی میری نظریں آج پہلی بار نا چاہتے ہوئے بھی نائلہ پر نجانے کیوں ٹھہری گئی تھی میں نے ایک دم تمام خیالوں کو اپنے دماغ سے جھٹکا اور نائلہ سے مخاطب ہوا جی آئیے اندر تو وہ میرے پیچھے پیچھے اندر آ گئی میں ایک بار پھر آ کر کمرے میں لیٹ گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ میرے کمرے میں بلیو جینز پہن کر آ گئی میری نظریں ایک بار پھر نائلہ کے معصوم چہرے اور اس کے نرم ملائم جسم پر ٹک سی گئیں تھیں جی کھانے کو کچھ ہے۔

جی ہے کیا کھائیں گی آپ۔

جو آپ کھلائیں گے نائلہ کا رویہ بہت اپنائیت والا تھا جی یہ کھانا ہے لائیں میں گرم کر دیتا ہوں۔

نہیں میں خود کر لوں گی۔

نہیں میں کر دیتا ہوں آپ تکلف نہ کریں میں نے نائلہ کو کھانا گرم کر دیا تو نائلہ کہنے لگی کہ اب گرم کر دیا ہے تو کھلا بھی دیں جانے کیوں مجھے لگا جیسے ان معصوم ہونٹوں نے نکلی خواہش کو پورا کر دینا چاہیے میں نے نا چاہتے ہوئے بھی نائلہ کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا نائلہ بہت خوش ہوئی نجانے میں آج کیوں اپنا مطلب بھلا بیٹھا تھا یہ زندگی بھی کیا عجیب کھیل کھلاتی ہے کیا کیا کرنا پڑتا ہے انسان کو مجھے جس سے محبت ہے وہ مجھے تسلیم نہیں کرتا اور جسے مجھ سے محبت ہے میرا دل اسے تسلیم نہیں کرتا اور وہ مجھے اپنے ساتھ منسوب کرنا چاہتا ہے نائلہ میرے قریب قریب ہوتی گئی

میں نے نائلہ کو بہت سمجھایا مگر وہ کہنے لگی کی کسی خوابوں اور خواہشوں کا احترام کرنا چاہیے نثار میں تم محبت کرتی ہوں تم جس دن سے آئے ہوئے ہو جس دن دے تمہیں دیکھا ہے تم پہ مرمٹی ہوں میری محبت کو میری ہوس نہ سمجھو نثار اس کا لہجہ بہت بکھرا بکھرا ہوا تھا مجھے نائلہ پر ترس آنے لگا تھا نائلہ نے مجھے اس قدر مجبور کردیا کہ میں نے نائلہ کی ہر خواہش کو پورا کر دیا نائلہ آج بہت خوش تھی مگر میرا ضمیر مجھے بار بار ملامت کر رہا تھا کہ یں نے یہ کیا کیا یہ مجھے کیا ہو گیا میں اپنی محبت کی خیانت کی ہے اپنے صاحب کی کا نمک کھا کر اس سے خیانت کی ہے میں اج اپنی ہی نظروں سے گر گیا ہوں میں نے ایک دن رات گھٹ گھٹ کر گزاری سب مجھے اداسی کی وجہ پوچھتے رہے مگر میں خاموش تھا آخر کار میں نے فیصلہ کرلیا کہ ان لوگوں کو بتائے بغیر ہی میں یہاں سے چلا جاؤں گا سو میں نے ایسا ہی کیا رات کو میں نے اپنے کپڑے پیک کر لیے اور صبح کسی کو بتائے بغیر ہی گھر سے نکل آیا نائلہ نے میرا نمبر لیا ہوا تھا اس نے مجھے فون کیا اور مجھ سے رو رو کر کہنے لگی نثار تم ناراض ہو گئے ہو میں معافی مانگتی ہوں پلیز لوٹ آؤ نثار سب گھر والے بھی تمہاری وجہ سے پریشان ہیں نائلہ پلیز مجھے بھول جاؤ میں تمہیں نہیں آسکتا میری مجبوری ہے یہ کہہ کر میں نے اپنا نمبر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا تو نائلہ بلک بلک کر رونے لگی تو مجھے اپنا وہ بلک بلک کر رونا یاد آ گیا نائلہ کی معصومیت دیکھ کر مجھے وہ اپنا معصوم بچپن یاد آ گیا۔

میں سیکھا کامران کے پاس گیا اور اسے تمام واقع سنایا وہ پریشان تو ہوا مگر اس نے مجھے پھر تسلی دی اور کچھ دن بعد اس نے مجھے ایک گھر میں کام پر رکھوا دیا میں میں بطور خانسامہ کام کرنے لگا اب مجھے ہر قسم کا کھانا بنانا آ گیا تھا کسی کو بولنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا ان کی فیملی بھی بہت تھی ان کا ایک ہی بیٹا تھا وہ لوگ بھی مجھے بہت پیار کرتے تھے پتہ نہیں میرا چہرا ہی اتنا معصوم تھا جسے دیکھ کر ہر کوئی میرا مہربان ہو جاتا تھا ایک ہی نہ ہوئی تو بس جیسں میں تقریبا پندرہ دن تو وہاں پر ٹھیک کام کرتا رہا پندرہ دن کے بعد بدقسمتی سے ایک لڑکی جو کہ صاحب کی بھانجی تھی وہ آ گئی پتہ نہیں کیوں ان لڑکیوں کو مجھ پہ ترس آنے لگا تھا لیکن ترس اس وقت جب میرا دل پتھر ہو گیا جب مجھے ان کو تڑپانے میں مزہ آنے لگا تھا حمیرا بار بار کچن میں آتی اور نئی نئی فرمائشیں کرتی او رساتھ ساتھ اشاروں اشاروں میں بتانے لگی کہ اس کی آنکھوں میں میرے لیے کتنا پیار ہے میں نے ایک پل کے لیے بھی اس کے پیار کو انکار نہ کیا سے فورا اسے فورا قبول کرلیا نجانے کیوں میں نے حمیرا کے دل کی مرضی قبول کی تھی اس کی خوشی کی کوء انتہا نہ تھی کچھ دنوں بعد ہی میں نے اسے باہر جانے کے کہا تو وہ فورا مان گئی میں اسے گھمانے کے لیے باہر لے گیا اور حمیرا کے حسن کی خوبصورتی نازک تتلی کو ایسے مسلہ کہ مجھے ترس بھی آ رہا تھا مگر پھر مجھے اپنا معصوم بلکتا ہوا بچپن یاد آ گیا اور مجھے سب بھول گیا اس کے بعد میں اپنے کام میں مگن ہو گیا تھا اس کے بعد مجھے ایسا لگنے لگا میرا اب حمیرا سے ملنا جلنا ٹھیک نہیں ہے کیوں کہ اگر صاحب کو پتہ چل جاتا تو یہ اچھی بات نہ ہوتی اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ میں یہاں سے بھی رفو چکر ہو جاؤ ں میں جانے لگا تو حمیرا کو تڑپتا دیکھ کر بہت مزہ آرہ اتھا اسے روتا ہوا چھوڑ کر جانا مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا میں نے حمیرا کی ایک نہ سنی تھی اور کہا کہ پلیز مجھے جانے دو میری مجبوری ہے میں نہیں رک سکتا اور میں نے اپنا نمبر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا تا کہ حمیرا مجھ سے کوئی رابطہ نہ رکھ سکے میں پھر کامران

کے پاس آ گیا تھی دو دن بعد مجھے ایک گھر سے پھر آفر ہوئی میں نے فوری قبول کر لی نجانے کیوں میں اپنا مقصد بھلا بیٹھا تھا اور میری نظریں غلاظت سے بھر گئی تھیں میری نظریں ہر وقت لڑکیوں کو تلاش کرنے لگی تھیں اب میں کسی میڈم کے گھر میں کام کرنے لگا تھا اکیلی ہوتی تھی میں جس پچیس دن وہاں کام کرتا رہا کھانے کے بعد آ کر آرام کرتا کمرے میں لیٹ جاتا ایک دن میں حسب معمول فارغ ہو کر کمرے میں لیٹ گیا تو بیگم صاحبہ نے مجھے بلا بھیجا میں نے کہا خدا خیر کرے میں گیا نثار تم کھانے بڑے اچھے بناتے ہو کہاں سے سیکھے ہیں اتنے اچھے کھانے بنانے ۔ جی بس آپ عورتیں ہی مردوں کو کھانے بنانے سیکھا دیتی ہیں میں نے بات کو مذاق میں ڈالتے ہوئے کہا بیگم صاحبہ قہقہہ لگا کر ہنسی واہ بھئی اچھا مذاق کر لیتے ہیں بھئی تمہارے صاحب کو تمہارے کھانے بہت پسند ہیں اور خاص کر مجھے تمہارے کھانے بھی اور تم بھی بیگم صاحبہ کندھے اچکاتے ہوئے اٹھیں اور آنگن کی جانب چل دی مگر یہ کیا مجھے کس الجھن میں ڈال گئیں تمہارے کھانے بھی پسند ہیں اور تم بھی کیا مطلب ہے ان کا رات بھر اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا اور بیگم صاحبہ کی بات پر غور کرتا رہا کہ لڑکیاں تو لڑکیاں ہیں یہ بیگم صاحبہ کو کیا ہو گیا ہے جیسے جیسے دن گزرتے گئے بیگم صاحبہ مجھے اپنی طرف مائل کرنے لگی میرے قریب ہونے لگی ایک دن میں معمول کے مطابق ناشتہ کرنے کے بعد باہر آنگن میں دھوپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ نجانے کب میری آنکھ لگ گئی اور مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ بیگم صاحبہ کب سے میرے قریب آ کر بیٹھ گئی اور مجھ پر نظریں جمائے رکھیں ۔ میری آنکھ کھلی تو میں ایک دم چونک سا گیا بیگم صاحبہ آپ بیگم صاحبہ ہنس پڑیں ریلیکس کوئی بات نہیں بیگم صاحبہ آج سرمئی لباس میں کھلے بال دراز قد خوبصورت گڑیا لگ رہی تھیں آج تو بیگم صاحبہ نے جواں لڑکیوں کے روپ کو بھی پرے چھوڑے دیا تھا حسینوں کو بھی مات دے دی تھی وہ واقعی قیامت ڈھا رہی تھیں اچانک مجھے ایک جھٹکا سا لگا مجھے ایسا لگا جیسے مجھے کسی نے کندھے سے پکڑ ہو اور وہ بیگم صاحبہ تھیں یہ کندھے سے پکڑ کر کہنے لگی کہ اندر آؤ اور خود اندر چلی گئی میں ڈر گیا اب نجانے کیا بات ہے کہ مگر جانا تو پڑے گا ملازم ہوں میں نے اپنے کپڑے وغیرہ سیٹ کئے اور چل پڑا اندر آیا تو بیگم صاحبہ نے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود سامنے بیٹھ گئی اور مجھ سے میرے گھر والوں کے متعلق پوچھنے لگی میں نے کہا کہ میں اکیلا ہوں میر اکوئی نہیں ہے تو بیگم صاحبہ جھٹ سے بولی تم ایسا کیوں کہتے ہو میں ہوں ناں مجھے میڈم کی باتوں میں بہت اپنا پن نظر آیا میں نے ان کی طرف اپنائیت کی نظر سے دیکھا تو میرے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی اور میرا ہاتھ تھام کر کہنے لگی کہ نثار تم پریشان نہ ہو میں تمہارے ساتھ ہوں ہر وقت ہر دکھ سکھ میں تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو تم مجھ سے کہنا میں بہت حیران ہوا میں میڈم کا ارادہ جان گیا تھا اس لیے اپنا ہاتھ چھڑا کر کمرے سے باہر نکل آیا میں نے میڈم سے اپنا رویہ کچھ تبدیل کر لیا کچھ سخت کر لیا لیکن میڈم تو مجھے صاف لفظوں میں کہنے لگی کہ نثار پلیز مان جاؤ مجھے تم اچھے لگتے ہو تم کیوں مجھ سے نظریں چراتے ہو کیوں بار بار میرا دل توڑتے ہو پلیز نثار میری محبت کو قبول کر لو میڈم کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی مجھے بہانوں بہانوں سے اندر بلاتی اور ہر بار یہی کہتی کہ نثار میرے دل کی عرضی قبول کر لو پلیز میرا دل نہ توڑنا اب مرتا کیا نہ کرتا میں خاموش ہو گیا تم خاموش کیوں ہو نثار کوئی تو جواب دو میں

پریشان ہوں نثار میں سب سنبھال لوں گی تم پریشان نہ ہونا لیکن خدا کے لیے میرا دل نہ توڑو میڈم نے قریب آ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے پلیز ہاں کہہ دو نثار آخر کا میڈم کے اندر بھڑکنے والی آگ ابھرنے والی محبت اوران کے اپنائیت بھرے لہجے نے مجھے ہاں کہنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے ہاں میں سر ہلایا اور چل دیا میڈم کے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے وہ خوشی سے جھوم رہی تھیں اب جب بھی صاحب دفتر جاتے تو میڈم فوراً مجھے اندر بلا لیتی اورایک دن وہ آ گیا کہ بیگم صاحبہ کو یہ انتظار رہتا تھا کہ کب صاحب گھر سے نکلیں اور کب میں ان کے پاس ہوں اب آصفہ بیگم مکمل طور پر میری عادی ہو چکی تھیں وہ میرے بغیر رہ نہیں سکتی تھیں وہ ہمیشہ مجھے کہتی کہ نثار تم مجھے چھوڑ کر کبھی نہ جانا مگر اب آصفہ بیگم سے میں کترانے لگا تھا شاید میرا ان سے جی بھر گیا تھا میں یہاں سے نکلنا چاہ رہا تھا میں نے اپنا بوریا بستر گول کیا آصفہ بیگم کو بتایا تو ان کے تو اوسان خطا ہو گئے جیسے کہنے لگی پلیز نثار تم کیوں جانا چاہتے ہو وجہ تو بتاؤ اگر کوئی پیسوں کا مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ میں تمہاری خدمت میں کوئی ہے تو مجھے بتاؤ میں لوگوں کے سامنے تمہاری میڈم لیکن حقیقت میں تو میں تمہاری غلام ہو چکی ہوں نثار پلیز نثار مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ لیکن میں نے پہلے کی طرح اپنے دل پر پتھر رکھ لیا اور چل پڑا میڈم جی سوری میری ذاتی مجبوری ہے دعاؤں میں یاد رکھے گا کوئی غلطی ہوئی تو معافی چاہتا ہوں جاتے جاتے مجھے میڈم آصفہ کی زبان پر بھی وہی الفاظ ملے کہ نثار اتنا تو بتاتے جاتے کہ میرا قصور کیا تھا جنہیں سنکر مجھے بہت مزا آیا شاید اس کے بعد کامران نے ایک فیملی سے بات کر کے مجھے مری بھجوا دیا مری میں میرا سولہ ہزار تنخواہ منتخب ہوئی مری آ کر مجھے پتہ چلا کہ دنیا

کتنی خوبصورت اور دلکش ہے اتنی حسین لڑکیاں اور اتنی جلد میرے چنگل میں پھنس جاتی معصوم لڑکیوں کے دلوں سے کھیلنا اب میرا شوق بن چکا تھا ان کے حسن کی نازک کلی کو بے دردی سے مسلنا مجھے بہت اچھا لگتا تھا مجھے انہیں روتے بلکتے ہوئے دیکھ کر بہت مزا آتا تھا جب بھی کوئی لڑکی مجھ سے گڑگڑا کر کہتی کہ نثار میرا قصور کیا ہے مجھے کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو تو مجھے اپنا معصوم بچپن یاد آ جاتا کہ میرا قصور کیا تھا میری خوشیاں کیوں چھین گئیں میری ہنسی کیوں لبوں پر آنے سے پہلے دبوچ لی گئی اس طرح میری زندگی میں میڈم آصفہ کے بعد شمائلہ مہرین آمنہ صائقہ عابدہ اقصیٰ مسکان شمائل آسیہ ساجدہ ملائکہ ایمن کومل مہک فائزہ رابعہ شبانہ بچپن رمشا حائقہ کائنات رمشا نازیہ اور پھر زویا اور اس کے علاوہ پتہ نہیں کتنی ہی زویا میری زندگی میں آئیں گی اور ایسے ہی چلی جائیں گی سب بے چاری مجھ سے سچی محبت کرتی رہیں اور جاتے جاتے یہی کہتی رہیں کہ نثار صرف ایک سوال کا جواب دے دو کہ میرا قصور کیا ہے ہر کسی کے لبوں سے یہ الفاظ سن کر مجھے بہت مزا آتا۔ اب میں اس سٹیج پر پہنچ چکا ہوں کہ کسی کے جذبات یا کسی کا پیار کسی کا دل میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے میرے سینے میں دل نہیں ہے جب میری کسی نے نہیں سنی تو میں کسی کی کیوں سنوں زویا بھی ان لڑکیوں میں سے ایک ہے امید ہے کہ آپ اب مجھ سے کوئی سوال نہیں کریں گی اور ہاں جب تک جبین میری زندگی میں لوٹ نہیں آتی میں اسی طرح کرتا رہوں گا زندگی میں ہر روز ایک نئی زویا آتی ہے اور اگلے دن چلی جاتی ہے جب تک جبیں لوٹ نہیں آتی میں اسی طرح معصوم اور بے قصور زندگیوں کو اپنا نشانہ بناتا رہوں گا نجانے میرا اگلا نشانہ اب کون بے چاری

بنتی ہے۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ نثار قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔

قارئین کرام یہ تو تھی معصوم زوبا کے دل کی داستان اور نثار کی محبت کو میں کوئی نام نہیں دے سکی یہ فیصلہ میں آپ پر چھوڑتی ہوں اور جبین سے یہ گزارش کرتی ہوں کہ اگر وہ کہیں بھی یہ کہانی پڑھ لے تو یا اس کا کوئی عزیز کہانی کو پڑھے تو اس سے میری گزارش ہے کہ پلیز نثار کی زندگی میں واپس لوٹ آئے تا کہ کئی معصوم زندگیاں اس کا نشانہ بننے سے بچ جائیں۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیے گا۔ میں آپ کی رائے کا انتظار کروں گی شدت سے۔

رات کی نیند بھی اور چین بھی کھونا ہو گا
یاد میں میری تجھ کو اشک بہانہ ہو گا
کل تیرا شہر مجھے چھوڑ کر جانا ہو گا
آج کی رات ذرا پیار سے باتیں کر لے
اب تیرے دل میں وہ چاہت وہ محبت نہ رہی
تو وہی ہے مگر آنکھوں میں مروت نہ رہی
سچے وعدوں کی حسین رات بھلا دی تو نے
ہر میرے پیار کی ہر بات بھلا دی تو نے
بے وفائی کا تیری تجھ سے گلہ کیسے کروں
تیری یادوں کو اس دل سے جدا کیسے کروں
اپنے ہر غم کو تبسم میں چھپانا ہوگا
کل تیرا شہر مجھے چھوڑ کر جانا ہوگا
آج کی رات ذرا پیار سی باتیں کر لے
دل نے سوچا تھا کہ اب ساتھ نہ چھوٹے گا کبھی
میرے محبوب تیرا ہاتھ نہ چھوٹے گا کبھی
لیکن افسوس کہ تو دور گیا نادانی سے
اپنی رسوائی سے اور پیار کی بدنامی سے
تجھ کو اس رات کا احساس دلانا ہوگا
کل تیرا شہر مجھے چھوڑ کر جانا ہوگا
آج کی رات ذرا پیار سے باتیں کر لے

غزل

اگر مل سکے تو وفا چاہیے
ہمیں کچھ نہ اس کے سوا چاہیے
بہت سے سکوں ہیں ہم تیرے بن
ہمیں زندگی کی دعا چاہیے
کہیں پہ میں جاؤں پلٹ آؤں گا
مجھے بس تیری اک صدا چاہیے
ہو تکمیل جس سے میری ذات کی
بہاروں کی ایسی ہوا چاہیے
مجھے تیرے قدموں میں اے ہمنوا
اگر مل سکے تو جگہ چاہیے
کہاں تک بھلا میں نبھاؤں وفا
کبھی تو مجھے بھی صدا چاہیے
تمنا ہے میری زندگی
کنارہ مجھے اے خدا چاہیے

★ .... حرا ناز - حافظ آباد

غزل

ہجر کا تارا ڈوب چلا ہے ڈھلنے لگی ہے رات وصی
قطرہ قطرہ برس رہی ہے آنکھوں کی برسات وصی
تیرے بعد یہ دنیا والے مجھ کو پاگل کر دیں گے
خوشبو کے دیس میں مجھ کو لے چل اپنے ساتھ وصی
تیری چیپ کی مہر لگا کے کب تک ہم گم صم بیٹھے رہیں گے
خاموشی سے دم گھٹتا ہے چھیڑو کوئی بات وصی
آج تو اس کا چہرہ بھی کچھ بدلا بدلا لگتا ہے
موسم بدلا، دنیا بدلی، بدل گئے حالات وصی
میرے گھر خوشبو کا یہ رقص اس کے دم سے ہے
اس کے چلی جائے گی پھولوں کی بارات وصی
چھوڑ وصی اب اس کی یادیں تجھ کو پاگل کر دیں گی
تو قطرہ ہے وہ دریا ہے دیکھ اپنی اوقات وصی

وصی شاہ .... انیلہ غزل

ہم سے پوچھنی ہے تو ستاروں کی بات پوچھو ناز
خوابوں کی بات تو وہ کرتے ہیں جنہیں نیند آتی ہے

✪ .... ثقلین ساجد - مظفرآباد کشمیر

کیا یہی پیار ہے

تحریر۔ عافیہ گوندل۔ جہلم

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہو گا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

محبت تو ایک پاکیزہ رشتہ ہے محبت کے بغیر انسان ادھورا ہے محبت خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے محبت تو ایک جذبہ ہے محبت زندگی کی ضرورت ہے اور انسان کا حق ہے محبت جس سے بھی ہو محبت محبت ہوتی ہے بے چینی محبت کا اہم حصہ ہے میرے خیال میں محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے یہ کہانی میری ایک دوست کی ہے جس کا نام ثمرہ ہے ثمرہ تین بھائیوں کی اکیلی لاڈلی اور بہت ہی پیاری بہن ہے ابو کی جان امی کی مددگار بھائیوں کا مان ہے ثمرہ شروع سے ہی پیاری تھی مگر جب جوان ہو۔ حسین۔ ہو خریدار ہو۔ فلمی زبان ہو۔ زبان میں شیریں ہو۔ عشق و محبت پیار نہ ہو تو اس جوانی کو کیا کرنا اس حسن کو کیا کرنا اس زبان کو کیا کرنا عشق ہوتا ہے نا جب تو یہ جوانی یہ حسن زبان سب کچھ بے معنی ہو جاتا ہے ثمرہ بھی کچھ اسی طرح ہی کی تھی خوبصورت جوان سب کو ہنسنے والی ن پہ ترس کھانے والی سب کچھ مذاق میں اڑانے والی زبان میں میٹھا س اس طرح ہوتا ہے آگے والا حیران و پریشان رہ جاتا تھا۔ خوبصورتی کی اہمیت خوبصورتی کے لیے اہم خوبصورتی کی مثال خوبصورتی کی تصویر میری سب سے پہلی ملاقات ہی ثمرہ سے ہوئی تھی ثمرہ مجھے بہت اچھی لگی تھی۔

میں اور ثمرہ اکٹھی سکول جاتی اور اکٹھے ہی سکول کا کام کرتی تھیں ہمیں محبت ہوئی تو نہیں تھی ہاں مگر محبت سے واقف ضرور تھیں ہماری دوستیں باتیں کرتی تھی کہ فلاں کو فلاں سے محبت ہو گئی ہے مگر ہمیں کیا لینا تھا محبت کرنے والوں سے ہم محبت کرنے والوں پہ یقین لانے والوں میں سے نہیں تھے وہ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے ثمرہ کو بھی محبت ہوئی تو وہ بھی اندھی ہو گئی بھول گئی کہ وہ تو محبت کرنے والوں پہ ہنستی تھی جب تک زخم خود کو نہ لگے تو احساس نہیں ہوتا۔

عشق ہارا ہے تو دل تھام کے کیوں بیٹھی ہو ثمرہ
تم تو ہر بات پہ کہتی تھی کہ کوئی بات نہیں

ثمرہ اور میں بہت اچھی دوستیں تھیں ہر بات

کرنے والی سب کچھ شیئر کرنے ولی تھیں۔
ایک دن ثمرہ سکول نہیں آئی تھی تو میں نے گھر آتے ہی اس کے ایس ایم ایس کیا تو ثمرہ کہتی ہے کہ عانی مجھے کسی نے ایس ایم ایس کیا ہے کہتا ہے کہ تم ثمرہ ہو۔اور کہتا ہے کہ کیسی ہو ثمرہ جان ۔

میں نے کہا شاید تمہارا کوئی کزن ہوگا کہتی ہے نہیں میرے کزن میں سے کوئی بھی اتنی ہمت نہیں رکھتا کہ مجھ سے بات کرے اور میرا کزن نہیں ہے وہ تو کوئی طیب نامی ہے۔

میں نے اسے مذاق کیا کہ کیا پتا تمہارا کوئی ہیرو بننے آیا ہو آگے سے ہم دونوں ہنسنے لگی یوں ہی وہ بات کرتے رہے کرتے رہے۔

کچھ دنوں بعد میں نے پھر پوچھا کہ بتاؤ وہ طیب کون ہے کہتی ہے پھر کبھی بتاؤں گی جب ہم صبح ملیں تو ثمرہ اداس سی تھی میں نے کہا کیا بات ہے آج تم اتنی پریشان کیوں ہو بولی عانی میں نے کچھ بتانا ہے تمہیں پتا نہیں تم کیا سمجھو گی۔

میں نے مذاق کے موڈ میں مگر وہ بہت اداس تھی پھر اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا سب کچھ سن کر میں خوب زور سے ہنسنے لگی تھی۔

آج مجھے دلی دکھ ہوا ہے ثمرہ کی حالت دیکھ کر کوئی پیار میں ایسا بھی کرتا ہے کیا۔جیسا طیب نے کیا ثمرہ کے ساتھ۔ثمرہ اور طیب [illegible] بات کرتے دن بھر اور رات کے ایک [illegible] کرتے رہتے تھے انہیں دنیا کی کوئی ہوش نہ تھی طیب نے ثمرہ کو بتایا تھا کہ اس کی آنکھیں سبز ہیں اور میں ثمرہ کو اکثر تنگ کرتی تھی کہ ثمرہ سبز آنکھوں والے بے وفا ہوتے ہیں اور کبھی میں ثمرہ کو کہتی کہ ثمرہ سبز آنکھوں والے بڑے خطرناک ہوتے ہوتے ہیں مگر وہ اکثر مسکرا کر کہتی ہے کہ محبت تو ہوگئی ہے اس سے اب طیب خطرناک ہو یا بے وفا مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ثمرہ اور طیب ایک دوسرے سے محبت کے دعوے کرنے لگے تھے تو ثمرہ نے مجھے کہا کہ وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتا ہے میں نے اس سے بہت پہلے ہی محبت کرنے لگی تھی میں نے ثمرہ سے کہا کہ ثمرہ یہ لڑکے ٹائم پاس ہوتے ہیں جو پہلے حسین خواب دکھاتے ہیں پھر چھوڑ جاتے ہیں غلط ایس ایم ایس کرکے تنگ کرتے ہیں کھیلتے ہیں ہم لڑکیوں سے مگر وہ بھی ثمرہ تھی اپنی ہی من مانی کرتی اس کی محبت کا بڑا دعوہ کرتی تھی کہتی تھی طیب میرے گھر رشتہ لے کر آئے گا مگر میں نے اسے کہا کہ وہ کوئی پاگل تو نہیں جو تمہارا رشتہ لینے آئے طیب شاید وہ تھا ہی جھوٹا اگر وہ سچا ہوتا تو کیوں کرتا دعوے کیوں کھاتا قسمیں طیب جھوٹا ہی سہی پیار تو کرتا تھا نا ثمرہ سے۔

برباد کرنا تھا تو کسی اور طریقے سے کرتے
زندگی بن کر زندگی سے زندگی ہی چھین لی

ثمرہ کی ایک طیب سے بات نہ ہوتی میں نے کہا کیا بات ہے آج تم نے مجھے کوئی ایس ایم ایس نہیں کیا تو کہتی ہے کہ جب طیب سے بات نہ ہو تو موبائل کا میں نے کیا کرنا ہے۔

ثمرہ ایک دن طیب نے بہت بے عزتی کی مگر عشق میں عزت نہیں دیکھی جاتی میں نے ثمرہ کو کہا دفعہ کرو اس کمینے کو مگر پیار تھا نہ طیب ثمرہ کا ثمرہ پاگل تھی طیب کی باتوں میں آگئی تھی ثمرہ نے طیب کو اپنے گھر کا ایڈریس دے دیا اور طیب نے اپنا ثمرہ کو۔تقریباً طیب ایک سال تک ثمرہ سے بات کرتا رہا کسی کو جاننے کے لیے ایک لمحہ ہی بہت ہوتا ہے شاید محبت کرنے والوں کو مان ہوتا ہے برسوں بچھڑ کر ملنے کی امید ہوتی ہے چار ماہ تو طیب اور ثمرہ نے دن رات ایک طرح کا ہی گزارہ تھا پھر وہ کہتے ہیں نا کہ کبھی کبھی محبت سے بھی انسان تنگ آجاتا ہے تو طیب بھی ثمرہ سے تنگ آگیا تھا وہ ثمرہ کے ایس ایم ایس کا جواب ہی نہیں دیتا تھا ثمرہ کال کرتی تو وہ بزی کر دیتا ثمرہ اکثر روتی رہتی تھی اور پھر میری منت کرتی کہ پلیز تم طیب کو ایس ایم ایس

کرونا وہ مجھے جواب ہی نہیں دے رہا میں بھی اس میں اس کا ساتھ دیتی ایس ایم ایس کرتی کہ کیا حال ہے طیب بھائی کہا کہ عافی میں بزی ہوں بعد میں بات کرتے ہیں او کے جواب میں میں بھی او کے کہہ دیتی ہر وقت ثمرہ طیب طیب کرتی رہتی تھی وہ تھکتی بھی نہیں تھی ایک دن اچانک طیب نے ثمرہ سے کہا کہ ثمرہ پلیز آج کے بعد میرے نمبر پر ایس ایم ایس یا کال نہ کرنا کیونکہ میں پاکستان چھوڑ کر جا رہا ہوں ثمرہ کیا کر سکتی تھی رونے کے سوا ثمرہ کی حالت اس دن سے بگڑتی گئی ثمرہ کو نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا بس طیب طیب ہی تھا جو اسے چھوڑ کر جا چکا تھا ثمرہ بیمار ہو گئی بیماری میں بھی وہ طیب طیب کہتی رہتی تھی ثمرہ ایک ماہ تک بیمار رہی آپ لوگ خود سوچیں جو انسان جدائی برداشت نہیں کر سکتا تو وہ زندہ کیا خاک رہے گا۔

ملنے آئے ہو چھوڑنے کے لیے
اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی

ثمرہ کا طیب تو ثمرہ کو چھوڑ گیا تھا مگر ثمرہ آج بھی طیب کا انتظار کر رہی ہے محبت میں دھوکہ دینے والا انسان نہیں حیوان ہوتا ہے کیا طیب بھی دھوکہ دے کر خوش ہوگا،

اگر طیب کی کوئی مجبوری تھی تو ثمرہ کو کیوں جھوٹی امیدیں دی کیوں کھیلا ثمرہ کے دل سے کیوں توڑا اس نے ثمرہ کا مان اعتبار۔ بھروسہ کیوں کیا آپ نے طیب ثمرہ کے ساتھ ایسا جس سے محبت کی جاتی ہے نا اس کا احترام بھی کرنا ضروری ہو جاتا ہے پھر کیوں نہیں کیا طیب آپ نے ثمرہ کا اور ثمرہ کی محبت کا احترام بغیر وجہ بتائے کیوں چھوڑ دیا آپ نے ثمرہ کو کیوں۔

طیب لوٹ آؤ ثمرہ کی زندگی میں لوٹ آؤ ثمرہ کو لینے کے لیے لوٹ آؤ لوٹ آؤ تمام مرد حضرات سے درخواست ہے کہ اگر آپ کا نمبر کسی لڑکی سے مل جائے تو اسے تنگ مت کرو اسے جھوٹی امیدیں مت دلاؤ اک جھوٹ کے بدلے میں سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں جیسے طیب نے بولا تھا طیب پاکستان میں ہی تھا مگر اس نے اپنا نمبر تبدیل کر لیا تھا خدا کے لیے کسی کے جذبات سے مت کھیلو دلوں میں تو خدا بستا ہے اگر توڑ دو گے تو گناہگار ہو جاؤ گے۔

آخر میں کچھ پڑھنے والوں سے میری کہانی آپ کو کیسی لگی ضرور بتایئے گا اور اگر کوئی غلطی ہوئی تو خدا کے لیے دل سے معاف کر دینا انسان ہوں کوئی فرشتہ تو نہیں ہوں مجھے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا اور آخر میں یہ ہی کہوں کہ ثمرہ کے لیے دعا کرنا یا تو اس کا طیب مل جائے یا پھر ثمرہ اسے بھول جائے یہ دونوں کام ہی مشکل ہیں ثمرہ کا بھول جانا بھی اور طیب کا لوٹ کر آنا بھی وہ کہتے ہیں نا۔

تقدیر بدلتی ہے دعا کے اثر سے
یقیناً آپ دعا کریں گے تو وہ بدل ہی جائے گی

دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں
طیب اور ثمرہ مل جائیں اور تمام پڑھنے والوں کی ہر جائز خواہشات پوری ہوں۔ آمین۔

کاش تم بن جاؤ ثمرہ کی آنکھ کا پانی
وہ کبھی رو نہ سکے تمہیں کھونے کے ڈر سے
نہ اس کا روگ نہ ہی یادیں تھی اور نہ ہی یہ ہو
تیرے پیار سے پہلے کی نیندیں بھی کمال تھیں
اجازت دیں اللہ حافظ۔

میرے لفظ کی گہرائی میں عکس جمال اس کا تھا
غزل میری تھی مگر دل میں مستوئی خیال اس کا تھا
✪ .... سردار محمد اقبال خان مستوئی۔ سردار گڑھ

مانا کبھی نہیں ہوئے ہم تیری دوستی کے قابل
اپنا نہ سکے انجان سمجھ کر حال پوچھ لیا کرو
✪ .... شمس الرحمن عرف اچھو۔ واہ کینٹ

پیار کی عظمت کو رسوا نہ کیا ہم نے
دھوکے تو بہت کھائے پر دھوکا نہ دیا ہم نے
✪ .... انعام علی۔ جنڈ

محبت کو سلام

۔۔تحریر۔سیف الرحمٰن زخمی۔سیالکوٹ

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

محبت بھی کیا چیز ہوتی ہے نجانے کب کسی سے محبت ہو جانے کوئی پتہ نہیں چلتا جب کوئی دل کو پیارا لگتا ہے تو دل کرتا ہے یہی میری دنیا ہے یہی میری محبت ہے جو پیار میں اپنی منزل کو پا لیتے ہیں وہ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں اور جب محبوب بھی وفا کرنے والا ہو تو زندگی اور بھی خوب صورت لگتی ہے پھر پتہ نہیں چلتا ہے پیار محبت کیا چیز ہوتی ہے یہ کہانی دو ایسے پیار کرنے والوں کی کہانی ہے جن کو محبت میں منزل مل گئی ہے اور وہ آج بہت خوشی سے اپنی زندگی گزار رہے ہیں یہ کہانی میری ایک دوست اور کلاس فیلو کی ہے آئے اس کی زبانی کہانی سنتے ہیں۔

میں جب پیدا ہوئی تو میرے گھر والوں نے بہت خوشیاں منائی کیونکہ میں ان کے گھر میں پہلی اولاد تھی میرے والد جان نے بہت ہی پیار سے میرا نام ثوبیہ رکھا میں سب گھر والوں کی جان تھی سب گھر والے مجھ سے بہت پیار کرتے تھے میری امی جان بہت ہی دو ہر پل مجھ سے پیار کرتی تھیں میں جب پانچ سال کی ہوئی تو میرے والد صاحب نے مجھے گاؤں کے سکول میں داخل کروایا سکول سب استاد مجھے پیار سے پڑھاتے تھے میرے تمام استاد بہت ہی اچھے تھے اور پیار محبت سے پیش آنے والے تھے میرے دل میں ان کی بہت عزت تھی میں نے دل لگا کر محنت کی جس کی وجہ سے میں نے پورے سکول میں پہلے نمبر پر آئی تو میرے گھر والے بہت خوش ہوئے اور پورے گاؤں میں مٹھائی تقسیم کی میں بھی بہت خوش تھی کہ میری وجہ سے میرے گھر والوں کو خوشی ملی ہے میری ماں بہت خوش تھی میرے ایک نمبر آنے پر میرے اچھے نمبر آنے کی وجہ سے مجھے ہائی سکول میں جلدی داخلہ مل گیا۔

آج میرا سکول میں پہلا دن تھا میں کچھ پریشان بھی تھی کہ اچانک ایک خوبصورت سی لڑکی میرے پاس آ کر بیٹھ گئی اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔تو میں نے بتایا ثوبیہ

میں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ تو کہنے لگی
انیلہ پھر اس طرح ہماری دوستی ہوگئی ہم دونوں ایک ساتھ سکول آتی تھیں ہماری دوستی پورے سکول میں مشہور ہوگئی کچھ لڑکیاں تو ہماری دوستی سے جلتی بھی تھیں مگر ہم دونوں نے کبھی کسی کی بات پر غور نہیں کیا پھر اسی طرح ہماری دوستی جاری رہی اور ہم دونوں نے میٹرک پاس کر لیا میرے گھر والوں نے خوش ہوکر ایک خوبصورت سی پارٹی رکھی جس میں اپنی کلاس کی تمام لڑکیوں کو بلایا اور یقین کرو پارٹی کا بہت مزا آیا اسی طرح پھر پارٹی ختم ہوگئی میری دوست بھی اپنے گھر چلی اور میرے گھر کہنے لگیں۔

بیٹی آگے آپ کا کیا پروگرام ہے

میں نے کہا ابو جی میں ابھی خوش ہوں اور میں پڑھنا چاہتی ہوں۔

میرے ابو جی کہنے لگے بیٹی کل میں کوئی کالج دیکھتا ہوں جہاں اچھی پڑھائی ہوتی ہو

میں نے کہا ابو جی ٹھیک ہے جس طرح آپ کی مرضی ہے پھر میں اپنی دوست انیلہ سے بات کی تو وہ کہنے لگی ہم دونوں یک ہی کالج میں داخلہ لیں گی میں نے کہا۔ ٹھیک ہے میں ابو سے بات کی ہے کہ میں اور انیلہ ایک ہی ساتھ اور ایک ہی کالج میں داخلہ لیں گی تو ابو نے کہا ٹھیک ہے بیٹی میں تو آپ کی خوشی چاہتا ہوں پھر ہم دونوں نے ایک ہی کالج میں داخلہ لے لیا جب ہم پہلے دن کالج میں گئیں تو یہاں زندگی کے اور ہی رنگ تھے یہاں تو زندگی ہی بدل گئی ہر لڑکی اور لڑکے ایک دوسرے سے فری باتیں کرتے تھے ہمیں کچھ شرم آتی تھی ابھی تک ہماری کسی سے دوستی بھی نہیں ہوئی تھی کیونکہ پہلا دن تھا پھر آہستہ آہستہ دن گزر رہے تھے میں اور انیلہ بہت خوش تھیں ہماری پڑھائی بھی اچھی تھی یہاں پر بھی ہماری دوستی مشہور تھی ایک دن جب کالج میں الوداعی پارٹی تھی وہ دن بہت خوب صورت تھا میں بھی بہت خوش تھی ہر طرف چہل پہل تھی ہر کوئی اپنی زندگی میں خوش تھا ہر کوئی بہت خوش تھا دل کرتا تھا یہ خوبصورت پل ادھر ہی تھم جائیں مگر وقت کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا یہ گزر جاتا ہے جب پارٹی ختم ہوئی تو میں اور انیلہ گھر جانے کی تیار کرنے لگی تو میری نظر ایک لڑکے پہ پڑی جو بہت خوبصورت تھا نجانے میرے دل کو کیا ہونے لگا ایسا لگ رہا تھا جیسے قدرت نے فرصت میں بنایا ہے وہ بہت حسین اور دل کش تھا میرے دل کو پیارا لگا تھا میں بھی اسکے ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ میرے دوست انیلہ کہنے لگی۔

ثوبیہ کہاں کھوئی ہو۔ میں نے جب اس کی آواز سنی تو میں شرما گئی وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا میرے دل نے مجھے کہا یہی تیرا پیار ہے یہی تیرا پیار ہے یہی تیری وفا ہے میں آج بہت خوش تھی پھر ہم دونوں جلدی سے گھر آگئیں مگر میرا دل تو اس کے پاس ہی رہ گیا تھا وہ میرے خیالوں میں سمایا ہوا تھا میں جب رات کو سونے لگی تو میری آنکھوں میں وہی منظر تھا میرا دل کر رہا تھا کہ میں جلدی سے اس کا دیدار کروں جس نے میری آنکھوں سے نیند چرالی ہے پھر میں بھی جاگتی ہوں جس طرح میری رات گزری ایک پل بھی میں سو نہ پائی ہر پل اس کے بارے میں سوچتی رہی کہ وہ صرف میرا ہے میری زندگی کا جیون ساتھی ہے میں ہر پل اس سے وفا کروں گی کبھی اس کو اپنے سے دور نہیں جانے دوں گی ہر پل میری زبان پر ایک ہی لفظ ہوتا تھا کہ میں اس کی ہوں وہ میرا ہے۔

پھول تمہاری یادوں کے اب تو کھلتے رہیں گے
زندگی رہی تو ہم تمہیں ملتے ہی رہیں گے
جب بھی تمہیں میری یاد ستائے شدت سے
پھر ہم خوابوں میں بھی تم سے ملتے رہیں گے
اب تو مجھے جینے نہیں دیتی یہ ظالم دنیا
تمہاری جدائی کے زخم اب ہم سہتے رہیں گے
نجانے کب لوٹ آجاؤ اسے ہم دل

تمہارے لیے دل کے دروازے اب تو کھلے رہیں گے

لگتا ہے مجھے تمہاری یہ جدائی مار ڈالے گی

زخمی اب تو موت کے پیغام آتے ہی رہیں گے

بس میرا ہے میں نے جب پہلی بار ہی دیکھا تو میرا دل دیوانہ ہو گیا تھا اس کا وہ پہلی نظر میں میرے خوابوں کا شہزادہ بن گیا تھا میرا دل اب کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا مجھے آج کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا نیند میری آنکھوں سے دور تھی پھر نجانے کب میں سو گئی کوئی پتہ نہیں صبح جب میں اٹھی تو میری سرخ آنکھیں دیکھ کر میری امی پریشان ہو گئیں کہنے لگیں بیٹی کیا بات ہے آپ ٹھیک تو ہو میں نے امی سے کہا میں ٹھیک ہوں بس کچھ سر میں درد تھا اس لیے رات کو لیٹ سوئی تھی اتنے میں میری دوست انیلہ بھی آ گئی اور کہنے لگی تو بیہ یار جلدی کرو ناں آج تو ہم کالج سے بہت لیٹ ہو گئی ہیں۔

یار جلدی کرو۔

میں نے امی سے کہا امی جان میں واپس آ کر کھانا کھا لوں گی۔

امی نے کہا بیٹی جس طرح تیری مرضی ہے میں اور انیلہ جلدی جلدی کالج پہنچ گئیں آج میرا دل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا اور میں اپنے محبوب کے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی جس کے نام کا بھی مجھے کوئی پتہ نہیں تھا میں آج اس سے اپنے دل کی باتیں کرنا چاہتی تھی کہ میرا دل آپ سے بہت پیار کرتا ہے بھی مجھ سے دور نہ جانا میری اس پریشانی کو میری دوست انیلہ نے نوٹ کیا کہنے لگی۔

تو بیہ کیا بات ہے تم کچھ دنوں سے بہت پریشان ہو میں نے اپنی دوست کو کہا۔

میں ایک پھول سے چہرے سے پیار کرنے لگی ہوں اس کے ہجر میں جل رہی ہوں مگر میری ہمت نہیں ہو رہی ہے اس سے اپنی محبت کا اظہار کرنے کو کہ کس طرح کروں انیلہ کہنے لگی۔

کیا وہ بھی آپ سے پیار کرتا ہے۔

میں نے کہا اس کی آنکھوں سے پیار نظر آتا ہے مجھے ایسے لگتا ہے وہ بھی مجھ سے پیار کرتا ہے۔

اسی طرح ہم دونوں باتیں کرتے کرتے گھر آ گئیں دوسرے دن بازار سے کچھ سامان لے کر آنا تھا جب میں بازار سے سامان لے کر آنے لگی تو میرے خوابوں کا شہزادہ میرے سامنے آ گیا تو کہنے لگا تو بیہ میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں قسم سے مر جاؤں گا۔

میں نے کہا پیار تو میں بھی آپ سے کرتی ہوں مگر مجھے اس دنیا سے بہت ڈر لگتا ہے کہیں یہ دنیا ہمیں جدا نہ کر دے۔

وہ کہنے لگا میں ہر پل آپ کے ساتھ وفا کروں گا

میں نے کہا اپنا نام تو بتاؤ ناں وہ کہنے لگا۔

میرا نام ساحل ہے

میں نے کہا بہت پیارا نام ہے۔

اس طرح میں جلدی سے گھر آ گئی مگر دل میں بہت خوش تھی کہ مجھے میری محبت مل گئی ہے۔

تیرے پیار میں روز جیتے مرتے ہیں ہم

تیرے وصل کے خوابوں پر آہیں بھرتے ہیں ہم

ہر اک چہرے میں تم کو تلاش کرتے ہیں ہم

تیری یادوں سے چھپ چھپ کر پیار کرتے ہیں ہم

تیرے بن مجھے ہر چیز اداس لگتی ہے ساحل

تیرے پیار کی خاطر تڑپتے رہیں ہیں ہم

جو کوئی مانگنے آتا ہے دل زخمی کا اے صنم

تمہیں دعاؤں میں خدا سے مانگا کرتے ہیں ہم

اس طرح ہمارا پیار شروع ہوا اور ہم دونوں بہت خوش تھے کیونکہ ہمارا پیار سچا تھا میں بھی بھی خود پر ناز کرتی تھی کہ خدا نے ساحل کی صورت میں مجھے ایک پیار کرنے والا ساتھی دیا ہے۔

ایک دن ساحل کہنے لگا کہ ثوبیہ کل ہم پارک میں ملیں گے میرا دل چاہتا ہے کہ تم سے دل کی تمام باتیں کروں۔

اس کی باتیں سن کر میں دل میں بہت خوش ہوئی کہ میں اپنے ساحل سے بہت سی باتیں کروں گی میں نے جب یہ بات انیلہ کو بتائی کہ کل میں اور ساحل پارک میں مل رہے ہیں تو وہ بھی خوش ہوگئی کیونکہ وہ میری خوشی چاہتی تھی انیلہ میرا بہت خیال رکھتی تھی۔

ہم خانہ بدوشوں کی طرح جیا کرتے ہیں
بچھڑے نہ کوئی کسی سے یہ دعا کرتے ہیں
ہم خانہ بدوشوں کی زندگی بھی کیا چیز ہوتی ہے
جسے چاہتے ہیں اسے دل سے پوجا کرتے ہیں

میں اپنے خدا سے یہی دعا کرتی ہوں انیلہ جیسی دوست ہر ایک کو دے جو بہت اچھی دوست ہے اور وفا کرنے والی ہے میں آج بہت خوش تھی کیونکہ آج اپنے ساحل سے ملنے جانا تھا۔

آج موسم بھی بہت سہانا تھا آسمان پر بادل بھی تھے اور ساحل سے ملاقات بھی تھی میں نے آج ہر حال میں ساحل سے ملوں گی اس طرح میں پارک میں جب پہنچی تو ساحل مجھ سے پہلے آیا ہوا تھا اور مجھے پیار سے کہنے لگا۔

یہ انتظار بھی کیا ہوتا ہے ثوبیہ آج تو موسم بھی بہت اچھا ہے اور دل کش ہے۔

میں بھی خوش تھی ہر طرف بہار ہی بہار تھی آج پھول مجھے بہت پیارے لگ رہے تھے وہ کہتے ہیں جب دل کا موسم اچھا ہو تو باہر کا موسم بھی اچھا لگتا ہے میں اور ساحل بیٹھے ہوئے پیار بھری باتیں کر رہے تھے کہ ہمیں یہ بھی پتہ نہ چلا ہے ہمیں کسی نے دیکھ بھی لیا ہے جب میں گھر آئی تو آج میرے ابو بہت غصہ میں تھے اور کہنے لگے۔

کہاں سے آرہی ہو اور کس سے مل کر آرہی ہو
میں نے کہا ابو میں ساحل سے پیار کرتی ہوں

جب میں نے یہ بات کی تو میرے ابو نے مجھے بہت ہی پیار سے سمجھایا اور کہا۔

بیٹی ہم غریب لوگ ہیں وہ بہت امیر ہیں ہمارا ان سے کوئی مقابلہ نہیں ہے اس لیے اسے بھول جاؤ۔

یہ بات کر کے ابو کمرے میں چلے گئے ادھر ہم ایک دوسرے کے بنا ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتے تھے میں نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا مجھے کوئی کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں تھ میری حالت بہت خراب ہوگئی میں نے اپنی حالت کے بارے میں ساحل کو بتایا وہ بھی پریشان ہوگیا اب کیا ہوگا میری حالت دیکھ کر میری امی اور ابو بھی پریشان تھے۔

ایک دن ابو میرے پاس آئے اور کہنے لگے بیٹی میں آپ کی خوشی چاہتا ہوں جاؤ اور ساحل سے کہو اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیجے میں یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور جلدی جلدی ساحل کو کہا۔

اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیجو میرے ابو مان گئے ہیں ہماری شادی کے لیے ساحل بہت خوش ہوا اور دوسرے دن ساحل کے والدین ہمارے گھر آئے اور ساحل کی امی نے کہا۔

بھائی صاحب ہم ثوبیہ کو اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں۔

ابو نے کہا ثوبیہ آج سے آپ کی بیٹی ہے اس طرح ہمارا رشتہ پکا ہوگیا۔ ہم دونوں بہت خوش تھے کہ ہمیں ہماری منزل مل گئی ہے پھر بہت جلد میری شادی کی تاریخ رکھ دی گئی جس کی مجھے بہت خوشی تھی کہ میرا ساحل میرا ہونے والا ہے ہماری شادی جمعہ کو ہونی تھی جیسے جیسے دن قریب آرہے تھے میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا میں اپنے خدا سے ہر پل دعا کرتی رہتی تھی کہ میرا ساحل ساری زندگی اسی طرح مجھ سے پیار کرتا رہے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے ایک ایک دن ایک سال کے برابر ہوگیا ہے۔

آخر وہ دن بھی آگیا جب ہر طرف خوشی کا سماں

تھا ہر طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں ہمارے گھر کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا میرا چہرہ بھی گلاب کی مانند کھل گیا تھا میں بہت اچھی طرح سے تیاری کی تھی خوب میک اپ کیا تھا تا کہ میں سب سے خوبصورت نظر آؤں اتنے میں ہر طرف شور برپا تھا کہ بارات آگئی ہے ساحل کے سارے دوست آئے ہوئے تھے میں نے جلدی سے کھڑکی سے دیکھا تو آج ساحل بہت ہی پیارا لگ رہا تھا مجھے اور بھی ساحل پر پیار آنے لگا آج ساحل کے دوست بہت خوش تھے کچھ خوشی سے ناچ رہے تھے اور کچھ پیسے پھینک رہے تھے کوئی خوشی سے پٹاخے چلا رہے تھے ہر کوئی بہت خوش نظر آرہا تھا ساحل خود گھوڑے پر سوار تھا آج وہ اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا میں بھی بہت خوش تھی میرے خوابوں کا شہزادہ مجھے ہمیشہ کے لیے مل رہا تھا میرا دل آج بہت خوش تھا میری خدا سے دعا ہے سب کو ان کا پیار مل جائے پھر نکاح ہوا۔

میں آج حد سے بھی زیادہ خوش تھی کیونکہ مجھے ساحل کی دلہن بنایا جا رہا تھا میری شادی اس سے ہوگئی تھی جو دل کی دھڑکن تھا جو میرا پیار تھا جو میری چاہت تھا۔ اور جو میرا سب کچھ تھا میں ساحل کے گھر دلہن بن کر آگئی رات کو جب ساحل نے بہت پیار سے میرا گھونٹ اٹھایا تو وہ بہت پیارا لگ رہا تھا ساحل نے ایک پیاری سی چین میرے گلے میں ڈال دی جو آج بھی مجھے اپنی جان سے پیاری ہے۔

ہماری زندگی بہت ہی حسین گزر رہی ہے مجھے ساحل نے بہت سی خوشیاں دی ہیں آج ہماری شادی کو ایک سال ہونے والا ہے ساحل مجھ سے بہت پیار کرتا ہے میری ہر خوشی کا خیال رکھتا ہے آج خدا نے ہمیں ایک بیٹا بھی دیا ہے ہم دونوں نے مل کر اس کا نام یوسف رکھا ہے جو بہت ہی پیارا ہے آخر میں میں یہ دعا کرتی ہوں جن کا پیار سچا ہو ان کو منزل مل جاتی ہے خدا سب کو پیار میں کامیابی عطا کرے سب نے پیار ان کو مل جائیں کوئی بھی کسی سے جدا نہ ہو آمین میں قارئین کی رائے کا منتظر ہوں کہ یہ کہانی لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔

دستور زمانے کی ہم سے نگرانی نہیں ہوتی
ہر لفظ محبت کا کوئی کہانی نہیں ہوتی
اتہام ملے ہم کو دنیا سے مخلصی میں
جھکنے کی اور ہم سے نادانی نہیں ہوتی
نہیں مانگتے کسی سے جاہ و جلال اب ہم
زمانے میں پھونک پھونک کر سلطانی نہیں ہوتی
پر اہن ہم حفاظت کا پہن کر جو نکلے
ہم سلب کی چلیں گے پریشانی نہیں ہوتی
پا پیادہ چل رہے ہیں منزل کے راستے پر
عہد و واثق یہ ہم سے بے زبانی نہیں ہوتی
زمانے کی رنجشوں سے کرن اچاٹ ہوا ہے دل
یوں دل کے سرشک پہ ہم سے مہربانی نہیں ہوتی
کشور کرن پتوکی

غزل

کاش دل ہوتا اپنے اختیار میں
پھر سمجھاتی میں
کیا ملتا جاتا نہیں آخر اس پیار میں
کیوں نہیں بھولنا چاہتا تو اس کو
بے وفائی کے سوا کیا نہیں اس پیار میں
خزاں ہو پت جھڑ ہو یا ہو برسات
تیری یاد ہی یاد ہے بس اس پیار میں
ان کے آنے کا نہیں ہے کوئی امکان
اک عمر گزر گئی انتظار میں
زندگی میں کانٹے ہی کانٹے آئے ہیں
ہم بھی پاگل تھے کہ بیٹھے تمنا گلزار میں
نقد چیز لو تو کیا بات ہے
آج کے دور میں کون دیتا ہے کسی کو ادھار
میں

کوئی ہے میرا پردیس میں

تحریر۔یاسر وکی۔دیپالپور۔ 0307.2848341

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آپ کی اس دکھی نگری میں ایک بکھری ہوئی داستان کو سمیٹ کر ایک مکمل داستان کی شکل دی ہے اور اس کا نام کوئی ہے میرا پردیس میں۔رکھا ہے امید ہے کہ قارئین کو پسند آئے گی یہ کہانی ایک ایسے انسان کی ہے جو آج کتنی مشکلات کا سامنا کر رہا ہے اور اپنے گھر سے اور اپنے رشتہ داروں سے میلوں دور ہے اور ہر وقت اپنی موت کی دعاؤں میں مشغول رہتا ہے یہ اپنی زندگی سے اتنا تنگ ہے کیوں خدا کی دی ہوئی نعمت اسے قبول نہیں ہر انسان کو دنیا میں اپنی زندگی کے علاوہ اور کوئی چیز پیاری نہیں ہوتی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج موسم بہت دلکش تھا لوگ موسم انجوائے کرنے کے لیے اپنے گھروں سے پارک کی طرف رخ کر رہے تھے میں نے بھی سوچا کیوں نہ باہر کو چلا جاؤں اور سارے دوستوں کے ساتھ مل کر موسم انجوائے کروں۔

آج میں نے کالج سے چھٹی کی تھی اور موٹر بائیک کمرے میں کھڑی کی جب میں باہر جانے سڑک پر آیا تو تیز ہوا مجھے پیچھے کو دھکیل رہی تھی بادل بھی بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

میں نے سوچا یار یاسر جہاں میں واک کرنے جاتا ہوں ادھر کو چلتے ہیں آپ کو بتاتا چلوں کے میرے دن میں دو چکر واک کے لگتے ہیں ایک صبح اور ایک تقریباً شام کے پانچ بجے کے دوران میں سڑک پر چلتے ہوئے اس پارک میں پہنچ گیا جہاں میں دن میں دو مرتبہ آتا تھا یہ پارک ہمارے گاؤں سے دو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

ایک بات اور اس پارک کے سامنے ایک رائس مل تھی یہاں میں ہر روز ایک لڑکے کو اداس دیکھتا وہ کبھی تو پارک میں گم سم ہوتا اور کبھی اس مل کے گیٹ پر ایک کرسی کے اوپر اس نے اپنے بال لمبے رکھے ہوئے تھے اور شکل بھی بہت خوبصورت تھی ایسا دکھائی دیتا تھا کہ جیسے اس مل کا مالک ہو میں تقریباً ایک ماہ سے اس پر توجہ کر رہا تھا آج جب میں پارک پہنچا تو وہ لڑکا ادھر نہیں تھا میں ادھر ادھر دیکھنے لگا اچانک اس نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا میں نے ہاتھ ہٹایا تو یہ وہی لڑکا تھا جسے میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔جی سر کیا آپ مجھے ہی تلاش کر رہے تھے۔

جی ہاں۔

بولو جی بھائی آج میں اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔

شکر ہے یار آپ نے بھی مسکرانا سیکھ لیا ہے تو وہ فوراً اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے نہیں یار مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے سوری یار بھائی نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم بیٹھ گئے میں نے اچانک پوچھا۔

یار اتنے پریشان کیوں رہتے ہو میں نے دو تین ماہ سے آپ کو دیکھ رہا ہوں لیکن توجہ ایک ماہ سے کر رہا ہوں۔ جی بھائی آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔

جی سوری میرا نام یاسر ولی ہے اور دیپالپور میں رہتا ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ یاسر صاحب آپ میری زندگی کے بارے میں جان کر کیا کریں گے۔ جی آپ نے بھی اپنا نام نہیں بتایا۔۔ اوہ جی میرا نام رضوان ہے لیکن ادھر لوگ مجھے کامران کے نام سے جانتے ہیں۔ جی کامران بھائی اینڈ رضوان بھائی وہ مسکرایا میں ایک رائٹر ہوں میں آپ کا دکھ لوگوں کے سامنے رکھوں گا شاید اس سے آپ کی کوئی مدد کر دے لوگ آپ کو حوصلہ دیں۔

یاسر بھائی کیا آپ سچ بول رہے ہیں۔

تیری قسم یار اور بتا یار آپ تو واقعی ہی ایک اونچے درجے کے آدمی ہو۔

نہیں نہیں یار میں کچھ بھی نہیں ہوں صرف آپ جیسے بھائیوں کی دعا میں ہیں۔

جی بھائی میرا نام رضوان ہے میں اوکاڑہ کے شہر کا رہائشی ہوں میں جب پیدا ہوا تو گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں منائی گئی کیونکہ میں والدین کی اکلوتی اولاد تھا میرے ابو ایک ڈرائیور ہیں۔

ہم تین بھائی ہیں رضوان۔ عدنان اور عمران میں سب سے بڑا ہوں مڈل پرائیویٹ سکول میں اچھے نمبروں سے پاس کیا گاؤں میں صرف ایک ہی سکول تھا پرائیویٹ اس کے بعد لڑکے شہر کا رخ کرتے میں نے بھی شہر کا رخ کیا۔

شہر جاتے ہوئے مجھے ایک دو ماہ گزرے چھٹیاں ہو گئی میں نے شہر میں ہی اکیڈمی رکھ لی میرے ابو نے اب مجھے ایک موٹر بائیک لے کر دی میں بہت خوش ہوا تھا جدھر میں نے اکیڈمی رکھی تھی چند ہی دن بعد اس اکیڈمی میں لڑکیاں پڑھنے کے لیے آ گئی لیکن مجھے اس سے کیا ہم اکیڈمی آٹھ لڑکے اور چودہ لڑکیاں کلاس فیلو تھے ہم سب اکٹھے بیٹھتے تھے اکٹھے چھٹی ہوتی ان سب لڑکیوں میں سے روزانہ ایک لڑکی میرے ساتھ کرسی پر بیٹھنے کی کوشش کرتی اگر کوئی اور لڑکی میرے ساتھ بیٹھتی تو وہ سارا دن اس لڑکی کو غصے سے دیکھتی میں اس کو کافی دنوں سے محسوس کر رہا تھا میں آپ کو بتاتا چلوں کے میں بچپن سے بہت ہی خوبصورت تھا اور ہاں شریف بھی تھا کبھی کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

لوگ ہمارے گاؤں میں اپنی اولاد کو ہماری مثال دیتے تھے خیر میں گھر میں چارپائی پر لیٹ کر اس لڑکی کی حرکتیں یاد کر کے مسکرا رہا تھا جب سونے کے لیے لیٹا تو اگر نیند نہ آتی تو اس کے ساتھ بیتا ہوا وقت یاد کر کے ہنستا اچانک ایک دن میں اکیڈمی میں جلدی پہنچ گیا جب وہاں پہنچا تو وہی لڑکی پہلے سے وہاں موجود تھی میں نے بیگ رکھا اور واپس باہر آنے لگا اس نے میرے بازو سے پکڑ لیا میری ٹانگیں پسینے چھوڑنے لگیں میرے ماتھے پر بھی پسینہ آ گیا۔

جی یہ کیا بدتمیزی ہے۔

اس نے کہا رضوان میری طرف دیکھو میں حیران ہو گیا اسے میرا نام خیر میں نے دیکھا وہ رونے لگی میں آپ سے پیار کرنے لگی ہوں پلیز میری محبت کو مت ٹھکراؤ ورنہ میں مر جاؤں گی اور وہ میرے ساتھ لپٹ گئی اور وہ میرے ساتھ لپٹ گئی میرا لوں لوں کھڑا ہو گیا کیا آپ جانتی ہیں کہ یہ سب غلط ہے نہیں رضوان یہ سب ٹھیک ہے آئی لو یو رضوان آئی لو یو میں نے اسے بڑی مشکل سے علیحدہ کیا اس نے آنسو صاف کیے اور میں نے بھی اسے کہا آئی لو یو وہ بہت خوش ہوئی اسے کیا پتہ تھا کہ میں اسے جھوٹ بول رہا ہوں۔

پھر روزانہ اکیڈمی میں وہ میرے لیے کبھی پکا کے لے آتی اور کبھی کچھ پتہ نہیں دس بارہ دن کے اندر اندر میں نے کیا کیا چیزیں کھائیں لیکن اب جب

تک میں اسے دیکھ نہ لیتا تب تک چین نہ آتا پتہ نہیں مجھے بھی پیار ہو گیا ہے یہی سوچتا رہتا۔

ہاں اب میں پوری طرح سے آمنہ سے پیار کرنے لگا اب اس ماہ آمنہ نے میری اکیڈمی فیس بھی دے دی میں حیران ہونے لگا یار اتنا پیار مجھے بھی کوئی کرے گا اسی دوران ہمارے گھر میں میری شادی کی بات ہونے لگی آمنہ میرے قدموں میں بیٹھ کر رونے لگی پلیز رضوان میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی میں بھی اسے سینے سے لگا کر خوب رویا میں نے کہا آمنہ اگر میری دلہن ہو گی تو صرف تم وگرنہ کوئی اور لڑکی تمہاری جگہ نہیں لے سکتی۔

میں نے حوصلہ کیا گھر میں ابو اور امی کو میں نے کہا میں شادی کروں گا تو آمنہ سے کسی اور سے شادی نہیں کروں گا گھر میں سب کے سب مجھے غصے سے دیکھنے لگے امی نے ان کے گھر کا اڈریس لیا امی اور ابو ان کے گھر چلے گئے ان کے والدین کی بڑی بے عزتی کی وہ بہت شرمندہ ہوئے امی آئی تو میں نے پوچھا ماں ان لوگوں نے کیا جواب دیا امی اور ابو نے کہا وہ جس کیلئے مر رہا تھا وہ کسی اور کیساتھ بھاگ گئی ہے میں بہت رویا اور آمنہ کو کیسے کیسے القاب دیے خیر میری شادی کا دن بھی آ گیا جب میں گھر سے نکل کر کار میں بیٹھنے لگا تو گھر والوں نے ڈھول والے کو ڈھول بجانے سے منع کر دیا میں پریشان تھا کہ کوئی چکر ہے جب میں نے کار میں بیٹھ کر ایک کلومیٹر سے تھوڑا سفر طے کرنے والا تھا میں نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کو کہا میں آمنہ کے گھر کے سامنے کھڑا ہو گیا اچانک اندر سے ایک جنازہ نکلا رونے کی آوازیں سنائی دی میں نے سمجھا شاید آمنہ کا ابو فوت ہو گیا ہے آمنہ کو پھر کوسنے لگا کے یہ اسی وجہ سے ہوا ہے جنازہ گزر رہا تھا میں نے ایک بچے سے پوچھا بیٹا یہ کس کا جنازہ ہے اس نے کہا کہ یہ باجی آمنہ کا جنازہ ہے آج ایک رضوان لڑکے کی شادی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے میں بھاگ کر جنازہ کو آیا اور آمنہ کا چہرہ دیکھا بہت رویا میں نے آمنہ کے ابو سے سب پوچھا انہوں نے کہا آمنہ تیرے ساتھ پیار کرتی تھی باپ ہوتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے کسی اور کو کیسے اپنا ہمسفر بنا سکتی ہے تیرے والدین نے جھوٹ بولا ہے تجھ سے میں ہار وغیرہ ادھر پھینکے اور آمنہ کا جنازہ ادا کیا اور اس وقت اپنا گھر چھوڑ کر آ گیا ہوں ادھر آئے ہوئے تین سال ہو گئے ادھر رات کی ڈیوٹی کر رہا ہوں رات کو کام کرتا ہوں اور صبح کو چار پانچ گھنٹے آرام کرتا ہوں بس میرے گھر والوں نے آمنہ کے گھر والوں سے آمنہ کو چھینا ہے اور میں نے اپنے گھر والوں سے اپنے آپ کو دور کیا ہے اب ہر ماہ آمنہ کے گھر والوں کو دس ہزار روپے بھیجتا ہوں ادھر بیس ہزار تنخواہ ہے دس ہزار خود خرچ کرتا ہوں میرے گھر والوں کو اسکی کوئی خبر نہیں اس دوران کہانی سناتے ہوئے وہ یعنی رضوان بے خوش ہو گیا میں نے جلدی سے اسے پانی وغیرہ پلایا اور اپنے گھر لے آیا ہمارا ایک مکان خالی پڑا تھا اسکی چابیاں اس کے حوالے کر دی اب وہ میرے پاس رہتا ہے اور ہر وقت کہتا ہے میرا اس پردیس میں کوئی بھی نہیں ہے کوئی میرا اس پردیس میں ہے۔

یہ دو باتیں کرتا ہے جی یہ تھی رضوان کی دکھ بھری داستان اگر کوئی اس سے رابطہ کرنا چاہیے تو میں آپ کی بات کروا سکتا ہوں پلیز اپنی آراء سے ضرور نوازے آپ کے خط sms اور کال کا انتظار کروں گا آخر میں آمنہ کیلئے دعا کیجئے گا اللہ اسے جنت میں جگہ عطا فرمائے آمین خدا حافظ۔

قطعہ

چومنا کیا اسے آنکھوں سے لگانا کیسا
پھول جو کوٹ سے گر جائے اٹھانا کیسا
اپنے ہونٹوں کی حرارت سے بچاؤ مجھ کو
[illegible] یوں صداؤں سے بجھانا کیسا

وصی شاہ.............. [illegible] - حافظ آباد

دوستی امتحان لیتی ہے

محمد سلیم اختر۔راولپنڈی۔ 0336.8845121

وہ رات مجھ پر گزرنے والی تمام راتوں پر بھاری تھی۔ میرے سامنے پڑا ہوا ایش ٹرے سگریٹ کے ٹکڑوں اور ان کی راکھ سے بھر چکا تھا مگر میں پھر بھی سگریٹ پر سگریٹ پھونکے جا رہا تھا کیونکہ میرے دوست رانیل کے مقدر کی طرح سیاہ رات ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی۔ میں خوفزدہ تھا کہ صبح کا اجالا میرے لئے افشائے راز کا سبب بن جائے گا، آنے والا کل میری اور رانیل کی دوستی کا بھرم کھول دے گا۔ لوگ مجھ پر سنگ برسائیں گے، مجھے یار مار کا لقب دیں گے، مجھے قاتل کہا جائے گا...... ہاں، میں اس قابل ہوں۔ میں دوستی کے قابل نہیں ہوں کیونکہ میں نے اپنے پیارے دوست رانیل کو زہر دے دیا ہے۔ وہ اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوگا، وہ تڑپ رہا ہوگا، درد سے بلبلا رہا ہوگا میں بھی اس بھیانک صبح کا منتظر ہوں جب رانیل کی موت کی خبر پھیلے گی اور ساتھ ہی یہ بھی تو بتایا جائے گا کہ رانیل کا قاتل اس کا جانی دوست ہے، اسی نے اسے زہر لا کر دیا تھا۔

☆☆

ہماری دوستی کی ابتدا کالج میں ہوئی تھی۔

تھرڈ ائیر میں داخلہ کے لئے میرا نام آخری میرٹ لسٹ میں آیا تھا۔ فیس جمع کرانے کے لئے صرف ایک دن دیا گیا تھا۔ میری جیب میں اتنی رقم نہ تھی کہ میں اسی دن فیس جمع کرا دیتا لہٰذا مجھے گھر واپس آنا پڑا، واپسی تک کالج کا دفتر بند ہو چکا تھا۔ میں نے اگلے روز فیس جمع کرانے کا ارادہ کر لیا۔ اگلے روز میں نے کالج جلدی پہنچنے کی غرض سے بس کی بجائے ویگن میں سفر کرنے کا فیصلہ کیا مگر پھر بھی ویگن نے جگہ جگہ سٹاپ کر کے ایک گھنٹہ لگا دیا۔ ویگن میں گنجائش سے زیادہ مسافر سوار ہو رہے تھے، میں نے بھی بڑی مشکل سے یہ سفر طے کیا۔ میں کالج کے دفتر کے سامنے پہنچا تو وہاں بھی فیس جمع کرانے والوں کی ایک لمبی قطار لگی تھی، لگتا تھا کہ اپنی باری دو گھنٹوں کے بعد ہی آئے گی۔ خدا خدا کر کے میری باری آئی تو میں نے پینٹ

کی جیب میں ہاتھ ڈال کر رقم نکالنی چاہی مگر میرے ہاتھوں میں کچھ نہ آیا، میری جیب خالی تھی۔ میں نے گھبرا کر ادھر ادھر دوسری جیبوں میں ہاتھ ڈالا مگر وہاں بھی کچھ نہ تھا۔ ویگن کے سفر کے دوران کسی نے میری فیس کی رقم اڑا لی تھی۔۔۔ دکھ اور شرمندگی کے مارے میرا برا حال ہو گیا کیشئر بھی میری طرف ہی دیکھ رہا تھا، میری حالت دیکھ کر بولا۔

''اگر آپ کے پاس رقم نہیں ہے تو لائن سے ہٹ جائیں، دوسروں کو موقع دیں۔۔۔''

میں نے شرمندگی کے مارے لائن چھوڑ دی اور کھڑکی کے ساتھ کھڑا ہو کر پھر سے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا کہ شاید کسی جیب سے رقم نکل آئے۔

''کیا بات ہے، خیریت تو ہے نا۔۔۔؟'' میرے پیچھے کھڑے طالب علم نے میری پریشانی دیکھ کر پوچھا، اس کے لہجے میں ہمدردی کا عنصر نمایاں تھا۔

''کالج آتے ہوئے ویگن میں کسی نے میری رقم نکال لی ہے۔'' میں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔''اب اگر گھر جاؤں اور پھر واپس آؤں تو کالج کا ٹائم ختم ہو جائے گا۔''

''آپ کا نام اور گروپ۔۔۔؟ اس نے پوچھا۔

''شکیل احمد ولد احمد دین۔۔۔ آرٹس گروپ تھرڈ ایئر۔'' میں نے نگاہیں جھکا کر کہا۔

''آپ پارک میں بیٹھیں۔ میں آتا ہوں۔۔۔''

میں پارک میں آکر بیٹھ گیا اور اپنی بدقسمتی کا ماتم کرنے لگا، ساتھ ہی ساتھ جیب کاٹنے والے کو بددعائیں دینے لگا۔۔۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ آ گیا ہے، آتے ہی بولا۔

''شکیل صاحب! یہ لیں رسید۔۔۔ آپ کی فیس میں نے جمع کرا دی ہے۔ یہ ادھار ہے۔ جس روز کالج کھلے گا، میری رقم لوٹا دینا۔''

''میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گا۔۔۔'' ایسا کہتے ہوئے میری آنکھیں بھر آئیں۔

''نہیں، شکیل!۔۔۔ یہ احسان نہیں، ایک اخلاقی فرض تھا جو میں نے نبھایا ہے۔''

''آپ اپنا تعارف تو کرائیں نا۔۔۔؟'' میں نے اس سے دوستی کرنے کا عہد کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں عیسائی ہوں، رابنسن میرا نام ہے۔۔۔ والدین کی اکلوتی اولاد ہوں، لاڈلا

ہوں۔۔۔“

”تم عظیم ہو، رابنسن! تم نے مجھ پر مہربانی کی ہے اس کا اجر تمہیں ضرور ملے گا۔۔۔“
میری آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے بھر آئیں تو رابنسن نے آگے بڑھ کر مجھے گلے سے لگایا اور کہنے لگا۔

”انسان ہی انسان کے کام آتا ہے، اب شکریہ کا لفظ زبان پر نہ لانا۔۔۔آج سے ہم دوست ہوئے۔“

”مجھے تمہاری دوستی پر فخر رہیگا، رابنسن! ہماری دوستی مثالی ہو گی، لوگ اس کی مثالیں دیا کریں گے۔۔۔“

ہم دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر کینٹین میں چائے پی، واپسی کا کرایہ بھی مجھے رابنسن نے ہی دیا اور میں گھر لوٹ آیا۔

☆☆

میں دو بہنوں کا اکلوتا بھائی ہوں اور ان سے چھوٹا بھی، اس لیے میں گھر بھر کا لاڈلا تھا۔ ابا جان ایک سرکاری ادارہ میں کام کرتے تھے۔ وہ بہت ہی محبت کرنے والے اور زندہ دل انسان تھے، ہر ایک کے کام آنا اور احترام کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ان کا رویہ ہم سے دوستوں جیسا تھا، ہم اپنی ہر بات ان سے بلا جھجک کہہ دیتے اور وہ بھی ہمارا بھرپور ساتھ دیتے، تعاون کرتے اور ہمارا ہر مسئلہ ترجیحی بنیاد پر حل کرتے ہمیں اپنے ابا جان پر فخر تھا ہماری امی جان، ابا جان کے بالکل برعکس تھیں۔ وہ ہر کام میں تفریق اور نفاست برتنے کی عادی تھیں، ہم بہن بھائی ان سے دبتے تھے۔ گھر کے ملازموں اور مانگنے والوں سے ان کا رویہ نہایت ہی ظالمانہ ہوتا تھا۔ وہ کسی کی کوئی بھی غلطی معاف نہ کرتی تھیں۔ اپنے سے چھوٹے لوگوں سے ان کی خواہ مخواہ کا بیر تھا، گویا وہ انسان کو انسان ہی نہ سمجھتی تھیں۔ ہم بہن بھائیوں کا ان کے ساتھ اکثر ایسی ہی باتوں پر اختلاف ہوتا تھا مگر ان کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔ ابا جان تو امی جان کے معاملات میں دخل ہی کم دیتے تھے، اسی وجہ سے امی اور بھی شیر ہو گئی تھیں کہ گھر میں ان کو روک ٹوک کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ہم تینوں سے محبت بھی کرتی تھیں۔ وہ ہمیں بھی اپنے جیسا ہی سنگدل دیکھنا اور بنانا چاہتی تھیں مگر وہ اس میں کامیاب نہ

ہو پاتی تھیں کیونکہ ہم اپنے ابو کے نقش قدم پر چل رہے تھے مگر گھر کا ماحول پرسکون ہی رہتا تھا۔

اس روز میں گھر پہنچا تو ابا جان ابھی دفتر سے نہیں آئے تھے۔ میں نے امی جان کو رقم چوری ہونے اور پھر رابنسن کی طرف سے فیس جمع کرانے کی پوری تفصیل سنائی تو انہیں غصہ آ گیا۔ پہلے تو انہوں نے ویگن والوں کو سنائیں، پھر رقم چوری کرنے والے کو بددعائیں دینے لگیں کہ خدا کرے، اس کے گھر میں آگ لگ جائے۔ اس کے وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں، جن ہاتھوں سے اس نے میری جیب صاف کی ہے۔۔۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئیں اور غصہ سے کہنے لگیں۔

''تم نرے بدھو ہو، تم سے رقم بھی نہیں سنبھالی گئی۔ پہلے دن ہی باپ کی کمائی لٹا دی تو اب آئندہ کیا کرو گے۔۔۔؟''

''آئندہ سے میں بس میں جایا کروں گا، امی! اور بس والے تو طالب علموں سے صرف پچیس پیسے کرایہ لیتے ہیں، وہ بھی کئی لڑکے گول کر جاتے ہیں۔۔۔''

''جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ تمہاری رقم چوری ہو گئی ہے تو گھر آ جاتے اور گھر سے رقم لے کر دوبارہ کالج جا کر جمع کرا آتے۔ تم نے تو خاندان کی ناک کٹوا دی ہے۔''

''میں گھر آتا اور پھر یہاں سے رقم لے کر دوبارہ کالج جاتا تو کالج بند ہو چکا ہوتا، فیس جمع نہیں ہو پاتی تو داخلہ نہ ملتا اور قیمتی تعلیمی سال ضائع ہو جاتا۔۔۔''

میں نے غصہ بھرے انداز میں کہا تو ان کے لہجے میں معمولی سی نرمی آ گئی، کہنے لگیں۔

''کسی مسلمان لڑکے سے رقم لے کر فیس جمع کرا دی ہوتی، کرسچن سے رقم لے کر تم نے فیس جمع کرا کے مسلمانوں کو خوار کر دیا ہے۔''

''نہیں امی جان، ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ میں نے کسی سے رقم نہیں مانگی تھی، رابنسن نے خود ہی میری فیس جمع کرا دی تھی۔۔۔ امی جان! آپ کو تو اس کا ممنون ہونا چاہیے۔۔۔''

امی نے اٹھ کر الماری سے رقم نکالی اور میری طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگیں۔ ''ابھی جاؤ اور رقم اسے دے کر اس کا احسان اتار دو، مجھے نہیں اچھے لگتے یہ لوگ۔۔۔!''

میں نے رقم لے کر جیب میں رکھی اور کہا۔ ''ابھی کہاں دوں اسے، میں تو اس کا گھر ہی

نہیں جانتا۔۔۔ چار دن بعد کلاسز شروع ہوں گی تو رقم اسے دے دوں گا اور ساتھ ہی اس کا شکریہ بھی ادا کروں گا۔"

"جب رقم لوٹا دو گے تو شکریہ کس بات کا۔۔۔؟" امی سوالیہ لہجے میں بولیں۔

"شکریہ بروقت میری مدد کرنے، میرے کام آنے، میرا تعلیمی سال بچانے کا۔۔۔؟" میں نے بھی اس لہجے میں جواب دیا۔

"اب تو تم اس سے دوستی بھی کرو گے۔۔۔؟" امی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ تو ہو چکی۔۔۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"اب اس دوستی کو کالج تک ہی محدود رکھنا، گھر تک نہ لانا۔۔۔ سمجھے!"

امی یہ کہہ کر اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں تو میں نے بھی سکھ کا سانس لیا۔

☆☆

یہ اتفاق ہی تھا کہ میرے اور رابنسن کے مضامین اور سیکشن بھی ایک ہی تھے، یہ ہم دونوں کے لئے راحت کا باعث تھا۔ میں نے شکریے کے ساتھ رابنسن کو اس کی رقم واپس کر دی تھی۔۔۔ کلاس میں ہم ایک ہی بینچ پر بیٹھتے تھے۔ کالج ٹائم کے دوران ہمارا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، لائبریری اور کھیل کے میدان جانا ایک ساتھ ہی ہوتا۔ ہمارے مزاج میں بھی قدرتی طور پر ہم آہنگی تھی۔ دن بدن ہماری دوستی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی، ہمیں ایک دوسرے پر فخر تھا۔ مجھے کئی بار مسلمان طالب علموں کی طنزیہ باتیں بھی سننی پڑتی تھیں مگر مجھے کسی کی پرواہ نہ تھی، مجھے صرف رابنسن سے غرض تھی جسے میں اب پیار سے رابی کہہ کر بلاتا تھا، کیونکہ اس کے گھر میں بھی اسے رابی ہی کہا جاتا تھا۔ ہم تعلیم کے معاملہ میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ میں اپنے گھر میں ابا جان اور اپنی بہنوں سے رابی کا ذکر کرتا تھا۔ ابا جان کی خواہش تھی کہ میں رابی کو اپنے گھر لاؤں، وہ اس سے ملنا چاہتے تھے مگر امی کی وجہ سے میں رابی کو گھر آنے کی دعوت نہ دے رہا تھا حالانکہ میرا بھی دل چاہتا تھا کہ میں رابی کو اپنے گھر والوں سے ملواؤں۔ ادھر رابی تھا کہ ہر روز ہی مجھے اپنے ساتھ گھر جانے کے لئے اصرار کرتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میرا تعارف اچھے انداز میں کرا کے میرے نمبر بنا رکھے تھے۔ میری طرح رابی بھی والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس سے بڑی ایک اس کی بہن تھی جو شادی شدہ تھی اور کسی دوسرے شہر میں شوہر کے

ہمراہ رہتی تھی۔ اب گھر میں اس کی ماں اور باپ تھے، رابی ان کی آنکھوں کا تارہ تھا، ان کی زندگی کا واحد سہارا تھا۔ اس نے اپنی ماں سے میرا ذکر نہایت ہی اچھے انداز میں کیا تھا۔ وہ بھی کئی بار پیغام بھیج چکی تھیں کہ میں رابی کے ہمراہ ان کے گھر آؤں مگر میں رابی کو ٹال رہا تھا محض اس ندامت کی بنا پر کہ میں رابی کو ایک بار بھی گھر آنے کی دعوت نہیں دے رہا تھا، میں ڈرتا تھا کہ کہیں میری ای کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں کہ ہماری دوستی کے ستون کمزور ہو جائیں۔ میں رابی کو کھونا نہیں چاہتا تھا، نہ جانے کیوں رابی کے بغیر مجھے ادھورے پن کا احساس ہوتا تھا۔

☆☆

وہ رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ کالج میں طلباء یونین نے اپنے مطالبات منظور نہ ہونے کی بنا پر کلاسوں کا بائیکاٹ کر ڈالا اور ایک جلوس نکالا۔۔۔۔ میں اور رابی بھی اس میں شامل تھے۔ جب ہمارے ساتھیوں نے توڑ پھوڑ شروع کی تو ہم نے ان کا ساتھ نہ دیا، ہم جلوس سے علیحدہ ہو گئے۔ میں نے گھر آنے کا پروگرام بنالیا مگر رابی نے میرے اس فیصلہ سے اتفاق نہ کیا بلکہ مجھے اپنے گھر جانے پر بضد ہو گیا۔ مجھے بالآخر ہتھیار ڈالنے ہی پڑے۔ میں اس کے ہمراہ اس کے گھر پہنچا تو اس کی امی نے میرا استقبال بڑے ہی خوشی بھرے انداز میں کیا، انہوں نے میری پیشانی پر بوسہ دیا اور سینے لگایا۔

”میں تم میں اور رابی میں کوئی فرق نہیں سمجھتی۔ رابی تمہاری تعریفیں روزانہ ہی کرتا ہے اس لئے تم سے ملنے کو بہت جی چاہتا تھا۔۔۔ آج سے میرے دو بیٹے ہو گئے، ایک تم اور دوسرا رابی۔۔۔“

رابی کی ماں کی محبت نے مجھے نہال کر ڈالا۔ اتنی محبت، چاہت اور خلوص میں نے کہیں نہ دیکھی اور نہ پائی تھی۔ ان کی محبت بھری باتیں میری روح کو سیراب کر گئیں، میں اندر ہی اندر یہ سوچ کر کڑھنے لگا کہ کاش! میری ماں بھی رابی کو اس طرح بیٹا کہہ کر پیار کرتیں۔۔۔ رابی اور اس کی ماں کو معلوم تھا کہ میں روزے سے ہوں۔ اس وجہ سے انہوں نے بھی نہ ہی کچھ کھایا اور نہ ہی پیا۔ میں نے رابی سے کہا کہ وہ کھانا کھا لے مگر اس نے انکار کر دیا۔ رابی نے میرے گھر فون کر کے کہہ دیا کہ میں اس کے گھر ہوں اور رات تک آؤں گا۔ میں نے اسے لاکھ کہا کہ میں گھر جاؤں گا مگر رابی اور اس کی ماں کی بے لوث اور بیکراں محبت میرے قدموں کی زنجیر بن

گئی۔ مغرب کے وقت میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ رابی کی ماں میرے لئے نہایت پر تکلف افطاری تیار کی تھی۔ میں نے افطاری کی، پھر نماز پڑھی اور پھر دیر تک باتیں کرتے رہے۔ رات کو جب میں روانہ ہونے لگا تو رابی کی ماں نے مجھے ایک سوٹ کا کپڑا تحفے میں دیا، ساتھ ہی ڈھیروں دعائیں بھی اور آتے رہنے کی تاکید بھی کی۔۔۔ گھر پہنچا تو امی کے تیور دیکھ کر ڈر سا گیا۔

''تم مجھ کو بتا کر کیوں نہ گئے کہ تم رابنسن کے گھر جاؤں گے۔۔۔؟''

امی نے غصہ سے پوچھا، جواب میں کالج میں کلاسوں کے بائیکاٹ، جلوس اور توڑ پھوڑ کے بعد رابنسن کے اصرار کے بارے میں بتایا اور کہا کہ میں مجبور ہو گیا تھا اس لئے انکار نہ کر سکا، اور اس کے گھر چلا گیا۔

''رات تک وہاں ٹھہرنے کی ضرورت کیا تھی۔۔۔؟'' امی کے لہجے میں مزید تلخی آ گئی۔

''رابنسن کی امی نے نہ آنے دیا، انہوں نے بہت ضد کی تو میں ان کے خلوص کو رد نہ کر سکا۔'' میں نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

''میں خوب جانتی ہوں ان لوگوں کو، وہ تمہیں اپنے ماحول اور اپنے مذہب کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے میں تمہاری اس دوستی کے خلاف ہوں اور آج تم نے روزہ بھی صحیح طرح افطار نہ کیا ہوگا۔۔۔؟'' امی کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

''امی جان! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔۔۔ رابنسن اور اس کی ماں نے مجھے اتنا پیار دیا کہ میں بتا نہیں سکتا، رابنسن کی امی نے میرے لئے افطاری بھی بنائی تھی، انہوں نے روزہ کا پورا اور مکمل احترام کیا تھا۔''

''جھوٹ بولتے ہو تم، میں اب تمہاری کوئی بات نہ سنوں گی۔۔۔ بہتر ہے کہ تم اس عیسائی لڑکے سے دوستی ختم کر لو۔ میں آئندہ تمہاری زبان سے اس کا نام نہ سنوں۔۔۔''

امی نے اس قسم کی کئی باتیں کیں جو میں نے خاموشی سے سنیں اور پھر بھلا دیں کیونکہ میں رابی سے دوستی کا ناتا ختم کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ میں آئندہ کے لئے محتاط ضرور ہو گیا کہ امی کے سامنے رابی کا نام نہ لیتا تھا البتہ ابا جان اور بہنوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا رہتا تھا۔ مجھے یہ دکھ بھی کھائے جا رہا تھا کہ میں رابی کو اپنے گھر نہیں بلا سکتا۔ رابی کو میری اس

مجبوری کا علم نہ تھا پھر بھی اس نے کبھی اس سلسلہ میں مجھ سے بات نہ کی تھی، البتہ وہ امی اور ابا کے بارے میں کبھی کبھی پوچھ لیتا تھا کہ وہ کیسے ہیں؟

☆☆

بی اے کرنے کے بعد ہم نے ایم اے میں داخلہ لے لیا کیونکہ اس کالج میں ہی ایم اے کی کلاسیں ہو رہی تھیں۔ میں مہینہ میں ایک دو بار رابی کے گھر ضرور جاتا تھا، اس کی وجہ سے رابی کی امی سے ملاقات اور ان کی ڈھیروں پر خلوص دعائیں لینا ہوتی تھی۔ وہ بھی مجھ دیکھ کر اور مل کر بہت ہی خوش ہوتی تھیں۔

ان دنوں ہم فائنل ایئر میں تھے کہ رابی کی امی بیمار ہو گئیں، انہیں ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ میں روزانہ ہی رابی کے ہمراہ ان کو دیکھنے ہسپتال جاتا تھا۔ کئی دن کی تشخیص کے بعد پتہ چلا کہ ان کو کینسر کا موذی مرض لاحق ہے۔۔۔ ان کا علاج کرانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی مگر اس موذی مرض نے بالآخر ان کی جان لے لی۔۔۔ اس روز میں دھاڑیں مار مار کر رویا، لگتا تھا، جیسے میری سگی ماں فوت ہوگئی ہو۔ رابی کا بھی رو رو کر برا حال تھا، میں اس کو دلاسہ دیتے ہوئے خود بھی رو پڑتا۔ کئی دن تک میری اور رابی کی طبیعت نہ سنبھل سکی تھی۔ رابی کو امی کی بیماری کے دوران خون کی ضرورت پڑی تو رابی کے ساتھ میں نے بھی ان کو خون دیا تھا، دکھ تھا کہ میرا خون بھی ان کے کام نہ آیا۔۔ رابی کی بہن اب یہاں ہی آ گئی تھی۔ وہ ہو بہو اپنی ماں کی کاپی تھی، شکل و صورت میں عادات و اطوار میں بھی اپنی ماں پر ہی گئی تھی۔ میں اسے باجی کہتا تھا اور وہ مجھے رابی کی طرح چھوٹا بھائی ہی سمجھتی تھی۔ میرے ابو افسوس کرنے کے لئے رابی کے گھر آئے تھے مگر میری امی نے مجھے بھی دو لفظ افسوس کے نہ کہے، ان کے گھر جانا تو دور کی بات ٹھہری۔ وہ اب مطمئن تھیں کہ شاید اب میرا رابی کے گھر آنا جانا کم ہو جائے گا مگر وہ یہ نہ جانتی تھیں کہ ماں کے بعد مجھے اس جیسی باجی مل گئی ہے۔

ماں کی وفات کے بعد رابی کا پڑھائی سے جی اچاٹ ہو گیا، اس کی طبیعت بھی خراب رہنے لگی۔ اس کے معدہ میں کوئی تکلیف ہوگئی تھی، کبھی کبھار پیٹ میں شدید درد اٹھتا تھا۔ ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے اسے معمولی تکلیف قرار دیا اور مطمئن کر کے واپس بھیج دیا۔ میں نے رابی کی پڑھائی ختم نہ ہونے دی۔ بالآخر ہم دونوں نے ماسٹر کر لیا اور پھر سروس کی تلاش شروع ہو

گئی۔ رابی ابھی تک ماں کی جدائی کا غم نہ بھولا تھا، خود میں بھی ان کی میٹھی اور پیار بھری باتیں نہ بھول پایا تھا۔ میں رابی کے گھر جاتا تو اس کی بہن خوشی سے کھل اٹھتی۔ وہ میری اور میرے گھر والوں کی خیریت پوچھتی اور مجھے کسی قسم کی اجنبیت کا احساس تک ہونے دیتی۔۔۔ رابی اور اسکے گھر والوں کا بے لوث پیار پا کر میں خود سے شرمندہ ہو جاتا اور سوچتا کہ میں کتنا مجبور ہوں اور بے بس ہوں کہ رابی کو ایک بار بھی اپنے گھر لے کر نہیں گیا، وہ کیا سوچتا ہوں گا؟ مگر آفرین ہے رابی پر کہ اس نے کبھی بھی اس بارے میں بات نہ کی تھی، اس نے کبھی بھی میرے گھر آنے اور میرے گھر والوں سے ملنے کی خواہش نہ کی تھی، شاید اسے میری مجبوری کا علم ہو گیا تھا مگر اب میں مجبوری کی یہ زنجیر توڑنے کے بارے میں سوچنے لگا تھا، رابی کی اداسی مجھ سے دیکھی نہ جاتی تھی۔

رابی کو ایک پرائیویٹ ادارہ میں اچھی ملازمت مل گئی تھی مگر میں ابھی تک سروس کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ بالآخر رابی کی ہی کوششوں سے مجھے بھی ایک اچھے ادارہ میں جاب مل گئی، تنخواہ بھی معقول تھی اس لئے میں بھی خوش تھا۔ اس عرصہ میں میری دونوں بہنوں کی شادیاں ہو گئی تھیں مگر میں بہنوں کی شادی پر رابی کو نہ بلا پایا تھا۔ گھر میں جب میں نے سروس ملنے کی خبر سنائی تو امی اور ابو دونوں ہی خوش ہوئے کہ میں اب گھر کی کفالت کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ ابو ریٹائر ہو گئے تھے اس لئے اب گھر کا نظام مجھے ہی چلانا تھا، مجھے پہلی تنخواہ ملی تو میں نے وہ امی کے ہاتھوں پر لا کر رکھ دی، اس کے ساتھ ہی ان سے فرمائش کر دی کہ میں نے ایک دو دوستوں کی دعوت کی ہے اس لئے اچھا سا کھانا تیار کریں۔ امی نے دعوت کا پروگرام اگلے روز پر رکھ دیا۔

☆☆

اس روز میں نے اپنے دفتر سے آدھا گھنٹہ قبل ہی چھٹی کر لی اور سیدھا رابی کے دفتر پہنچا۔ میں نے رابی سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اسے کسی اچھے ہوٹل میں کھانا کھلاؤں گا اور یہ سب کچھ سروس ملنے کی خوشی میں ہو گا۔ میں نے اپنے موٹر سائیکل پر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اس کا رخ اپنے گھر کی طرف موڑ دیا۔

"یہ تم کون سے ہوٹل جا رہے ہو۔۔۔؟" رابی نے مجھے محلہ کی گلیوں میں داخل ہوتے دیکھ

کر کہا۔

''اپنے ذاتی ہوٹل، اپنے گھر۔۔۔''

میں نے مختصراً سا جواب دیا۔ رابی میرا جواب سن کر خاموش ہو گیا اور مزید کوئی سوال نہ کیا۔ میں نے بھی مزید کوئی بات نہ کی کیونکہ آج میں نے عہد کر لیا تھا کہ رابی کو میں اپنی ماں اور باپ سے ملواؤں گا اور اپنی ماں سے التجا کروں گا کہ وہ رابی کو ماں کا پیار دیں، بالکل اسی طرح جس طرح رابی کی ماں مجھ پر محبتیں نچھاور کرتی تھی۔۔۔ میں نے رابی کو ڈرائینگ روم میں بٹھایا اور پھر ابا جان کو ساتھ لے کر آ گیا۔ وہ دونوں باتیں کرنے لگے تو میں امی کے پاس کچن میں آ گیا جہاں وہ کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔

''آ گئے تمہارے دوست۔۔۔؟'' امی نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔

''صرف ایک دوست آیا ہے، امی جان!'' میں نے جواب دیا۔

''تم تو کہہ رہے تھے، دو ہوں گے۔۔۔'' امی بولیں۔

''میرا دوست تو صرف ایک ہی ہے۔۔۔'' میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

''کون ہے وہ۔۔۔؟'' امی نے میری طرف غصہ سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''رابنسن۔۔۔''

میرے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ امی کے تیور بگڑ گئے، کہنے لگیں۔

''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ کسی بھی عیسائی دوست کو گھر نہ لانا مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔۔۔ جاؤ، اسے ہوٹل پر لے جا کر کھانا کھلا دو۔ میں کھانا نہیں بناؤں گی۔''

دکھ اور درد کی کیفیت سے میری آنکھیں بھر آئیں، میں امی کے قدموں میں بیٹھ گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''امی جان! ایسا مت کریں میں آپ کا بیٹا ہوں، میرا مان مت توڑیں۔۔۔ رابی میرا واحد اور جان سے عزیز دوست ہے۔ اس کی ماں اس دنیا میں نہیں رہی، وہ ماں کی محبت کا ترسا ہوا ہے۔ آپ اسے شکیل سمجھ کر ماں کا پیار دے دیں۔ ماں کا دل تو سمندر ہوتا ہے، ماں تو سراپا محبت ہوتی ہے اور محبت میں کوئی غیر نہیں ہوتا۔۔۔ آج رابی پہلی بار ہمارے گھر آیا ہے۔ پلیز، امی جان! صرف آج کا دن اسے ماں بن کر خوش آمدید کہیں، ایسا کرنے سے میرے من کو چین

مل جائے گا۔"

"نہیں شکیل! میں ایسا نہ کر پاؤں گی۔۔۔ میں کھانا پکا دیتی ہوں۔ تم اسے کھانا کھلاؤ اور فارغ کر دو۔" امی کے لہجے میں بدستور سختی تھی۔

"امی جان! اتنی کٹھور نہ بنیں! کیا میں آپ کو عزیز نہیں ہوں۔۔۔؟" میں نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

"تمہیں تو دیکھ کر میں جیتی ہوں۔۔۔"

"پھر بھی میری خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتیں۔۔۔؟"

"یہ خواہش نہیں، تمہاری ضد ہے۔" یہ کہ کر وہ پھر سے کھانا بنانے لگیں۔

"ٹھیک ہے، امی جان! اگر آپ میرے دوستوں سے اچھا سلوک نہیں کر سکتیں تو میں بھی اس گھر میں نہیں رہوں گا، میں کل یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔" میں نے بالآخر دھمکی آمیز رویہ اختیار کر لیا۔

"کہاں جاؤں گے۔۔۔؟" امی غصہ سے بولیں۔

"رابی کے ساتھ، اس کے گھر۔۔۔"

میری دھمکی کام کر گئی، امی نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہنے لگیں۔

"پہلے تم لوگ کھانا کھا لو، پھر میں تمہارے رابی سے مل ہوں گی۔۔۔"

میں نے امی کا شکریہ ادا کیا اور خوشی خوشی ڈرئنگ روم میں آ گیا۔۔۔ کچھ ہی دیر میں کھانا تیار ہو گیا۔ ہم تینوں نے مل کر ڈرائنگ روم میں ہی کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد ابا جان اٹھ کر چلے گئے، میں خود ہی برتن اٹھا کر کچن میں لے گیا۔ پھر میں نے امی کو ساتھ چلنے کو کہا تو وہ میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔ رابی نے ان کو دیکھا تو اٹھ کر سلام کر کے ان کی شفقت پانے آگے بڑھا تو امی پیچھے ہٹ گئیں۔ انہوں نے رک کے سلام کا جواب دیا اور اس کے علاوہ رابی کوئی بات نہیں کی۔ وہ نظریں جھکائے کھڑا تھا کہ جب امی بیٹھ جائیں گی تو پھر ہو بھی بیٹھے گا۔ مگر ابھی مشکل سے دو منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ بغیر کوئی بات کئے واپس لوٹ گئیں۔ امی کے اس رویہ نے مجھے رابی کے سامنے نادم کر ڈالا۔ رابی ایک ٹھنڈی سی آہ بھری اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی جاگتی آنکھوں میں بلا کی ویرانیاں پھیل گئی تھیں،

ایک عجیب سی وحشت ان میں جھانکنے لگی تھی۔ وہ لمحے میرے لئے بھی بڑے ہی اذیت ناک بن گئے، ایک بے رحم سچائی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ سامنے آگئی تھی۔ میں رابی سے نظریں چرانے لگا کیونکہ میرے دل میں بھی انگارے دہک اٹھے تھے۔ رابی کی آنکھوں کی گہرائی میں تلاطم بپا تھے جو اس کی پلکوں کے کناروں پر تھرتھرانے کو بے تاب ہورہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس دنیا میں اکیلا ہو، اس کا کوئی غم گسار نہ ہو اور وہ تنہا اپنی تقدیر پر ماتم کناں ہو۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے آنسو پلکوں کے کناروں کے بند توڑ کر بہہ نکلے۔ وہ اٹھا اور آگے بڑھ کر میرے گلے سے لگ گیا، خود میری آنکھیں بھی ساون بھادوں بن گئیں۔ میں اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، اسے اپنا دل چیر کے دکھانا چاہتا تھا مگر زبان میرا ساتھ نہ دے رہی تھی۔ اس نے بھی کچھ نہ کہا۔ کوئی گلہ نہ کیا، زبان نہ کھولی بس آنکھوں ہی آنکھوں میں اس نے مجھ سے اجازت مانگی اور ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ میں اسے روک بھی نہ سکا۔۔۔ میں اسے بھلا کیسے روک سکتا تھا؟ اس کے نازک احساسات، محبتوں سے لبریز من کو میں نے ہی تو مجروح کیا تھا۔ میرے گھر ہی سے اسے خالی ہاتھ واپس جانا پڑا تھا۔۔۔ میں کرسی پر ڈھے کر سسکنے لگا۔ ابا جان نے آکر مجھے تسلیاں دی اور اپنے کمرے میں لے گئے۔ امی جان نے مجھ سے کوئی بات نہ کی، وہ جو کچھ چاہتیں تھیں ہو گیا۔ رابی مجھ سے ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔

☆☆

دو دن بعد میں اس کے دفتر اس سے ملنے گیا تو اس خبر نے مجھے چونکا دیا کہ رابی نے سروس چھوڑ دی ہے، اس نے استعفیٰ دے دیا تھا۔ میرا رخ اب اس کے گھر کی طرف تھا۔ مجھے اس سے اس اقدام کی توقع نہ تھی۔ میں اس کے گھر پہنچا تو وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ پڑوس والوں سے معلوم ہوا کہ وہ اور اس کی بہن حیدر آباد چلے گئے ہیں جہاں اس کا بہنوئی ملازمت کرتا تھا۔ مجھے وہاں کا ایڈریس معلوم نہ تھا۔۔۔ رابی کو یہی کرنا چاہئے تھا، دل دکھانے والوں کے شہر میں اسے رہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔۔۔ دکھ کے مارے میری آنکھوں میں آنسو آگئے، مجھے یہ یقین تھا کہ وہ مجھ سے نارض ہو کر گیا ہے۔ اسے میرے گھر والوں سے جس ہمدردی اور خلوص کی توقع تھی، وہ اسے نہ ملا تھا۔ وہ یہ شہر چھوڑ کے جانے میں حق بجانب تھا۔۔۔ میں پریشان

اور بے بس سا ہو کر گھر لوٹ آیا مگر مجھے کسی پل بھی چین نہ تھا۔ میں نے امی سے جی بھر کر لڑائی کی اور ان کو ہی رابی کے چلے جانے کا ذمہ دار قرار دیا۔ میں نے امی سے کہا تھا کہ رابی چلا تو گیا ہے مگر میرے دل کے صفحہ پر اب بھی جا بجا اس کا نام لکھا ہے۔ میں اسے کبھی بھی نہ بھول پاؤں گا، میں دوستی کے اس امتحان میں پورا اتروں گا۔

☆☆

مجھے نہ دن کو چین تھا، نہ رات کو سکون تھا۔۔۔ رابی کے بعد میں اپنے آپ کو ادھورا محسوس کر رہا تھا۔۔۔ یوں ہی ایک ہفتہ گزر گیا۔ میرا کسی کام میں بھی جی نہ لگتا تھا، دفتر میں بھی اور گھر میں بھی میں کسی سے زیادہ بات نہ کرتا، رابی کے بغیر میری دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔ پھر ایک روز یوں ہوا کہ جیسے گلشن میں چپکے سے بہار آ گئی ہو، اندھیری رات میں اچانک بادلوں کی اوٹ سے چاند نمودار ہو گیا ہو۔ وہ خوشبو بن کر میرے انگ انگ میں سما گیا۔ رابی کا خط میرے نام آیا اور میرے وجود کو پیار کی مدھر خوشبو سے مہکا گیا۔۔۔ اس نے لکھا تھا۔

"پیارے دوست! معذرت چاہتا ہوں کہ میں تمہیں بتائے اور ملے بغیر آ گیا۔۔۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ یقین جانو، تم مجھے اس دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو۔ مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے اور تمام عمر رہیگا۔۔۔ جب سے میری ماں اس دنیا سے گئی ہے، تب سے میں بے سکون اور بے آرام ہو گیا ہوں۔ اگر تم اور میری باجی نہ ہوتے تو میں زندگی ہار گیا ہوتا۔۔۔ تم نے تو کبھی نہیں بتایا مگر میں تمہاری کیفیت سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ اس دنیا کے ہر انسان کی اپنی اپنی طبیعت ہوتی ہے، میں جانتا ہوں کہ تمہاری امی کو میری اور تمہاری دوستی پسند نہیں ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں عیسائی مذہب کا پیروکار ہوں مگر ماں تو سب کی اور سب کے لئے ایک جیسی ہوتی ہے۔ میں تمہاری ماں کو اپنی ماں سمجھتا ہوں، ان کا احترام کرتا ہوں اور تمام عمر کرتا رہوں گا۔ وہ دن جلد آئے گا کہ تمہاری ماں مجھے بیٹا کہہ کر سینے سے لگا لیں گی کیونکہ ماں کا روپ تو شفقت کا روپ ہوتا ہے۔ اس عظیم ہستی کو بنانے کے لئے خالق دو جہاں نے ایک بہت ہی بڑی صراحی لی ہو گی۔ اس میں لازوال محبت کا عرق ڈالا ہو گا۔ پھر اس عرق میں ایثار کی خوشبو، نیکی کے پھول، خوش اخلاق کا ذائقہ، عبادت کا نور اور خلوص بے کراں کی ٹھنڈک ڈالی ہو گی۔ عفو درگزر کے پھولوں سے اس صراحی کو سجایا ہو گا، پھر اسے انسانی

پیکر میں ڈھال کر دنیا میں اتارا ہو گا تو بھلا میں ایسی عظیم ہستی کی محبت سے کیوں محروم رہوں گا؟۔۔۔تم کو یہ جان کر خوشی ہو گی اور یہ خبر ماں جی کو بھی سنا دو کہ میں اپنے خاندان کی مخالفت کے باوجود مسلمان ہو گیا ہوں کیونکہ مجھے تمہاری دوستی اور ماں جی کی محبت سے بڑھ کر پیاری ہے۔ میں نے یہ فیصلہ بہت عرصہ قبل ہی کر لیا تھا اور اسلام کے ارکان و فرائض سے واقفیت حاصل کر لی تھی۔ ایمان کی طاقت بہت بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اسی ایمان کی قسم کہ مجھے مذہب اسلام پر ناز ہے، یہ مذہب دلوں کو مسخر کرنے والا مذہب ہے۔۔۔ میں جلد ہی واپس تمہارے شہر لوٹ کر آ رہا ہوں۔ اب میں وہاں ہی رہوں گا، تمہارے سنگ۔۔۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ہماری دوستی کی راہ میں دیوار نہ بنے گی۔۔۔ تمہارا رابیل۔''

رابی کا خط پڑھ کر خوشی سے میری آنکھیں بھر آئیں، میری سونی زندگی میں جیسے بہار آ گئی، میں جو اکیلا اور ادھورا رہ گیا تھا، رابی کے خط نے میری تکمیل کر دی۔۔۔ میں سیدھا امی پاس پہنچا اور وہ خط پڑھنے کے لئے دے دیا۔ امی نے بڑے غور سے رابی کا خط پڑھا۔ خط پڑھ کر ان کے چہرے پر خوشیوں کا میلہ سا لگ گیا، وہ اٹھیں اور دو نفل شکرانے کے پڑھنے کے بعد سجدہ میں گر گئیں۔ وہ رابی کے مسلمان ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرنے لگیں اور پھر مجھے مبارک باد دے کر کہنے لگیں۔

''رابی کا نام رابیل مجھے پسند آیا ہے، تم سے ملتا جلتا ہے۔ آج سے رابیل مجھے تمہاری طرح عزیز ہے۔ میں تم میں اور اس میں کوئی فرق روا نہیں رکھوں گی۔ میں نے تمہارا اور رابیل کا بہت دل دکھایا مگر اب میں ماضی کی ہر زیادتی کی تلافی کر دوں گی، آج میری ایک خواہش کی تکمیل ہو گئی ہے۔۔۔ تم سوچتے ہو گے کہ میں تمہارے عیسائی دوست سے کیوں نفرت کرتی تھیں مگر تم نے مجھ سے کبھی اس کی وجہ نہیں پوچھی۔ اس کی وجہ میرے علاوہ کم لوگوں کو معلوم ہے، حتیٰ کہ تمہارے باپ کو بھی اس کی خبر نہیں ہے۔ آج میں تمہیں اس کی وجہ بتا رہی ہوں۔۔۔''

پھر وہ بتانے لگیں کہ بچپن میں یاسمین میری بہت ہی پیاری سہیلی تھی، ہم کلاس فیلو بھی تھیں۔ ہر جگہ ہماری دوستی کے چرچے تھے۔ یاسمین ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ حسن میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتی تھی پھر بھی نہ جانے اسے کیا ہوا کہ وہ ایک عیسائی لڑکے کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ میں نے اسے منع کیا، لاکھ سمجھایا مگر اس پر محبت کا بھوت سوار تھا کہ اسے جیکسن کے علاوہ

اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔۔۔کاش! جیکسن، یاسمین کی خاطر مسلمان ہو گیا ہوتا مگر ایسا نہ ہوا۔ یاسمین، جیکسن کی محبت میں اتنی دور نکل گئی کہ وہ اس کی ہم مذہب بن کر اس کی بیوی بن گئی۔ پھر اس نے ملک چھوڑ دیا اور جیکسن کے ساتھ امریکہ چلی گئی۔۔۔اب معلوم نہیں وہ کس حال میں ہے۔ مجھے اس روز سے نہ صرف یاسمین بلکہ ہر عیسائی سے نفرت ہو گئی۔ یاسمین کا باپ اس کے غم کو سینے سے لگا کر مر گیا اور ماں پاگل ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے اس دوست رابنسن سے نفرت کرتی تھی، میری یہ خواہش تھی کہ میں کسی عیسائی کو اسلام کے دائرہ میں داخل کروں تو تب ہی مجھے چین آئے گا اور آج میری اس خواہش کی تکمیل ہو گئی ہے، اوپر والے نے میری یہ خواہش پوری کر دی ہے۔ رابنسن کے مسلمان ہونے سے میرے اندر لگی ہوئی وہ آگ سرد پڑ گئی ہے جو یاسمین نے لگائی تھی۔"

☆☆

رابیل آیا تو امی نے سگی ماں کی طرح اس کا استقبال کیا۔ اب وہ ہمارے گھر کا فرد بن گیا، اسے پھر سے اسی ادارہ میں ملازمت مل گئی۔ اس نے اپنا آبائی مکان فروخت کر ڈالا اور ہمارے نزدیکی محلہ میں مکان خرید لیا۔ اب وہ اکثر ہمارے گھر آ جاتا۔ امی اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھنے لگیں۔ پھر امی نے ہی اس کے لئے لڑکی پسند کی۔ رابیل کی بارات ہمارے گھر سے ہی روانہ ہوئی اور دلہن لے کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ امی نے اور میں نے جی بھر کر رابیل کی شادی پر خوشی منائی، میری بہنوں نے اپنے ارمان پورے کئے۔۔۔کچھ عرصہ بعد میری بھی شادی ہو گئی۔ رابیل اور شازیہ بھابھی نے میری شادی پر اپنے ارمان پورے کئے اور جی بھر کر دولت لٹائی، خوشیاں منائیں۔ اب ہر طرف سکھ ہی سکھ اور خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ ہماری دوستی کا درخت دن بدن گھنا اور مضبوط تر ہوتا جا رہا تھا۔

یوں ہی سات سال کا عرصہ بیت گیا۔

ہم بچوں والے ہو گئے امی اور ابا، دونوں ہی زندگی سے ناتا توڑ گئے۔ مصروفیات اور ذمہ داریاں بڑھ گئیں مگر ہماری دوستی میں فرق نہ آیا۔ ہم اب بھی ایک دوسرے کو اسی طرح ملتے تھے، ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹتے تھے۔ اب کوئی غم، کوئی دکھ اور پچھتاوہ نہ تھا۔ زندگی پر سکون گزر رہی تھی کہ اچانک زندگی کے پر سکون تالاب میں ایک پتھر آن پڑا اور زندگی کا نظام

درہم برہم ہو گیا۔

رابیل بیمار ہو گیا، پیٹ درد کی وہ تکلیف جو اسے کالج کے زمانہ میں ہوتی تھی وہ دوبارہ شروع ہو گئی۔ پہلے تو اسکے پیٹ میں ہلکا درد شروع ہوا جس کی طرف اس نے خاص توجہ نہ دی، پیٹ درد کی گولیاں کیمسٹ سے لے کر کھالیں۔ مجھے علم ہوا تو میں اسے سول ہسپتال لے گیا جہاں اس کے کئی ٹیسٹ لئے گئے مگر مرض کی تشخیص نہ ہو سکی کیونکہ تمام ٹیسٹ نارمل تھے مگر اس کے باوجود درد کی شدت میں کمی نہیں آرہی تھی۔ کسی نے ایک پرائیوٹ ہسپتال کے بارے میں بتایا کہ وہاں کا ڈاکٹر نہایت ہی قابل ہے، اس کے ہاتھوں میں قدرت نے شفا دے رکھی ہے۔ میں رابیل کو وہاں لے گیا۔ وقتی طور اس کے علاج سے آرام آگیا، چند بعد دوبارہ تکلیف شروع ہو گئی۔ پھر وہ سرکاری ہسپتال میں داخل رہا مگر وہاں بھی شفا نہ ملی۔ کسی لمحہ تو یوں لگتا کہ جیسے رابیل کو کوئی تکلیف نہیں ہے، وہ نارمل اور تندرست ہے مگر اچانک جب اس کی لہر اٹھتی تو وہ بے حال ہو جاتا، درد کی شدت سے وہ اس رونے لگتا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں سے مایوس ہو کر ہم نے درباروں، پیروں اور فقیروں کی طرف رخ کیا۔ درباروں اور مزاروں پر گئے، ہر طرح کی منتیں مانیں مگر سکھ اور چین رابیل سے روٹھ گیا۔ اس کی تکلیف کی کسی کو سمجھ ہی نہ آرہی تھی۔ ہر ڈاکٹر، حکیم اور عامل نئی بیماری بتاتا۔ کوئی تبخیر بتاتا، کوئی معدے کا السر، کوئی کینسر اور کوئی گیس بتاتا۔ ہر کوئی دعوے سے علاج شروع کرتا مگر ناکام رہتا۔ رابیل نے جو کچھ سروس کے دوران بچایا تھا وہ اس کے علاج پر خرچ ہونے لگا۔ دن بدن اس کا جسم کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ ادھر جمع شدہ پونجی بھی ختم ہو گئی تو اسکی بیوی نے ملازمت کر لی۔ میں بھی حسب توفیق اس کی مدد کر رہا تھا۔ میں ہر دن اس کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھا۔ میں نے رابیل کی خاطر اپنا سکھ اور چین قربان کر ڈالا، دفتر سے چھٹی کے بعد میرا زیادہ وقت رابیل کے ساتھ ہی گزرتا۔ جو کوئی کسی نئے حکیم یا ڈاکٹر کا بتاتا تھا، میں اسے کے پاس لے جاتا مگر اس کی بدقسمتی کی کوئی دوا بھی کارگر ثابت نہ ہو رہی تھی۔ لگتا تھا، رابیل دنوں کا مہمان ہے۔ دن بدن اس کی بھوک ختم ہوتی گئی، کھانا بھی برائے نام ہی رہ گیا۔ وہ کوئی چیز کھا ہی نہ سکتا تھا، کوئی چیز کھاتا تو اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھتا، اس قے ہوتی اور کھایا پیا سب کچھ باہر نکلا آتا۔ رابیل کی بیوی بھی دن رات اس کی خدمت کرتی اور کبھی اف نہ کرتی۔ رابیل کے گھر میں اداسیوں، پریشانیوں نے ڈیرے

ڈال لیے۔ رانبیل کی صورت دیکھ کر وحشت سی ہونے لگتی۔ اس کے بچوں کی حالت بھی نہ دیکھی جاتی، یوں لگتا کہ جیسے وہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم ہو گئے ہوں، مجھے ان پر ترس آتا، میں ان کو اپنے گھر لے آتا تو وہ میرے بچوں کے ساتھ مل کر کھیلتے اور یوں ان کے مرجھائے ہوئے چہروں پر خوشیاں لوٹ آتیں۔ دوستی نے مجھے ایک امتحان میں ڈال دیا تھا۔۔۔رانبیل اس بیماری اور زندگی سے اس قدر تنگ آ گیا تھا کہ کبھی کبھی وہ موت کی دعائیں مانگنے لگتا۔ میں ایسے لمحوں میں اسے دلاسہ دیتا، اس کی ڈھارس بندھاتا کہ اوپر والا اس کو ضرور صحت یاب کرے گا مگر وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تھا، جینے کی امنگ ختم ہو گئی تھی۔ وہ خاموش خاموش سا رہنے لگا تھا، بجھا بجھا اور افسردہ سا۔۔۔ اس کا گلاب جیسا چہرہ دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے کوئل سے کوک جدا کر دی گئی ہو۔

☆☆

اس روز میں نزدیکی شہر کے ایک حکیم سے رانبیل کی دوا لے کر آیا تھا۔ میں نے لوگوں سے اس کی بہت مشہوری سنی تھی۔ اس نے دوا دیتے وقت دعویٰ کیا تھا کہ اس سے رانبیل کی معدہ کی تکلیف ختم ہو جائے گی اور کھانا بھی ہضم ہو جائے گا۔ میں اس کے گھر داخل ہوا تو پتہ چلا کہ بھابھی بازار گئی ہیں، گھر میں رانبیل اور بچے تھے۔ میں جب رانبیل کے کمرہ میں داخل ہوا تو وہ کہنے لگا۔

”شکیل! دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا دو۔۔۔“

”کیوں۔۔۔؟“ بے اختیار منہ سے نکلا۔

”میں نے تم سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔۔۔“

وہ کراہتے ہوئے بے کسی سے بولا۔۔۔ میں نے کنڈی لگا دی۔ اس کے قریب بیٹھ گیا اور حسب معمول اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

”بتاؤ، رانبیل! کون سی ضروری بات کرنی ہے تم نے۔۔۔“

”شکیل! مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے، اور رہے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم میری کوئی بھی خواہش رد نہ کرو گے۔ آج اس دوستی کے ناتے میں تم سے کچھ مانگ رہا ہوں۔ وعدہ کرو کہ جو کچھ میں مانگوں گا، لا کر دو گے۔۔۔“

''تم جان مانگو، رابیل! میں اف نہ کروں گا۔''

میں نے دعویٰ سے کہا۔۔۔ رابیل نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور پھر دونوں ہاتھ میرے آگے جوڑتے ہوئے بولا۔

''شکیل! میں اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میں نہ زندوں میں ہوں اور نہ مردوں میں۔۔۔ میں موت کی دعائیں مانگ مانگ کر تھک گیا ہوں۔ تم۔۔۔ تم کہیں سے مجھے زہر لا دو، میں اس زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔''

میری آنکھیں بھر آئیں۔ میں نے رابیل کے دونوں ہاتھ تھام کر ان اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

''یہ کس امتحان میں تم مجھے ڈال رہے ہو دوست۔۔۔؟'' میں نے بھیگی آواز میں کہا۔

''کیوں دوستی کا نام بدنام کرنے لگے ہو۔۔۔ نہیں، رابی! میں ایسا نہ کروں گا۔''

''تمہیں اپنی دوستی کی قسم، شکیل!'' وہ میری طرف حسرت بھری نگاہوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''نہیں، دوست! میں ایسا ظلم نہ کرسکوں گا۔'' میں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے اس طرح مت آزماؤ کہ ساری زندگی میں اپنے آپ سے شرمندہ رہوں۔۔۔ ویسے بھی مایوسی کفر ہوتی ہے، حوصلہ رکھو۔۔۔''

''اس سے بہتر ہے کہ آج سے دوستی ختم کر ڈالو۔۔۔'' رابیل کے الفاظ برچھیوں کے مانند میرے سینے میں اتر گئے۔ وہ اتنا بے درد بن جائے گا، میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

''نہیں، رابیل! میں دوستی ختم نہیں کروں گا، میں اس آزمائش میں بھی پورا اتروں گا لیکن تمہارے بعد جو زندگی میں گزاروں وہ زندگی نہیں، جہنم کی آگ ہوگی جس میں مرتے دم تک جلتا رہوں گا۔۔۔ تمہاری بے بسی دیکھ کر میں یہ ظالمانہ قدم اٹھا رہا ہوں، تم نے مجھے عجیب امتحان میں ڈال دیا ہے۔۔۔''

رابیل کے آنسوؤں اور بے بسی نے مجھے مجبور کر ڈالا کہ میں اس کی خواہش کی تکمیل کر ڈالوں۔۔۔ میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ تو رات میں نے جاگتے ہوئے گزار دی۔ میں فیصلہ کی صلیب پر لٹکا رہا، صبح تک میں فیصلہ کر چکا تھا کہ میں دوستی کا بندھن ٹوٹنے نہ دوں گا۔ میں نے دفتر سے چھٹی کر لی اور اپنے ایک جاننے والے کی دوکان پر چلا گیا۔ وہ دیسی دوائیں فروخت

بھی کرتا تھا مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا تھا۔ میں نے پھر اسے رابیل کی موجودہ حالت تفصیل سے بتائی کہ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے، میں اسی کے کہنے پر اس کے لئے کوئی زہر لینے آیا ہوں جو اس کی موت آسان کر دے۔ تھوڑی سی پس وپیش کے بعد اس نے معقول رقم لے کر ایک ایسا زہر دیا جس میں نیلے تھوتھے کی آمیزش تھی۔ اس نے یہی بتایا کہ اس کی دو خوراکیں کھانے سے دو دن کے اندر اندر رابیل زندگی کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔

☆☆

رابیل میرا ہی منتظر تھا۔ جب میں نے اسے بتلایا کہ میں اس کے لئے زہر لے آیا ہوں تو اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے وہ پڑیا اس کے حوالے کی، استعمال کا طریقہ بتایا، اس کے ساتھ ہی میں رونے لگا۔ میں نے رابیل کے پاؤں پکڑ لئے اور اس سے معافی مانگتا رہا۔ میں نے رابیل سے الوداعی ملاقات کی اور اپنا سب کچھ لٹا کر اس کے گھر سے نکلا آیا۔۔ میں اپنے آپ سے نادم تھا کہ یہ میں نے کیا کر ڈالا ہے، میں اپنے ہی دوست کی زندگی ختم کرنے کا ذمہ دار بن گیا تھا۔

تمام رات میں نے سسکتے تڑپتے گزار دی، اگلا دن بھی یہ منحوس خبر سننے کے انتظار میں گزر گیا کہ رابیل فوت ہو گیا ہے۔۔۔ وہ رات اور دن میری زندگی کے سب سے زیادہ تکلیف دہ لمحات بن کر گزرے مگر اب دوسری رات ان سے بھی بھاری بن کر گزر رہی تھی کیونکہ حکیم کے کہنے کے مطابق آج کی رات رابیل کی موت یقینی تھی، صبح کا سورج رابیل کی موت کی خبر کے ساتھ طلوع ہونا تھا۔ وہ رات سناٹوں سے لبریز، سوگوار، شرمسار رات گزرتی جا رہی تھی۔ میری زندگی کے افق پر بدنصیبی کا سورج طلوع ہونے والا تھا جس کی ایک ایک کرن نے میرے زخمی وجود پر شعلے بن کر برسنا تھا۔ اس وقت یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے میرے ارد گرد دہکتے ہوئے انگارے ڈال دیئے ہوں۔ میرے اندر احساس ندامت اور پچھتاوے کی آگ بھڑک رہی تھی جس میں میرا وجود بری طرح جھلسنے لگا تھا، دکھ اور درد کی ملی جلی کیفیت نے میرے کرب میں اور بھی اضافہ کر ڈالا تھا۔۔۔ میری بیوی اور بچے جاگ گئے، ناشتہ کرنے کے بعد سکول اور کالج چلے گئے مگر میں ابھی تک بستر پر پڑا تھا۔ میری بیوی نے ناشتہ کرنے کو کہا مگر میں نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آج میں نے دفتر سے چھٹی لے لی ہے، دیر سے ناشتہ کروں گا۔ وہ بار

بار میری پریشانی اور دفتر سے چھٹی کرنے کی وجہ پوچھنے لگی مگر میں اسے مختلف حیلوں بہانوں سے ٹال رہا تھا۔ میں نے اسے بھی نہ بتایا تھا کہ میں دوستی کے ستون میں شگاف ڈال آیا ہوں۔ اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجی جس کی آواز گولی کی مانند میرے سینے میں اتر گئی۔ میری بیوی نے جا کر دروازہ کھولا، چند لمحوں بعد وہ لوٹی اور بولی۔

''رانبل بھائی کا بیٹا جواد آیا ہے۔۔۔''

میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا کہ ابھی جواد، رانبل کی موت کی خبر سنائے گا۔ وہ یہی بتانے کے لئے آیا ہوگا۔ مجھے اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی، یوں لگ رہا تھا کہ رانبل کی موت کی خبر سن کر میں بھی زندہ نہ رہوں گا، میری روح بھی اس کی ہم سفر ہو جائے گی اور یہی دوستی کی معراج ہوگی۔ اتنے میں جواد میرے کمرے میں آ گیا۔

''آؤ، بیٹے، خیریت تو ہے نا۔۔۔؟'' میں نے لرزتے ہونٹوں سے پوچھا۔

''جی انکل! خیریت ہے۔۔۔ ابو نے آپ کو بلوایا ہے۔''

''کیسے ہیں تمہارا ابو۔۔۔؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''پہلے سے کافی ٹھیک ہیں۔۔۔'' وہ لبوں پر مسکراہٹ سجائے ہوئے بتانے لگا۔ ''کل رات انہوں نے کھانا جی بھر کر کھایا تھا، نہ ہی درد ہوا اور نہ ہی قے ہوئی۔ آج صبح بھی انہوں نے سیر ہو کر ناشتہ کیا ہے۔''

''سچ کہہ رہے ہو، بیٹا۔۔۔؟'' میں نے بستر چھوڑتے ہوئے پوچھا۔

''جی، انکل! ابو کی صحت پہلے سے کافی بہتر ہو گئی ہے، اس لئے تو آپ کو بلایا ہے۔۔۔''

جواد کی باتوں پر مجھے یقین نہ آیا تھا۔ رانبل کی صحت کی بہتری کی خبر سن کر میری آنکھیں بھر آئیں، میں تو اس کی موت کی خبر سننے کا منتظر تھا مگر اوپر والے نے اس کی زندگی لمبی کر دی تھی۔ مارے خوشی کے میرا تمام وجود کانپنے لگا۔ میں نے نہ کپڑے بدلے، نہ ناشتہ کیا اور جواد کے ہمراہ اس کے گھر روانہ ہو گیا۔۔۔ رانبل کے کمرے میں داخل ہوا تو اس کی حالت دیکھ کر جواد کی باتوں پر یقین ہو گیا۔ رانبل واقعی زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر رانبل کو بازوؤں میں لیا اور اس کی پیشانی چومی اور اس کے ساتھ ہی ہم دونوں رو پڑے ہم دیر تک ایک دوسرے کے گلے مل کر روتے رہے۔ ہمارے وہ آنسو خوشی اور مسرت کے

آنسو تھے۔

"یہ کیا معجزہ ہو گیا، میرے دوست۔۔۔؟" میں نے رابیل سے علیحدہ ہو کر پوچھا۔

تمہاری محبت اور خلوص سے کھلایا ہوا زہر تریاق بن گیا۔ یہ تمہاری محبت اور دوستی کا معجزہ ہی نہیں بلکہ اس مذہب کا بھی معجزہ ہے جو دلوں کو مسخر کرتا ہے، جو آگ میں پھول کھلاتا ہے۔۔۔ میں نے اسلام صرف ایک ہستی یعنی تمہارے لئے قبول نہیں کیا تھا بلکہ اس مالک حقیقی کے لئے اپنایا تھا جو اس کائنات کا پالن ہار ہے، اسی نے مجھے زندگی دی ہے۔"

رابیل کے لہجے میں زمانے بھر کی خوشیاں سمٹ آئی تھیں۔ میں بھی قدرت کے اس کرشمہ پر حیران تھا، اور خوشی بھی کہ پروردگار نے میری اور رابیل کی دوستی کا بھرم رکھ لیا ہے۔ میں اپنے پالن ہار کا شکر گزار تھا، میرے اندر بھی خوشیوں کی برسات ہونے لگی۔ میں جو ندامت اور پچھتاووں کی آگ میں جل رہا تھا، خزاؤں میں گھر گیا تھا، اب یک لخت پھولوں سے مہکتے ہوئے چمن میں آ گیا۔ سارے موسم دل کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر دل خوش ہے تو جون جولائی کی لو رگ و پے میں ٹھنڈک کا احساس بن جاتی ہے ورنہ ساون کی بوندیں بھی دل و جان کو جلا کر راکھ کر دیتی ہیں۔۔۔ میرا دیا ہوا زہر رابیل کے لئے تریاق بن گیا، اس کی معدہ کی تکلیف ختم ہو گئی۔ گزرتے دنوں کے ساتھ ساتھ اس کی صحت بھی بہتر ہونے لگی۔ دو ماہ کے بعد وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔ اس نے پھر سے ملازمت کر لی، خوشیاں اور مسکراہٹیں پھر سے لوٹ آئیں۔۔۔ میں دوستی کے امتحان میں سرخرو ہو گیا۔

☆☆

برسوں بیت گئے ہیں۔ ہم دونوں بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ہماری اولاد شادی شدہ اور بچوں والی ہو گئی ہے مگر ہماری دوستی اب بھی برقرار ہے۔ ہم جب تک ایک دوسرے سے دن میں ایک بار مل نہ لیں، ہمیں چین نہیں آتا۔۔۔ صبح اب بھی ہوتی ہے، چاند اب بھی نکلتا ہے، شفق اب بھی پھوٹتی ہے، ستارے اب بھی ٹمٹماتے ہیں، آبشاروں کی آواز اب بھی کانوں میں رس گھولتی ہے، کوئل اب بھی کوکتی ہے اور بالکل اسی طرح ہماری دوستی بھی جوں کی توں ہے اور مرتے دم تک رہے گی۔

امتحان ہے زندگی

تحریر۔ محمد آصف دکھی۔ شجاع آباد۔ 0341.7838653

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آپ کی دکھی نگری میں آج پھر ایک سٹوری لے کر حاضر ہوا ہوں یہ سٹوری حقیقت پر مبنی ہے امید ہے کہ آپ اسے جلد شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے میں نے اس سٹوری کا نام ۔امتحان ہے زندگی ۔رکھا ہے یہ ایک ایسے انسان کی سٹوری ہے جو اب بہت ٹوٹ چکا ہے کامران کی خواہش ہے کہ اس کی کہانی جلد از جلد جواب عرض کے صفحات کی زینت بنے قارئین دعا کریں وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے امید ہے کہ قارئین کو یہ کہانی بہت پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

مئی مئی کی شعلہ برساتی ہوئی گرمی اپنے عروج تھی اس شعلہ برساتی گرمی نے ہر چیز کو جھلسا کر رکھ دیا تھا بارش کے لیے بار بار دعا میں مانگی جا رہی تھیں مگر کوئی دعا کارگر ثابت نہ ہوئی۔

پچھلے دو ماہ سے سورج اپنا قہر برسا رہا تھا ہر زبان پر بس یہی دعا تھی کہ جلد از جلد بارش ہو اور گرمی کا زور ٹوٹ جائے میں بذات خود برف کا کام کرتا ہوں میرا برف کا کام بھی اپنے عروج پر بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ ایک تو گرمی اپنے زوروں پر تھی اوپر سے بجلی تھی کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی جس کی وجہ سے برف کی شارٹ تھی بجلی ہوتی تو برف بنتی نا میرا تو روزانہ کا معمول تھا صبح سویرے چار بجے اٹھ کر نیند کو خیر آباد کہتا وضو کرتا اور نماز ادا کر کے اپنی گاڑی لے کر نکل جاتا میری واپسی چھ بجے کے قریب ہوتی تھی اس دن بھی صبح سے سورج نے آگ برسانا شروع کر دی میں برف کی سپلائی کر کے واپس لوٹا میرے موبائل کی ٹیون بجی میں نے فورا موبائل نکال کر کال اٹینڈ کی تو۔ اسلام علیکم۔
جی آپ آصف دکھی بات کر رہے ہیں وہ لڑکا بولا جس کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اٹھارہ یا انیس سال کے قریب ہوگا۔
جی میں آصف دکھی بات کر رہا ہوں۔
میں نے بڑے پیار سے جواب دیا بھائی میں نے اپنی ایک سٹوری لکھوانی ہے جو کہ جواب عرض میں دینا چاہتا ہوں اس لڑکے نے جواب دیا،
پہلے اپنا تعارف تو کرواؤ میں بولا۔
جی میرا نام کامران ہے اور میں اوکاڑہ کا رہائشی ہوں۔ کامران بھائی میں آپ کی سٹوری ضرور جواب عرض میں شائع کرواؤں گا لیکن ابھی میں تھوڑا سا بزی ہوں آپ شام کو آٹھ بجے کال کرنا میں آپ کی سٹوری لکھوں گا اور جواب عرض میں بھیج دوں گا جو جلد ہی جواب عرض کے صفحات

کی زینت بنے گی اس کے بعد ہمارا رابطہ کٹ گیا۔

میں اپنے معمول زندگی میں مصروف ہو گیا۔ شام کو کالے بادل چھا گئے ہر چہرہ خوشی سے کھل گیا آج کافی دنوں بعد ابر رحمت برسنے والی تھی پہلے تو بہت زوروشور کی آندھی آئی پھر رحمت برسی کہ اس نے ہر طرف جل تھل کر دی موسم کافی خوشگوار ہو گیا تھا میں نے اپنی بائیک نکالی اور موسم کو انجوائے کرنے باہر نکل گیا میں ایک ہوٹل میں

کامران کی کال آ گئی میں نے کامران کا نام دیکھا تو چونک سا گیا کیونکہ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ کامران بھائی کی کال آنی ہے میں نے کال اٹینڈ کی تو کامران بھائی مجھ سے ناراض ہونے لگے۔

کمی بھائی آپ کو اتنی دیر سے کال کر رہا ہوں آپ تو کال اٹینڈ ہی نہیں کر رہے۔۔۔ کامران نے گلہ کیا۔

بھائی وہ دراصل میں کھانا کھا رہا تھا جس کی وجہ سے دیر سے کال اٹینڈ کی او ہو میں تو بھول ہی گیا تھا کہ آپ نے اپنی سٹوری سنانی ہے میں شرمندہ سا ہونے لگا۔

جی بھائی آپ میری سٹوری سنیں اور انصاف خود کرنا ہے قصور کس کا ہے۔

قارئین کامران بھائی نے اپنی گوش گزار کی جو کہ آپ کی خدمت میں حاضر خدمت ہے۔

میرا نام کامران ہے میں اوکاڑہ کا رہائشی ہوں میں نے جس گھر میں آنکھ کھولی اس گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی ابو سرکاری ملازم تھے امی گھر کی دیکھ بھال کرتی تھی ہم چھ بہن بھائی تھے چار بھائی اور میں ان سب سے بڑا تھا۔

جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے گھر کے قریب ایک سکول میں داخل کر دیا گیا میں پڑھائی میں بہت ہوشیار تھا سب اساتذہ میری قابلیت کی تعریف کرتے تھے وقت گزرتا گیا میں پرائمری کا امتحان بڑی خوش اسلوبی سے پاس کیا میری پڑھائی میں محنت لگن اور جستجو سب کے سامنے تھی میرے بہن بھائی بھی ساتھ پڑھ رہے تھے میرے ابو کی ہمت تھی کہ وہ ایک تنخواہ پر سارے گھر کا خرچہ چلا رہے تھے میں نے اپنے کا ہاتھ بٹانا چاہتا تھا اس لیے میں نے اپنی پڑھائی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا تھا سکول سے واپسی پر ٹیوشن چلا جاتا شام کو میری واپسی ہوتی اور پھر کھانا کھا کر رات گئے تک پڑھتا تھا۔

جب میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا تو اس وقت میری زندگی میں ایک لڑکی نے قدم رکھ دیا اس لڑکی کا نام زارا تھا زارا اپنے نام کی طرح بہت خوبصورت تھی اس نے بھی ساتویں کلاس میں داخلہ لیا تھا جس دن وہ سکول میں داخل ہوئی میرے دل کے نہاں خانوں میں بھی اپنا بسیرا کر لیا اس میں ایک عجیب سی کشش تھی جو مجھے اس کی طرف متوجہ کر رہی تھی تو میں اسے دیکھتا ہی رہتا زارا ہر وقت خاموش رہتی تھی پتہ نہیں کیا وجہ تھی مجھے اس کی خاموشی اور اداسی اچھی نہیں لگتی میں جب بھی اس کو اداس اور پریشان دیکھتا تو ٹینشن میں مبتلا ہو جاتا میں جب بھی زارا کو پیار بھری نظروں سے دیکھتا وہ اپنی نظریں جھکا لیتی میری ان قاتل نظروں کا مطلب وہ خوب جانتی تھی زارا جانتی تھی کہ میں اس کو پیار سے کرتا ہوں اور بے انتہا کرتا ہوں لیکن وہ خاموش رہی اس طرح ہماری خاموش محبت کا سلسلہ چلتا رہا پتہ ہی نہ چلا کہ ایک سال کا عرصہ بیت گیا میری محبت میرے دل میں ہی رہی میں اظہار نہ کر سکا ان ہی دنوں ہمارے پیپر شروع ہو گئے ساری کلاس بہت اچھے طریقے سے محنت کر رہی تھی میری پڑھائی میں پہلے والی پوزیشن نہیں

تھی پڑھائی میں بہت ہی کم دل لگتا تھا ہر وقت زارا کو سوچتے رہنا اچھا لگتا تھا میں اپنی ذمہ داری سے پیچھے ہٹنا چاہتا تھا بڑا ہونے کے ناطے مجھ پر لازم تھا کہ میں خوب دل لگا کر پڑھوں کوئی اچھی سی جاب کر کے اپنے باپ کا سہارا بنوں آخر کب تک سارے گھر کا بوجھ اٹھاتے لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مجھے کہاں سے کہاں لا کر کھڑا کر دے جس کی میں عمر بھر قیمت نہیں چکا سکوں گا پتہ ہی نہ چلا کہ پیپر مکمل ہوئے رزلٹ آ گیا میں نے ہمیشہ کی طرح اچھی پوزیشن لی تھی میرا خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا زارا بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوئی تھی آج میں نے ٹھان لی تھی کہ زارا سے ضرور بات کروں گا۔ اسے پاس ہونے کی مبارکباد دوں گا۔

جب ہمارے سکول کا فنکشن اختتام پذیر ہوا تو گیٹ کے باہر جا کر کھڑا ہو گیا اور زارا کا انتظار کرنے لگا اور اس پری پیکر کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد زارا اپنی دوست نمرہ کے ساتھ دروازے سے باہر نکلی میں بہت تیزی سے ان کے سامنے آ گیا میرے اچانک سامنے آنے سے زارا تھوڑا سہم سی گئی لیکن پھر خود کو سنبھال لیا۔

زارا مبارک ہو آپ نے اچھے نمبر لے کر ساتویں میں اچھی پوزیشن لی ہے۔۔ میں بڑے پیار سے بولا۔

جی۔ جی۔ وہ آپ کو بھی مبارک ہو آپ نے بھی پوری کلاس میں فرسٹ پوزیشن لی ہے زارا کی آواز میں کپکپاہٹ صاف نظر آ رہی تھی۔

نمرہ سارا منظر دیکھ رہی تھی آخر کار نمرہ بول پڑی کہ اب تم دونوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دے دی ہے آؤ زارا گھر چلیں نمرہ نے زارا کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے چل دی۔

میں ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھتا رہا زارا نے آج مجھ سے بات کر کے مجھے ایک نئی زندگی بخش دی تھی میری حالت کچھ عجیب سی تھی میں اس دن اتنا خوش تھا کہ کیا بتاؤں جتنے عرصے بعد میں نے زارا کو اتنے قریب سے دیکھا تھا اس کے بعد میں خوشی خوشی اپنے گھر آ گیا۔ ہم سکول میں ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے لیکن بات کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

ایک ماہ اس طرح ہی گزر گیا تھا مجھے نہ دن کو چین آتا اور نہ ہی رات کو نیند آتی تھی ہر وقت سوچوں میں خیالوں میں صرف اور صرف زارا تھی اور کوئی نام اچھا نہیں لگتا تھا زارا کے بنا ایک پل رہنا دشوار لگ رہا تھا بہت سوچا کہ محبت کا اظہار کیسے کروں آخر کار دل نے فیصلہ کر دیا کہ لیٹر لکھ کر محبت کا اظہار کر دو اب میں لیٹر لکھ تو لیتا لیکن لیٹر زارا تک پہنچاتا کون۔

دل میں بہت سے وسوسے اور خیالات آ رہے تھے کہ اگر لیٹر زارا کو کسی نہ کسی طرح دے دوں کہیں وہ گھر والوں کو نہ بتا دے تو اتنے سالوں سے بنی ہوئی عزت خاک میں مل جائے گی لیکن دل بے قرار کو قرار نہیں آ رہا تھا آخر میں ہار گیا اور دل جیت گیا میں نے اپنا حال دل قلم کی نوک سے کاغذ پر اتارا میرے پہلے لیٹر کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیاری زارا امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی جب سے آپ کو دیکھا ہے بس آپ کو سوچتا رہتا ہوں پتہ نہیں کوئی عجیب سی کشش ہے جو مجھے تمہاری طرف کھینچ رہی ہے۔

اب میں اس حالت کو کیا نام دوں شاید اسی کا نام محبت ہے مجھے امید ہے کہ آپ میری ان باتوں کا مائنڈ نہیں کریں گی اور محبت کا جواب محبت سے ہی دیں گی اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو پلیز خدا کے لیے مجھے معاف کر دینا اور میرا لیٹر کسی

کومت دکھانا اور نہ ہی ہماری محبت کا کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہئے ورنہ بہت بدنامی ہوگی دعا کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں خوش رہیں خوشیاں بانٹیں پھولوں کی طرح خوشبو بکھیرتی رہیں آپ کے جواب کا بڑی بے چینی سے انتظار رہے گا۔

امید ہے آپ محبت کا جواب محبت سے ہی دو گی آپ کے جواب کا منتظر کامران۔ کے۔ زیڈ۔

میں نے لیٹر لکھنے کے بعد تہہ کر کے جیب میں ڈال لیا اور ساری رات زارا کی یادوں میں گزار دی صبح سکول کی تیاری کی اور سکول روانہ ہو گیا خوشی خوشی سکول پہنچا اور زارا کا انتظار کرنے لگا کچھ دیر بعد زارا اپنی کزن اور دوست نمرہ کے دال سکول میں داخل ہوئی اس کا کھلتا اور مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر دل کو کچھ راحت نصیب ہوئی۔

جب وہ میرے پاس سے گزرنے لگی میں نے بڑی صفائی کے لیٹر اس کے بیگ میں ڈال دیا تھا پر سب نمرہ نے دیکھ لیا تھا میں ڈر سا گیا تھا کہ اب کیا ہوگا میں ڈرا ڈرا اپنے کمرے میں چلا گیا مطلب کلاس روم میں آ گیا اور اپنے ڈیسک پر کر بیگ رکھا اور بیٹھ گیا پریشانی میرے چہرے سے چھلک رہی تھی اتنی دیر میں زارا بھی کلاس میں داخل ہوئی میں کتاب نکال کر نظریں اس پر جما دیں۔

زارا نے اپنے کتابیں نکالیں تو لیٹر زمین پر گر گیا زارا نے لیٹر اٹھایا اور کتاب میں چھپا لیا میری طرف دیکھا لیکن میں تو کتاب پڑھنے میں مشغول تھا تو زارا بھی پڑھائی میں مشغول ہو گئی سکول کی چھٹی ہوئی زارا نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ اور اپنے گھر چلی گئی میں زارا کی نظروں کو پہچان چکا تھا زارا غصے میں تھی دل میں ایک وہم جاگ اٹھا تھا وہ زارا اب گھر جا کر اپنے بھائی کو بتائے گی گھر تو ہنگامہ ہوگا اور پورا محلہ دیکھے گا۔

میں اداس اداس گھر آ گیا کھانا کھایا کتابیں اٹھائیں اور چھت پر چلا گیا زارا میرے ذہن پر براجمان تھی آج پڑھنے کو دل نہیں کرتا تھا آنے والے وقت کے بارے میں منصوبہ تیار کرنے لگا میں اپنی ہی سوچوں میں گم تھا کہ کالے بادلوں نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہو گئی میں نے کتابیں اٹھائیں اور برآمدے میں آ گیا آج کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا حالانکہ موسم بہت خوشگوار تھا وہ کہتے ہیں نہ کہ جب دل کا موسم اچھا نہ ہو تو کچھ بھی اچھا نہیں لگتا سارے محلے والے شور وغل کر کے آنے والے موسم کو ویلکم کہہ رہے تھے۔

لیکن انجوائے کرنے کو دل نہیں کرتا تھا بارش نے سارے محلے کو جل تھل کر دیا تھا بچے پانی میں کھیل رہے تھے بڑے بارش میں نہا کر انجوائے کر رہے تھے اور ایک میں تھا کہ اکیلا رہتا اور اداس ایسی سوچوں میں گم تھا کہ امی کی آواز سے چونک گیا جو مجھے بلا رہی تھیں۔

میں نے کتابیں اٹھائیں اور نیچے آ گیا ماں نے کھانے کا کہا لیکن میں نے کہا بھوک نہیں ہے اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا تھا زارا کو سوچتے سوچتے مجھے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اگلے دن میں سکول پہنچا تو زارا اور نمرہ پہلے سے ہی موجود تھیں میں بھی اپنے ڈیسک پر جا کر بیٹھ گیا اور کتاب کھول کر پڑھنے لگا زارا اور نمرہ آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں سکول سے چھٹی ہوئی تو نمرہ نے مجھے ایک لیٹر دیا اور چلی گئی میں نے لیٹر اپنی جیب میں ڈالا اور گھر آ گیا کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آ گیا دل خوشی سے سرشار ہوا جاتا تھا ایک انجانی سی خوشی تھی میں نے لیٹر کھولا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیارے کامران آداب عرض
امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گے آپ کا لیٹر ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی میں بھی آپ سے پیار کرتی ہوں اور آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں مجھے ایک بات کا ڈر لگا رہتا ہے کہ میرے گھر والے بہت سخت ہیں میرے بھائی بہت سخت مزاج ہیں وہ ان پیار محبت کی باتوں کو برا سمجھتے ہیں آپ کی فیملی اور ہماری فیملی میں زمین آسمان کی فرق ہے امید ہے آپ میری باتوں کو سمجھ گئے ہوں گے میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گی۔

اب اجازت دیں آپ کی زارا۔

میں نے لیٹر پڑا تو جھومنے لگا مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی مجھے آج دنیا بہت ہی خوبصورت لگی تھی خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا آج موسم دل کے موسم کی طرح انگڑائیاں لے رہا تھا میں جن راہوں پر چل نکلا تھا وہ راستہ پر خار تھا لیکن میں سب با میں جانتے ہوئے بھی انجان تھا ب ایک جیون تھا اک دیوانگی تھی اور وہ تھی میری زارا۔

اب تو لیٹر کا سلسلہ چل نکلا تھا اب تو ہماری روزانہ ملاقات ہونے لگیں نمرہ ہمارا بھرپور ساتھ دے رہی تھی ہماری محبت کا سلسلہ چل نکلا تھا۔

اب مجھے آنے والے وقت کا ڈر نہیں تھا زا کی محبت نے مجھے جینے کا ڈھنگ سکھا دیا تھا۔

ان ہی دنوں ابو اپنی ڈیوٹی پر سے واپس آرہے تھے کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور ان کی دونوں ٹانگوں میں فیکچر آ گیا تھا سارا بدن زخموں سے چور تھا ابو کو ہسپتال لے جایا گیا ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کے ابو اب ساری عمر چل نہیں پائیں گے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے ابو گھر کے واحد کفیل تھے ہماری تو جیسے زندگی ویران ابو کا علاج مسلسل چلتا رہا ساری جمع پونجی ختم ہوتی جا رہی تھی میں نے گھر کے حالات کو دیکھ کر اپنی پڑھائی کو خیر آباد کہہ دیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کیا جائے آخر کار ایک دوست نے مشورہ دیا کہ کامران بھائی موبائل کا کام سیکھ لو جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ گے تمہارے ابو تو اب کام کرنے سے رہے اب تمہیں سارے گھر کا نظام چلانا ہے میں نے اپنے دوست کے مشورے کا خیر مقدم کیا اور موبائل کا کام سیکھنے لگا گھر کے حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے تھے زخم جو تھے وہ ٹھیک ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے گھر میں امی نے جو بھیڑ بکریاں پال رکھی تھی وہ ساری کی ساری بک چکی تھی علاج جاری تھا کہ ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کے ابو کو شوگر ہے جو اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے جس کی وجہ سے زخم ٹھیک نہیں ہو رہے جوں جوں دوا کرتے جا رہے تھے زخم بڑھتے جا رہے تھے۔

میں نے ہمت نہ ہاری اور اپنے ابو کا علاج جاری رکھا ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے میں گھر کے حالات دیکھ کر راتوں کو جاگتا رہا اور روتا رہتا گھر کے حالات اتنے بدتر ہو گئے اگر صبح کو کھانا مل جاتا تو شام کو بھوکے سو جاتے بھی بھی توفوتہ کرنا پڑھتا تھا ابو کی بیماری اور گھریلو پریشانی نے زارا کو یاد تک نہ کرنے دیا کافی دن ہو گئے تھے زارا سے بات نہیں ہوئی تھی امی جان آنے والے حالات کو دیکھ کر ہر وقت روتی رہتی مجھ سے ماں کے آنسو دیکھے نہیں نہ جاتے میں نے ہمت نہ ہاری اور آگے بڑھتا رہا وقت نے بار بار امتحان لئے میں خوش اسلوبی سے آگے بڑھتا رہا۔

ایک شام جب میں گھر لوٹا تو سب ختم ہو چکا تھا میرے ابو ہمیں روتا چھوڑ کر اس دنیا فانی سے

کوچ کر چکے تھے ماں دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی میں بھی ماں سے گلے لگ کر رو تا رہا لوگ دلاسے دیتے رہے آخر کار ابو کو منوں مٹی کے تلے سلا دیا گیا ہمارے گھر کی رونقے ماند پڑ گئی تھیں ماں ہر وقت اداس رہنے لگی تھی نہ ٹھیک طرح سے کھانا کھاتی نہ راتوں کو سوتی بس ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے میری ماں میرا ماتھا چومتی اور مجھے ہزاروں دعائیں دیتی تو دل بے قرار کو قرار مل جاتا تھا۔

زارا کو دیکھے ہوئے کافی ماہ ہو گئے تھے زارا سے میرا رابطہ نہیں ہو رہا تھا نہ ہی وہ مجھے کبھی نظر آئی میں نے نمرہ سے پتہ کیا تو اسنے بتایا زارا کے بھائیوں نے اسکی پڑھائی ختم کروادی ہے اور اسکی شادی ہونے والی ہے میرا یہ سننا تھا کہ میرے ذہن میں دھماکے ہونے لگے زندگی امتحان بس امتحان لے رہی تھی زارا مجھے شدت سے یاد آنے لگی۔

میری زندگی کی کتاب میں باب صرف تمہارا تھا

کہانی تو میری تھی پر وہ کلام تمہارا تھا

میری زندگی کے افسانے میں لوگ تو بہت تھے

پر مجھے جس کی چاہت تھی وہ نام تمہارا تھا

میں نے زارا سے ملنے کی بہت کوشش کی نہ ملنا تھا نہ وہ ملی شاید وہ میری قسمت میں نہیں تھی کہتے ہیں جوڑے آسمان پر بنتے جس نے بھی کہا سچ کہا میں موبائل کا مکمل کام سیکھ چکا تھا اپنے گھر کے ساتھ مارکیٹ میں دکان کھولی میرے استاد نے مجھے ادھار پر سامان دلوایا تا کہ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاؤں میں نے اپنی شاپ کا نام جیا موبائل سینٹر رکھا تھا مارکیٹ میں بہت کم شاپ تھیں موبائل مکینک کی تو میری شاپ پر ہر وقت ہی رش لگا رہتا تھا۔

اب تو گھر کے حالات کچھ سنبھلنے لگے تھے میں نے استاد کا قرض بھی آہستہ آہستہ اتار دیا تھا میرا شاگرد عباس جانتا تھا کہ میں زارا سے پیار کرتا ہوں ایک دن نمرہ نے مجھے آ کر بتایا کہ زارا کی شادی طے ہو چکی ہے اور وہ جلد ہی عدنان کی ہو جائے گی اور عدنان اچھا لڑکا نہیں ہے زارا کے سوتیلے بھائی اس کے جیتے جی دوزخ میں دھکیل رہے ہیں۔

نمرہ جو باتیں کر کے گئی تھی ان باتوں نے میرے اندر طوفان کھڑا کر دیا تھا لیکن میں مجبور تھا اب کچھ نہیں کر سکتا تھا کر سکتا تھا تو اپنی ناکام محبت کا ماتم پھر ایک زارا کی بارات میری شاپ کے سامنے سے گزری مجھ جنون ہوا تھا لیکن مجھے عباس نے سمجھایا کہ کامران اب کوئی فائدہ نہیں ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا ہے تم صبر کرو صبر کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

ڈھول کی تھاپ پر عدنان کے دوست ناچ رہے تھے مجھے اب مجھے لگا جیسے میری ناکام محبت کا مذاق اڑا رہے ہوں مجھ پر ہنس رہے ہوں کہ کامران تو بزدل ہے کمزور ہے ہم تیری محبت کو چھین کر لے جا رہے ہیں اور تو کچھ نہیں کر سکتا اگر اس دن عباس میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں کچھ کر گزرتا میں ہر بات بھول جاتا کہ میں اپنے بہن بھائیوں اور ماں کا دنیا میں واحد سہارا ہوں ماں شام کو میری راہیں دیکھتی ہیں جب گھر کبھی دیر سے جاتا ہوں تو میرا انتظار کرتی ہے میرا شاگرد مجھے دلاسہ دے کر چلا گیا آخر کار عدنان میری زارا کو بیا کر اپنے گھر لے گیا اور میں صرف رونے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا ہر وقت اداس رہنے لگا عباس مجھے سمجھاتا کہ کامران بھائی اب زندگی کی طرف لوٹ آؤ لیکن میری تو زندگی ہی اجڑ چکی تھی زارا تو

میری زندگی تھی وقت بے لگام گھوڑے کی طرح پر لگا کر اڑتا رہا تھا۔

زارا کی شادی کو ایک سال ہو گیا تھا ایک دن نمرہ میری شاپ پر آئی میں نے زارا کے بارے میں پوچھا تو نمرہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہنے لگی کامران بھائی زارا اپنے گھر میں خوش نہیں ہے عدنان اچھا لڑکا نہیں ہے زارا کے بھائیوں نے اسے آپ سے پیار کرنے کے جرم میں سزا دی ہے سوتیلے بھائی تو تھے ہی کیا سوتیلے بھائی بھائی نہیں ہوتے کامران یہ بات کرنے کے بعد نمرہ زارو قطار رونے لگی بھائی عدنان اس پر تشدد کرتا ہے وہ جوا کھیلتا ہے اس نے زارا کا سارا زیور جوے کی نظر کر دیا ہے ہر وقت اسے مارتا رہتا ہے رات کو نشے میں دھت گھر آتا ہے بات بات پر جھگڑا کرتا ہے۔

میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں خود کو قصوروار ٹھہرا رہا تھا کاش میں زارا کو پا لیتا تو اس کا یہ حال نہ ہوتا میں نے نمرہ سے زارا کا نمبر لیا اور نمرہ چلی گئی سارے غم میری ہی قسمت میں دلکھے تھے اے نصیب اک بات تو بتا۔

کیا سب کو آزماتا ہے یا میرے ساتھ ہی دشمنی ہے۔ اگلے دن میں نے کال پیکج لگا لیا اور زارا کا نمبر ملایا تو کال زارا نے رسیو کی۔

ہیلو ایک مرجھائی ہوئی آواز ابھری میں خاموش رہا تھا جیسے ایک مجرم جج کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہوتا ہے۔ ہیلو زارا پھر بولی میری زبان پر تو جیسے تالا لگ گیا ہو مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ میں زارا سے بات کر سکوں اتنی دیر میں کال ڈراپ ہو گئی میں نے دوبارہ کال کی تو کیا زارا نے فورا کال اٹینڈ کر لی جیسے وہ ویٹ کر رہی تھی ہیلو جی کون زارا کی آواز ابھری جیسے اس کی آواز میں ہزاروں غم چھپے ہوں جی میں کامران بات کر رہا ہوں میں نے دل پہ پتھر رکھ کر کہا میرا نام سننا تھا کہ زارا نے کال کاٹ دی شاید وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

میں نے کئی بار کال کی لیکن زارا نے رسیو نہیں کی آخر کار میں نے میسج کیا زارا بات کرو پلیز لیکن زارا نے کوئی ریپلائے نہیں کیا تو میں پریشان ہو گیا تھوڑی دیر بعد مجھے زارا کا بہت لمبا میسج ملا تھا ڈیئر کامران کیسے ہو امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گے میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ آئندہ میرے نمبر پر کال نہ کرنا اور نہ میسج میرا شوہر بہت شکی مزاج ہے اور میں نے آپ کی زندگی کی خاطر عدنان سے شادی کی ہے اگر میں عدنان سے شادی نہ کرتی تو میرے بھائی تمہیں جان سے مار دیتے اور مجھے آپ کی زندگی خود سے بھی زیادہ عزیز ہے میں نے موبائل چھپا کر رکھا ہوا ہے میں اپنی بھابی اور دادی سے بات کرتی ہوں یا پھر بھی کبھار نمرہ سے بات کر لیتی ہوں عدنان مجھے کہیں نہیں جانے دیتا بس گھر میں ہی قید کر رکھا ہے کامران میں نے تم سے پیار کیا تھا کرتی ہوں اور مرتے دم تک کرتی رہوں گی امید ہے کہ آپ میری ان باتوں پر عمل کریں گے آپ کی زارا۔

میں نے میسج پڑھا تو دم بخود رہ گیا میں نے میسج کا ریپلائے کیا۔ او کے۔ اور موبائل سائیڈ پر رکھ دیا اور اپنی قسمت پر آنسو بہانے لگا اب میں اور کر بھی کیا سکتا تھا سب کچھ تو مجھ سے چھن گیا تھا میری زارا پر ظلم ڈھائے جا رہے تھے میں خاموش تھا۔

تمہیں کیا لگا کہ تمہیں بھول گئے ہیں زارا ابھی
نہیں نہیں دل ابھی دھڑکتا ہے پاگل

ماں کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ بیٹا شادی کر لے لیکن میں بار بار انکار کر رہا تھا میں اب کسی کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتا اب تو زارا کی

یادوں سے جینا چاہتا ہوں اور اسی کی یادوں میں مرنا چاہتا تھا میری خواہش دم توڑ چکی تھی دنیا سنسان و ویران لگتی تھی میرا ہمدم میرا دوست مجھے تسلیاں دیتا لیکن دل بے قرار کو قرار کہاں تھا۔

قسم سے اسے پانے کی خواہش تو بہت تھی دل میں۔ مجھے اس سے دور کرنے والے بہت زیادہ تھے ایک شام میں اور عباس معمول کے مطابق دکان سے واپس آ رہے تھے کہ ایک گھر میں ہمیں چیخنے چلانے کی آواز آنے لگی ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی کسی کو بے دردی سے مار رہا ہو میں اپنی بائیک کی بریک لگا کر دونوں آواز کی جانب چلنے لگے ہم نے دروازہ بجایا لیکن کوئی جواب نہ آیا چیخیں تھیں کہ بڑھتی جا رہی تھی میں نے عباس سے مشورہ کر کے دیوار پھلانگ دی جوں ہی میں اندر گیا سامنے والا منظر بہت دردناک تھا ظالم اپنا ظلم کر کے جا چکا تھا میری جان زارا خون میں لت پت پڑی تھی اس ظالم نے زارا کے پاؤں کی نسیں کاٹ دی تھیں۔

عباس اور میں نے زارا کو اٹھایا اور رکشے میں ڈال کر ہسپتال لے گئے زارا کا زخموں سے چور بدن ظالم کے ظلم کی داستان بیان کر رہا تھا۔

ایسا سب کچھ کوئی جنونی یا پاگل ہی کر سکتا تھا ہم نے زارا کو ہسپتال داخل کروانے کے بعد زارا کے بھائیوں اور دادی کو پیغام بھجوایا تھوڑی دیر بعد زارا کی بھابیاں اور دادی ہسپتال آن پہنچی تھیں ہم نے زارا کو ان کے حوالے کیا اور زارا کی دادی روئے جا رہی تھی اس نے ہمارا شکریہ ادا کیا ہم تو گھر کی جانب روانہ ہو گئے کیوں کہ کافی دیر ہو چکی تھی۔

ایک چیز بار بار مجھے سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ زارا کے بھائی کیوں نہیں آئے تھے مجھے آج پتہ چل گیا تھا کہ سوتیلا پن کیا ہوتا ہے سنگدلی کیا ہوتی ہے اور انسانی تذلیل کیا ہوتی ہے بہر حال میں عباس کو اس کے گھر کے سامنے ڈراپ کیا اور اپنے گھر آ گیا ماں بڑی ہی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی ماں تو آخر ماں ہوتی ہے ماں نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

اس نے افسوس کا اظہار کیا اور کھانا لینے چلی گئی لیکن میرا من کھانے کو نہیں کر رہا تھا ذہن پر وہی زارا سوار تھی ماں کھانا لے کر آئی نا چاہتے ہوئے بھی میں ایک دو لقمے کھائے تا کہ ماں کا دل نہ دکھے اور اپنے کمرے میں چلا گیا میری جان میری زارا دکھوں میں گھری ہوئی تھی اور میں کچھ نہیں کر سکتا تھا اتنی پیاری اور خوبصورت زارا کا نصیب رب نے کیا بنایا تھا پہلے بھائی ظلم کرتے تھے اب شوہر ظلم نے پہاڑ توڑ رہا ہے آخر کیا کیا جائے یہی سوچتے سوچتے میری آنکھ لگ گئی تھی اگلی صبح جاگا طبیعت کچھ بوجھل سی تھی رات کا واقعہ میرے ذہن میں ایک خوفناک موودی کی طرح چل رہا تھا میں نے ناشتہ کیا اور اپنی دکان پر چلا گیا جب میں دکان پر پہنچا تو عباس دکان کھول چکا تھا اس نے جا کر کمپیوٹر آن کیا اور میوزک سننے لگا۔

ابھی ایک گھنٹہ ہی گزرا ہو گا کہ کچھ آدمی آ کر مجھے مارنے لگے انہوں نے میری ایک نہ سنی تھی اور گاڑی میں بٹھا کر لے گئے زارا کے بھائیوں نے مجھ پر وار کروائے تھے اور چوری کا الزام بھی لگایا ان کے ہاتھ میں موقعہ آ گیا تھا انہوں نے میری دشمنی دکھائی تھی سارا دن میں قید میں رہا اور شام کو میری ماں اور حاجی رشید صاحب آئے اور انہوں نے مجھے اس مصیبت سے نکالا۔

یہ حاجی عبدالرشید وہ مارکیٹ کے مالک تھے جس مارکیٹ میں میری دکان تھی میں آج بھی ان

کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے برے وقت میں میری مدد کی تھی مجھے بار بار جانا پڑتا تھا آخر کار زارا جو کہ ٹھیک سے چل نہیں سکتی تھی لنگڑا کر چلتی تھی دل کو بہت دکھ ہوا جب زارا نے مجھے دیکھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہ زارو قطار رونے لگی مجھ سے رہا نہ گیا میں بھی رونے لگ گیا زارا نے کہا کہ کامران بے قصور ہے مجھے پر حملہ تو میرے عدنان نے کیا تھا سارا قصور عدنان کا ہے پھر مجھے اس مصیبت سے نجات ملی زارا کے بھائی کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگے ایسا لگتا تھا کہ جیسے مجھے مار کر اسی جگہ پر دفن کر دیں گے۔

میں اپنے گھر آ گیا اور زارا اپنے بھائیوں کے ساتھ گھر چلی گئی عدنان کو بند کر دیا گیا کچھ دن تو خاموشی رہی پر اطلاع ملی کہ عدنان بھاگ گیا ہے اب تو زارا کو دھمکیاں ملنا شروع ہو گئیں عدنان کبھی فون پر تو کبھی سامنے آ کر دھمکیاں دیتا کہ زارا تم نے اچھا نہیں کیا زارا مجھ تو ویسے ہی سزا ہو گی لیکن تم اس دنیا میں نہیں رہو گی تمہارے بھائیوں نے مجھ سے ایک لاکھ لے کر میرا سب کچھ برباد کر دیا ہے زارا ٹس سے مس نہ ہوئی زارا کے بھائیوں نے کئی بار زارا سے کہا کہ عدنان کو معاف کر دو لیکن زارا ضد پر اڑی رہی کہ عدنان نے میرے ساتھ ظلم کیے ہیں اسکو اس کی سزا ضرور ملے گی جو ہونا ہوتا ہے اسے کون ٹال سکتا ہے رہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔

ایک رات عدنان آیا اور رات کو زارا کے گھر کو گھیرا ڈال لیا اور اس نے زارا اور اس کے ایک بھائی کو مار دیا اور بھاگ گیا جب مجھے خبر ملی میں بھاگتا ہوا گیا زارا کے گھر پہنچا تو زارا ہمیشہ کے لیے سو چکی تھی میں رہی گر گیا اور بے ہوش ہو گیا جب مجھے ہوش آیا تو میرا سب کچھ لٹ چکا تھا مجھے غشی کے دورے پڑنے لگے علاقے میں کہرام مچ گیا تھا۔

جب گھر سے دو جنازے نکلے تو پورا محلہ ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا مجھے زارا کے جنازے میں لے جایا گیا زارا کا آخر سفر بڑا خوبصورت تھا وہ آج بہت ہی پیاری لگ رہی تھی اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکان تھی جیسے وہ میری بے بسی پر مسکرا رہی ہو میری زارا کو مٹی کے حوالے کیا گیا میرا سب کچھ اجڑ گیا تھا سب لوگ گھروں کو لوٹ آئے تھے لیکن میں تھا کہ دیوانگی کی عالم میں قبر کو چومے جا رہا تھا زور زور سے رو رہا تھا لیکن جو چلے جاتے ہیں وہ مڑ کر نہیں آتے میرا دوست عباس آیا اور مجھے اٹھا کر گھر لے گیا۔

اب میں بیمار رہنے لگا ہوں رات کو نیند نہیں آتی اگر آتی ہے تو زارا کا خون سے لت پت جسم سامنے آ جاتا ہے چیخ کر اٹھ جاتا ہوں بہت سے تعویز لیے لیکن بے سود۔

قارئین یہ میری داستان غم امید ہے کہ آپ سب کو پسند آئے گی۔

قارئین سے التجا ہے کہ میری زارا کے لیے دعا کریں میرا سوہنا رب اسے اپنی رحمت میں رکھے اسے جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

قارئین کامران اپنی داستان سناتے وقت بہت رویا تھا میرے بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے دنیا غموں سے بھری پڑی ہے قارئین اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازے گا۔۔

سپنوں سے دل لگانے کی عادت نہیں رہی
ہر وقت مسکرانے کی عدات نہیں رہی
یہ سوچ کے کہ کوئی منانے نہیں آئے گا
اب ہمیں روٹھ جانے کی عادت نہیں رہی
محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

بھنور

تحریر۔ایم یعقوب ڈیرا غازیخان۔0304.3850474

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں نے بھی جواب عرض میں حاضری کے لیے اپنی ایک کہانی جس کا نام میں نے ۔
رکھا ہے امید ہے سب قارئین کو پسند آئے گی یہ کہانی قسط وار ہے اور اس کے پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے نوازے گا میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ کہانی ایک سچے پیار کی بنا پر لکھی گئی ہے مجھے امید ہے کہ آپ سب قارئین اسے سراہے بغیر نہیں رہ سکیں گے اپنی دعاں میں یاد رکھنا۔میں جواب عرض والوں کا بے حد مشکور رہوں گا کہ وہ میری حوصلہ افزائی کریں گےادارہ جواب عرض سے گزارش ہے کہ وہ اس کہانی کو جلد ہی کسی قریب شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

دل کہنے کو تو ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر کوئی اسکی کی چاہت پیار خلوص محبت کی گہرائی کو معلوم نہیں کرسکتا دنیا کے کسی کونے میں دل کی گہرائی کو ناپنے کا آلہ موجود نہیں اگر کئی دل کو دل کی گہرائی کسے پڑھے اور دل کی کیفیت بھانپے تو دل پر اک اک حرف اسانی سے ذہن نشین کر سکتا ہے مگر ایسی قوت آج کے نوجوانوں میں کہاں سے آئے گی جو کسی ٹائم وقت گزاری کے لیے محبت جیسے پاک جذبے کو ناپاک کرتے ہیں اور معصول دل کو توڑتے ہیں اپنے آپ سے تعلق ختم کرنے یا آمادہ کر لیتے ہیں بے بس لڑکیوں کو تو وقت گزاری کرنی ہے کسی سے فریب کرنا ہے کسی کو اپنے جال میں پھنسانا ہے کسی کی سچی محبت سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے کسی کو مجبور کرنا ہے بس اللہ پاک سے میری دعا ہے کہ سب لڑکوں کو دل میں کسی سچی محبت کو پرکھنے سمجھنے کی صلاحیت دے۔

آیئے قارئین آپ کی کہانی کی طرف لے کر چلتا ہوں۔
قارئین میری پہلی سٹوری دنیا میں پڑھی گئی اور مجھے ہر ایک نے اپنی آراء سے نوازا گیا جس میں میری فرینڈ مسکان چتوکی سے بھی خیالات کا اظہار کیا تھا آج مسکان کی خالہ کی سٹوری آپ تک لیکر آیا ہوں امید ہے کہ سب کو پسند آئے گی۔
میں اس کے بدل جانے کا کیسے یقین کرلوں
سنا ہے برسات سے پھول مرجھا تو جاتے ہیں بدلتے نہیں۔
میرا نام آرہے میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں میں چتوکی کے نواحی علاقے میں رہتے ہیں ہم بہن بھائی تو گیارہ ہیں اور میں دسویں نمبر پر سب سے چھوٹی ہوں اور میں سیکنڈ ایئر کی سٹوڈنٹ ہوں یہ اس وقت کی بات ہے جب میں میٹرک کے امتحان دے کر گھر میں فارغ

تھی وہ دن مجھے ایک بھیانک سپنے کی طرح یاد ہے جو میری بستی بستی میں آگ کے شعلے لے کر صبح کی کرنوں کے ساتھ نمودار ہوا تھا جو میری پوری زندگی میں محبت کا زہر گھول گیا تھا وہ دن کیا تھا میری معصوم سی حالت کا میاد تھا جو اج تک مجھے اپنی حالت پر رونے کا بھی نہیں چھوڑا دل تو روتا ہے مگر آنکھوں میں آنسو نہیں زندگی کی آخری پل کا انتظار ہے مگر وہ کس گھڑی لکھا ہے کسی کو پتہ نہیں ہے ہما یک دن سب بیٹھے ہوئے تھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ باجی ایک کے موبائل پر فون آیا جو نیو نمبر تھا میں وقتی طور پر سوچتی رہی مگر بعد میں نے کال رسیو کی۔

ہیلو اسلام علیکم۔

جی فرمائیں کون اور کہاں سے اور کس سے بات کرنی ہے پھر دوسری طرف سے ایک ٹھنڈی سانس لینے کی آواز میرے کانوں میں آئی

میں نے جواب دیا۔ آپ سے بات کرنی ہے پھر میرے چہرے پر تھوڑا سا غصہ آیا اور کہا۔

مسٹر میں آپ کو نہیں جانتی اور نہ ہی کوئی جانتا ہے بتاؤ کس سے بات کرنی ہے۔

اس نے کہا میں نے این سے بات کرنی ہے

جب اس نے این کا نام لیا جو کہ میری بڑی آپی تھی پھر میں نے این کو موبائل دیا شاید این باجی کا جاننے والا تھا خیر جو بھی تھا اس کی آواز مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی اس کی اتنی پیاری آواز نے میرے دل میں بات کرنے کی حسرت پیدا کر دی اس کی اتنی پیاری آواز تھی کہ میں نے کہیں نہ سنی ہو گی خیر میں جتنی بھی تعریف جتنی بھی اس کو بھولنے کی کوشش کرتی رہی مگر اس کی آواز مزید میرے دل میں گھر لیتی پھر اس طرح میری باجی نے شاید سے آدھا گھنٹہ بات کی پھر شاہد نے میرے بارے میں پوچھا۔

یہ لڑکی کون ہے

باجی نے بتایا کہ میری چھوٹی بہن ہے آر۔ جو بات ہوئی تو شاہد نے مجھ سے کہا کہ تم بہت پیاری لگتی ہو بہت ہی سیدھی سادھی ہو

سوری قارئین میں اس اجنبی کال والے کا نام بتانا بھول گئی تھی اس کا نام شاہد تھا پھر شاہد کی باتیں میرے دل و دماغ میں رس کر گھولتی گئیں جو میں ایک منٹ بھی بات نہ کرنے کو تیار تھی اب آدھے گھنٹے سے اس سے بات کر رہی تھی مجھے کیا ہوا گیا تھا کیوں اس آواز کے پیچھے بھاگ رہی تھی وہ کون ہے شادی شدہ ہے یا کنوارہ ہے مجھے اس کی آواز نے اس کے بارے یں مجبور کر دیا تھا اور ایسے ایسے سوال میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے کہ وہ میرے ساتھ عمر بھر ساتھ دے گا کیا وہ میرا ہو گیا کیا وہ مجھ سے شادی کرے گا میں آج پہلی بار کسی کے بارے میں اتنا کچھ سوچ رہی تھی میرے دماغ کی نس نس میں اس کی باتیں خون کے ساتھ پورے جسم میں دوڑتی رہتی میں محبت کے افسانے سے ناواقف تھی وہ اتنی میٹھی اور پیاری باتیں کرتا دل کرتا کہ اک منٹ میں اڑ کر اس کے پاس چلی جاؤں جو میں چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتی تھی مجھے مجھے عزت شہرت اور عورت کی ابرو کا سبق دیا گیا تھا میں ان تمام چیزوں کو کیسے پامال کر سکتی تھی اس کی ہر اک ادا نے مجھے اپنے آپ سے چھین کر ان دیکھی صورت پر فدا کر دیا تھا

۔

ہاتھ باندھ کر یہاں لوگ ملا کرتے ہیں
زخم دینے کے سامان کیا کرتے ہیں

پھر ہم اسی طرح رات کے تین بجے تک فون پر بات کرتے رہتے پھر ایک گھنٹہ میسج پر بات کرتے رہے اب میں پوری پوری اس کی میٹھی باتوں میں آ چکی تھی اس کا بات کرنے کا انداز ہی

کچھ ایسا تھا کہ جیسے دن بدن اندر سے ٹوٹتی ہی گئی
پھر

اسی طرح کئی دن گزر گئے ہماری باتیں ہوتی
رہیں پھر ایک دن شاہد نے مجھے میسج کیا جس میں
لکھا تھا کہ آئی لو یو آر۔

جب میں نے یہ پڑھا تو میں جلدی سے
جواب میں میں لکھا۔

میں تم سے پیار نہیں کرتی جیسے لڑکیاں پہلی بار
انکار کر دیتی ہیں میں نے بھی کہا کہ میں کسی سے
پیار ویار نہیں کرتی۔

پھر اس نے بڑے ہی پیار سے سمجھایا کہ پیار
کیا نہیں جاتا بلکہ خود بخود ہی ہو جاتا ہے۔

میں بھی اس کے آگے مجبور ہو گئی وہ کہتے ہیں
نہ کہ پیار کیا جاتا ہے یہ وہ جذبہ ہے جو خود انسان
کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔

میں اٹھے دن یعنی پندرہ اپریل کو بتوکی کے
شہر سے اپنے نواحی گاؤں گئی تو میرا پورا بدن تھکن
سے چور ہو رہا تھا اس کے باوجود میں بھی اس کی ر...
رہ کو یاد ستا رہی تھی میں اس کے پیار میں اس قدر
ڈوب گئی تھی کہ واپس کا سفر ناممکن تھا پھر بھی میں
دل ناداں سے مجبور تھی اپنے بھائی کے موبائل سے
شاہد کو میسج کیا کہ میں آ رہی ہوں جب اس کے پاس
گیا تو فورا کال آ گئی وہ بہت خوش ہو گیا تھا
اور میرے دل کو بھی بات کرکے راحت مل گئی اسی
طرح پھر باتوں کا سلسلہ نکل پڑا ہم ہر روز ہر اک
پل ایک دوسرے پہ مر مٹنے کی باتیں کرتے میں
اس سے محبت بھرے وعدے قسمیں کرتی وہ بھی مجھ
سے بے پناہ محبت کرنے لگا تھا غلطی تو میری تھی ہی

میں نے ایک اجنبی کے ساتھ زندگی
گزارنے کی قسم کھا لی اور اسے اپنا جیون ساتھی
مان لیا تھا خوابوں ہی خوابوں کی دنیا کا شہزادہ تھا
شاید میرے دل کی دنیا پر اس کی ریاست تھی میں

اسی کی غلام بن گئی تھی وہ میرے تا ناگل کا بادشاہ تھا
میری ہر خوشی شاہد سے تھی وہ مری زندگی کا قیمتی
سرمایا تھا جو میں کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی تھی
وہ میری ملکیت تھا وہ میرا دلبر تھا میری آرزو تھا
میری تمنا تھا پھر انجانے اس کی باتوں سے معلوم
ہوتا کہ شاہد شادی شدہ انسان ہے اور مجھ سے
جھوٹ بولتا ہے

پھر ایک دن میں نے ہمت کر کے شاہد سے
پوچھا۔

تم کیا شادی شدہ ہو تو شاہد
شاہد بولا نہیں جی میں شادی شدہ نہیں ہوں
۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔
شاہد نے کہا میری جان آپ کو تمہیں ایسا ہی
لگتا ہوگا میری ابھی شادی نہیں ہوئی۔

وہ مجھے اپنی باتوں کو اماد کر لیتا اور
میں چپ ہو جاتی تھی میں نے اور اس نے ایک
بار ... کو ابھی تک نہیں دیکھا تھا پھر مگر میرے
ارمان ... تھم نہ جاتا خیر اسی طرح دن گزرتے
رہے میں شاہد کی محبت میں دن بدن پاگل ہوتی گئی
تھی

پھر ماہ رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا تھا مہینا
کیا تھا میرے لیے قیامت تھا میں نے تیسرے
عشرے شاہد کو فون کیا تو آگے سے کسی عورت نے
کال ریسیو کی میں نے پوچھا کہ شاہد کہاں ہے
وہ آگے سے بولی نماز پڑھنے گیا ہے۔

میں نے اپنا تعارف کروایا بعد میں میں نے
اس سے اس کا تعارف کیا بولی

میں شاہد کی بیوی ہوں بات کر رہی ہوں

جب یہ الفاظ اس کے منہ سے سنے تو میرے
ہوش اڑ گئے میرے پاؤں تلے سے زمیں سرکتی
ہوئی محسوس ہونے لگی اور میرا سر چکرانے لگا پھر

کچھ دیر اپنے آپ کو سنبھالا اور کال ڈراپ کر دی
میں مسلسل اپنی قسمت اور شاہد کی فریب پر روئے
جا رہی تھی سوائے رونے کے اور کیا کر سکتی تھی اور
اسی طرح دن رات روتے ہی بسر کی اور کئی دن
تک یونہی روتی ہچکیاں لیتی رہی چھپ چھپ کر
اپنی بے بسی اور قسمت کی ظرفی پر روتی رہی۔
یہ کیسی آگ تھی جو بنا کچھ میرے جسم و جان
پر جھلس رہی تھی میں شاہد پر اتنا اندھا یقین کیوں
کرتی تھی پھر ایک رات کے آخری پہر شاہد کی
کال آئی اس وقت میرا رو رو کر برا حال تھا دماغ
مفلوج تھا میں نے کال پک کی تو پہلے ہی اس نے کہا۔
آ۔ جی وہ میری بھابھی تھی آپ سے مذاق کیا
تھا اس طرح پھر شاہد نے جھوٹ پر پردہ آ گیا شاہد
میں اس کی بیوی کی باتوں پر یقین کر لیتی اور شاہد
سے ہمیشہ کے لیے رشتہ توڑ دیتی مگر پھر
ایسا کرنا میرے بس میں نہ تھا اس کی دیوانی ہوئی
تھی جب تک اس کی آواز نہ سنتی تب تک مجھے نیند
نصیب نہ ہوتی تھی وہ جو بھی تھا اسی وقت اس کی
بات پر اندھا یقین کر لیتی وہ میرا سب کچھ تھا میں
اسے بے حد پیار کرتی تھی اسے چھوڑنا موت سے
کم نہ تھا پھر وہ وہم میرے سر پر سوار رہتا اسی وجہ
سے میری طبیعت خراب ہونے لگی تھی ایک دن
میری اتنی زیادہ طبیعت خراب ہوئی کہ کچھ سمجھ نہیں
آ رہا تھا پھر گھر والوں نے کہا کہ دروازہ توڑ دو اور
پانی پیو خاص طور پر میری بھابھی امی اور ابو نے
زور دیا مگر میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور دروازہ نہ
توڑا پھر شام کو شاہد کی کال آ گئی حال احوال پوچھا
تو میں نے اپنی طبیعت کے بارے میں بتایا اور وہ
اللہ سے دعا کرنے لگا اور ساتھ ہی کہا۔
میرا ایک دوست ہے اس سے بات کرو گی۔
میں نے کہا کہ ہاں کرواؤ تو پھر اس کے
دوست نے اپنا نام سرور بتایا کہنے لگا۔
کیا میں آپ کو بہن کہہ سکتا ہوں
میں نے کہا ہاں بھائی ہاں کیوں نہیں
اس طرح سرور بھائی نے بھی میرے لیے
دعا کی اور خوب باتیں کی پھر دوسرے دن سرور
بھائی نے اپنے قریبی دوست سے میری بات
کروائی اس کے دوست کا نام اعجاز تھا اعجاز بھی
مجھے بہن کہتا تھا اسی طرح پھر اچانک میری حالت
بگڑ گئی مجھے آٹھ گھنٹے بعد ہوش آیا تھا میں پورے
آٹھ گھنٹے بے ہوش رہی تھی میرے سب رشتہ دار
امی ابو بہن بھائی سب دعائیں مانگ رہے تھے
میری امی کو پتہ نہیں ٹوٹ سی پڑ گئی تھی یہ سب کچھ
شاہد کی وجہ سے ہوا ہے انہیں کیا پتہ تھا کہ میری امی
کو بیماری نے دل کو سوراخ کر کے دکھایا ہے یہ
کوئی بیماری نہیں دل لگی ہے یہ سب پیار کا جنون
ہے دل اور جسم پر حاوی ہو گیا ہے اور اپنی جنونی کا
رنگ ہے پھر اسی طرح میں مخصوص دعاؤں سے
صحت یاب ہو گئی اللہ کی مہربانی تھی موت کے منہ
سے پھر واپس آئی تھی زندگی بے مقدر دنیا میں
لوٹ آئی تھی
پھر کچھ دیر بعد سرور بھائی کی کال آ گئی انہوں
نے حال احوال پوچھا تو میں پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگی آخر شاہد مجھ سے جھوٹ کیوں بولتا ہے جو
حقیقت ہے کیوں نہیں بتاتا جب سرور بھائی اور
اعجاز بھائی کو میری حالت کے بارے میں بتایا گیا
تو وہ بھی میرے ساتھ رونے لگے اور اللہ کے حضور
دعا کرنے لگے اس پیاری ان دیکھی محبت کو ایک
سال ہو گیا تھا ہم نے ایک دوسرے کو آنکھوں سے
خالیوں خالیاں میں ہی سمجھایا تھا میں اور میری آپی
اپنے قریبی شہر چوک میں میڈیسن لینے کے لیے
جاتی تھیں پھر میں نے ملنے کا پروگرام بنایا ان کو
ایک جگہ پر بلایا
خیر کچھ دنوں بعد وہ مقدر دن بھی آن چڑھا

جس کا مجھے شدت سے انتظار تھا پھر وہ دن بدھ کا دن تھا میں اپنی آپی کے ساتھ ایس ایم ایس بھی ایک دوسرے سے بات کرتے رہے ایک دوسرے کو جگہ سے کا پوچھتے رہے بتاتے رہے پھر جب ہم ان کے قریب پہنچ گئیں تو میں نے ان تینوں دوستوں کو آنکھ بھر کے دیکھا تو وہ سرور بھائی اعجاز بھائی اور میرا محبوب شاہد تھے جب آنکھ بھر کے دیکھا تو شاہد مجھے اچھا نہ لگا چلتے چلتے تھوڑی سی نگاہ ڈالی تھی میں نے تو دل کی گہرائی سے چاہا تھا اور دل ہی دل میں ویلکم کہا تھا اور دل ہی سے ان کا استقبال کیا تھا پر جوش انداز میں پھر ہم نے دعائی لی اور ان کے ساتھ شاپنگ سینٹر چلی گئیں وہاں جا کر میں نے ان کو پوری توجہ سے دیکھا تھا تو میرا شاہد اتنا خوبصورت تھا کہ میں پہلی سے زیادہ اس پر فدا ہو گئی ان کے ساتھ ملک شاپ پر گئے شیک نوش کیا اور ایک دوسرے کے لیے گفٹ خریدے اپنی اپنی پسند کے مطابق پھر شاہد نے مجھے گفٹ دیا اور میں نے اسے خرید کر دیا بہت ہی اچھے گفٹ خرید کر دیے اس نے اور پھر بھائی سرور باجی سلمٰی کو پسند کرتے تھے سرور نے سلمٰی کو گفٹ خرید کر دیا پھر شاہد نے بھرے بازار میں آئی لو یو کہا۔ جواب میں نے بھی اسے آئی لو یو ٹو کہا۔

اسی طرح ہم اپنے اپنے گھر جانے لگے پہلی بار جدا ہونے کو دل نہیں چاہ رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ وقت تھم جائے گھڑی کی دوڑتی ہوئی سویاں رک جائیں اور ہم ایک دوسرے کو نظروں میں اتار لیں شاید جدائی کسی پر رحم نہیں کرتی پھر مجھے یہ شعر یاد آیا۔

پل پل انتظار کرتے رہے اک پل کے لیے
وہ پل بھی آیا صرف ایک پل کے لیے
اب ہر پل دعا ہے اس پل کے لیے
کاش وہ پل آ جائے اک پل کے لیے

پھر دن رات یونہی کسی کی محبت میں یاد بن کر ہم پر قیامت کی طرح برستے رہے یونہی گزر رہے رہے عید کے دن آنے لگے تھے میرا دل بہت گھبرا رہا تھا شاہد کی بیوی کی باتیں میرے ذہن کو دیمک کی طرح چاٹ رہی تھیں مجھے اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا اور میں اکثر اکرم راہی کے گانے سنتی رہتی شاید رونا میری قسمت میں لکھا جا چکا تھا میری بہن مجھے سمجھاتی مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا بس اک وہم ہی تھا جو مجھ کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا میرا دماغ کہتا کہ شاہد شادی شدہ ہے پھر دل سے کئی بار فیصلہ اٹھتا کہ جیسے میں خود بھی حل نکال نہ پاتی مگر شاہد بھی اصل حقیقت نہ بتاتا تھا میں اکثر سوچتی کہ وہ میرا ہو گا بھی یا نہیں شاہد کنارے پر لانا چاہتا تھا وہ تو یہی چاہتا تھا کہ میں ہمیشہ محبت کی تیار کردہ کشتی میں مسافر بنی رہوں جو کبھی منزل تک نہ پہنچ پائے اسے میری حالت کا احساس نہ تھا میری بے بسی کا علم نہ تھا میرے مردہ جسم کے درونہ تھا پھر بھی محبت کرتا تھا مجھ سے جو میری حالت اسے نظر نہیں آ رہی تھی شاید وہ اپنے آپ کو بڑا ماہر محبت سمجھتا ہو گا کہ میں کسی کمزور لڑکی اپنے جھوٹے پیار میں جکڑ لیا ہے میں بھی کتنی نہ سمجھ اور پاگل تھی کہ اس کی صورت اس کی چھٹی اور پیاری باتوں میں اپنا سب کچھ بھول چکی تھی

پھر اگلی رات بھی عید کا چاند ساتھ لا کر میری بنتی بستی خوشیوں بھری زندگی میں ماتم منانے کے لیے میرے سر پر سوار ہو گئی ہر طرف چاند رات کے پٹاخے اور رنگ برنگے شعلوں کے ساتھ دکھائی دیتے ہوئے گھر پر آ رہے تھے ہر بچہ ہر شخص مہندی لگانے میں محو مد ہوتی تھا کہ شاہد کی کال آ گئی اس وقت ساڑھے نو کا ٹائم تھا میں تھوڑا خوش ہوئی ایک دوسرے کے حال احوال پوچھا پھر شاہد نے وہ حقیقت بتائی جو میرا وہم نہ تھا بلکہ سچائی تھی اس

نے کہا۔

میں شادی شدہ ہوں

شاہد کا اتنا کہنا تھا کہ میرے ہاتھوں سے موبائل گرتے ہوئے قدموں کی زینت بن گیا میرے اوپر آج سارا آسمان قہر بن کر گر پڑا۔ میرے ہوش وحواس ہوا میں اڑ گئے میں زمین کے اندر دبتی جا رہی تھی ہر چیز گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی میرے منہ سے ہائے اللہ ہائے اللہ کے الفاظ جاری تھے میری سمجھ سے میرے اپنے مجھ سے بالاتر ہو گئے تھے پھر یکدم دھڑام سے چارپائی پر گر گئی آخری الفاظ یہی تھا شاہد۔۔ شاہد بعد میں مجھے کوئی پتہ نہیں تھا میں کہاں سے کہاں ہوں جب صبح ہوئی تو مجھے ہوش میں لایا گیا جب میں نے آنکھ کھولی تو میرے پاس میرے سب گھر والے اور وڈاکٹر موجود تھے گھر والوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی کہ آر ہوش میں آ گئی ہے لوگ عید پڑھنے اور عید کی مٹھائیاں تقسیم کرنے کی تیاری میں مصروف تھے اور میں میرے گھر والے میری حالت پر بین کر کر کے رو رہے تھے سب گھر والوں نے پوچھا

آر تمہیں کیا ہوا تھا جو ساری رات کی اب ہوش میں آئی ہو تو میرے پاس ایسا کوئی موجود نہ تھا جو میری بربادی میں شریک ہوتا شریک دار تھی باجی سلمٰی جو مجھے اور شاہد کے بارے میں جانتی تھی

خیر اس دن شام کو سرور بھائی کی کال آئی عید مبارک دی اور سرور بھائی نے کہا۔

میں پھر سرور بھائی نے بھی اپنا جرم قبول کر لیا کہ میں بھی شادی شدہ ہوں اس طرح سلمٰی کی بھی زندگی اجیرن ہوئی اس کی زندگی میں بھی ایک نہ رکنے والا طوفان برپا ہو گیا جو کسی صورت بھی ٹل نہیں سکتا تھا زندگی میں لوگ کیوں توڑ کر بیچ بھنور سمندر میں چھوڑ جاتے ہیں کیا ان کے سینے میں دل نہیں ہے کیا ہوا ابن آدم کی اولاد نہیں ہوتے جو حوا کی بیٹی کو دکھوں ریگستان میں تنہا اور بے بسی سمجھ کر در گور دفن کر دیتے ہیں کیا ان کو معصوم سی صورت بھی دکھائی نہیں دیتی

پھر اسی طرح سب کے اندر کے آدمی کا پتہ چل گیا جو وقت کے ساتھ ساتھ اپنا رنگ دکھاتے گئے پھر سلمٰی اپنی جگہ خون کے آنسو رو دی تھی میں اپنی بے بسی پر اور تقدیر کا رونا رو تی رہی ہم دونوں کی کیسی محبت تھی جو صرف ٹائم پاس تھی اک کھیل تھی ہمیں ایک سائیڈ پر کر دیا کسی نے سوچا ہے ہم پر کیا گزر رہی ہے ہمارے ساتھ کیا بیت رہی ہے دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی کے درد کو سمجھے اور تسلی دے

خیر اگلے دن سرور بھائی کی کال آ گئی نجانے مجھے کیا ہو گیا تھا بات تو کر رہی تھی مگر میرا ذہن دل و جان کس سوچ میں مبتلا تھا وہ پریشان تھا پریشان یوں نہ ہوتا ان کی پول کھل گیا تھا ہم نے نہ عید منائی تھی نہ کوئی مہندی وغیرہ لگائی تھی نہ زخموں سے فرصت ملی تھی پھر وہ روئے جا رہا تھا اور میں بھی دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھی مجھے شاہد سے بات کیے ہوئے ایک ماہ ہو گیا تھا پھر سرور بھائی نے پوچھا

شاہد سے بات کیوں نہیں کرتی

میں نے کہا شاہد نے خود ہی بات نہیں کی۔

پھر کچھ دن بعد بھائی سرور کی کال آئی سرور بھائی نے بتایا اور کہا

شاہد کی طبیعت خراب ہے پلیز اس سے بات کرو پھر مجھ سے رہا نہ گیا سرور بھائی نے کال کانفرنس کر کے شاہد سے بات کروائی تو پہلے تو بہت گلے شکوے کیے میں روئے جا رہی تھی کچھ دیر بعد موڈ ٹھیک ہو گیا پھر ہم نے دوبارہ پہلے جیسی بات کی یہ کیسی محبت تھی اس سے جو ان کی باتوں میں

ہاں ملا رہی تھی اس قدر اس کی محبت میں اندھی
محبت کر رہی تھی میری کیا سوچ تھی پہلے تو آپ نے
قسم کھائی تھی پھر وہ قسم کہاں گئی پیار میں سب عہد
و پیاں انسان پار کر جاتا ہے نہ کوئی سرحد ہوتی ہے
نہ کوئی مذہب محبت چیز ہی ایسی ہے جو انسان کو اندر
ہی اندر ہو جاتی ہے پھر نئی زندگی کا آغاز کیا شاہد
اس بار شاہد سے کوئی آدمی ایک وفا ہو جائے دن
رات گزرتے رہے محبت امیں ایک ایک پل کا
اضافہ ہوتا رہا پھر میرے بھائی کی منگنی طے ہونے
لگی شاہد کے پاس ہی گاؤں میں سب بہنوئی نے
بھی آنا تھا پھر ہم نے منگنی والے دن شاہد کو
انوائٹ کیا کہ ہم پاس ہی گاؤں میں آ رہے ہیں
میں اور کچھ نہیں ہو سکتا بس پار و دیدار کرنا تھا جو دل
کی خواہش تھی آنکھیں پیاسی تھیں پھر ہم وہاں پہنچے
تو شاہد اور سرور بھائی سرخ کے کنارے پر موجود
تھے جب میں نے شاہد کو دیکھا تو میری آنکھوں
سے آنسو ٹپک پڑے تھے یہ میری وفا کے آنسو تھے
جو اس کی بے وفائی پر مذمت کر رہے تھے میرے
آنسوؤں کی کوئی قیمت نہ تھی اس کو دیکھ کر میرے
دل کے زخم تازہ ہو گئے وہ ہرجائی بے مروت تھا
میری نظروں میں میرے دل کا موسم خزاں تھا جو
دل کی شاخوں سے اس کے پیار کے پتے اس کی
بے وفائی کی وجہ سے جھڑ رہے تھے۔

پھر تھوڑی آنکھوں کی حسرت پوری ہوئی جو
کچھ مزید عذاب میں مبتلا رہ سکتی تھی پھر کچھ دنوں
کے بعد سرور بھائی اور شاہد نے مجھے انوائٹ کیا پر
ہم نے قبول کر لی پھر ہم صبح ہی دعوت پر چلی گئی
میں اور سلمیٰ نے جانا تھا میں تو نہیں چاہتی تھی مگر
سرور بھائی نے بہت مجبور کیا تھا کیوں کہ وہ مجھے
اپنی چھوٹی بہن سمجھتے تھے پھر مجبوراً ہم کو جانا پڑا پھر
ہم ان کے گھر پہنچ گئیں وہاں شاہد اور سرور بھائی
اور اعجاز موجود تھے ان کی بیویاں موجود نہ تھیں
انہوں نے بھرپور انداز سے ہمارا استقبال کیا پھر
سرور بھائی نے مجھے عیدی دینے کی کوشش کی
مگر میں نے انکار کر دیا کیوں کہ مجھے کسی کے پیسے
لینے اچھے نہیں لگتے بس شاہد سے گلے ملی اور بچھڑ
گئے تھے مجھے رکشہ چلانے والوں سے نفرت تھی
میں جب سے شاہد سے پوچھتی تو وہ کہتا کہ میری
شاپ ہے اس طرح ٹال مٹول دیتا تھا پھر میں نے
ایک دن سرور بھائی سے پوچھا تو سرور نے بتایا کہ
شاہد رکشہ چلاتا ہے مجھے نفرت ہونے لگی تھی جو شاہد
کے آگے ختم ہو جاتی تھی میں پاگل اس کی باتوں پر
آ جاتی تھی میرے دل کو اس کے بغیر سکون نہیں ملتا
تھا وہ میری روح میں سما گیا تھا اب اس کے بغیر
جینا دشوار تھا نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے صنم
کی یاد میں میں پہنچ گئی محبت میں ڈوب گئی اب میں
عہد کر لیا تھا کہ شاہد کو اپنی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ
کے لیے نکال دوں گی ارادے تو پختہ تھے مگر دل
نہیں مانتا تھا پھر شاہد سے بات کیے ہوئے آٹھ
دن ہو گئے تھے پھر سرور بھائی کال کی اور ناراضگی
کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ شاہد ہر موڑ پر جھوٹ
بولتا ہے سرور بھائی نے شاہد سے بات کرنے کے
لیے راضی کیا وہ شخص میری رگ رگ میں خون کی
طرح شامل تھا وہ شخص میری جان تھا مگر ایک جان
تھا جیسے مجھ سے محبت نہ تھی وقت گزر رہا تھا ہم ہر
سال میلاد مناتے تھے ہم نے سرور شاہد کو بتایا تو وہ
نہ آ سکے شاہد نے میرے لیے پھولوں کو گلدستہ گفٹ
میں بھیجا تھا جو مجھے بہت پسند آیا کئی قسم کے پھول
تھے وہ میرے لیے اہم تھا کتنے پیار سے ایسے
دیکھتی رہتی تھی جو چومتی رہتی تھی کبھی سینے سے لگاتی
ان تمام رنجشوں کو بھول چکی تھی۔

کچھ دنوں بعد میں شاہد کے پاس والے
گاؤں میں بھابی سے ملنے گئی تو شاہد کو بھی بلایا میں
بہت خوش تھی کیوں کہ اپنی بہنوں اور بھائیوں اور

بھائی سے ملنے جا رہی تھی اور اس بہانے شاہد سے بھی مل سکوں گی مجھے کا پتہ تھا کہ میری خوشیوں کو کسی کی نظر لگ جائے گی اور ساری زندگی اپنی خوشیوں کا ماتم مناؤں گی پھر میں شام کو پہنچ گئی سب سے ملی جلی اور شاہد سے بھی بات کی پھر رات کو شاہد نے مجھے اکیلے میں ملنے کو کہا میں نے انکار کر دیا کیوں کہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میری عزت آبرو پر کوئی غلط داغ لگے میرے خاندان کی عزت شہرت خاک میں مل جائے میرے والدین کا شرم سے سر جھک جانے میرے بھائی معاشرے میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہ رہیں مجھے سب کی عزت شہرت کا مان تھا میں لڑکی تھی وہ مرد تھا محبت کے پھانسے میں کوئی غلط کام ہو جانے ساری زندگی کا پچھتاوہ جب جانے میں عزت دار لڑکی تھی رات کو باہر نکلنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی لڑکی جب گھر کی دہلیز پار کر جاتی ہے تو واپسی گھر کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں عورت کا سب کچھ چار دیواری کے اندر ہی ہوتا ہے گھر سے باہر جانے والی لڑکی نہ معاشرے کی رہتی ہے نا اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کی رشتہ داروں کی ہوتی ہے بدنامی کی ذلت اس کے نصیب ہو جاتی ہے میری تربیت ایک پڑھے لکھے خاندان میں ہوئی تھی میں کیسے اپنے ہاتھوں سے اپنے خاندان کی عزت کو محبت کے نام پر قربان کر سکتی تھی ہاں محبت میں ضرور اندھی تھی اپنی اچھائی برائی کا راستہ نہیں بھولی تھی اب اپنی عزت میرے ہاتھ میں تھی میں کچھ بھی کر سکتی تھی۔

اپنی عزت کو شاہد کے ہاتھوں محبت کے جوش میں پامال کر سکتی تھی یا اسے محبت کہتے ہیں کیا ملاپ کرنے کو محبت جوان ہوتی ہے کیا محبت کے کسی بھی افسانے میں ایسا لکھا ہے کہ محبت ایسے ایسے موڑ پر ہوتی ہے جس کی کوئی منزل مقصود نہیں سوائے بدنامی کے اور ذلت کے معاشرے میں بدنامی کرنے والے شاہد جیسے کئی موجود ہیں جو صرف محبت کے نام محبت کو ناپاک کرنے کی کوشش میں سرگرم ہیں یہ محبت کے نام پر جسم کی خواہش پوری کرنا ہے معصوم اور عزت دار لوگوں کے جسم سے کھیلتا ہے میں اپنے دامن پر آنچ نہیں آنے دے سکتی تھی مجھ میں اچھے برے کی تمیز تھی میں شاہد کی چال میں نہیں آنا چاہتی تھی بھلا محبت کا جذبہ ایسی دوستی دیتا ہے کہ کسی کے جذبات سے کھیلو اور پورے عالم میں رسوا کر دو محبت کے نام پر کیچڑ اچھالو نہیں نہیں پیاری بہنوں ایسا نہیں اپنے آپ کو سنبھالو اپنے دامن پر حرف نہ آنے دو

پھر میں رات کو شاہد کے پاس نہیں گئی مجھے جو بھی سمجھے کہے بے وفا کہے مگر ایسا غلط قدم بھی نہیں اٹھا سکتی خیر میں نے اپنے گھر کی دہلیز سے باہر ایک قدم بھی نہ رکھا تھا اور پھر سو گئی پھر جب صبح اٹھی تو شاہد کا موڈ آف تھا اس کا موڈ تب ٹھیک ہوتا جب میں اس ظالم کا شکار بنتی خیر میں نے شاہد سے بات کی تو منہ بنا کر ٹھکرا دیا مجھے اس کی ناراضگی کا پتہ چل گیا تھا کہ یہ اندر سے کیا ہے میری کتنی عزت قدر کرتا ہے پھر وہ بغیر کچھ کہے سے روانہ ہو گیا پھر میں نے کال کی مسلسل کال پر بات کی آر تم کسے سے محبت نہیں کر سکتی اگر کرو گی بھی تو جھوٹی جھوٹے عہد و پیمان قسمیں کھاؤ گی اور میری طرح سے اسے چھوڑ دو گی وہ مجھے بے وفا ہر جائی کہتا رہا میں سب کچھ سنتی رہی اگر میں اس کے کہنے پر اس سے ملنے چلی جاتی تو یہ باتیں سننا نہ پڑتی خیر پھر سرور بھائی کی کال آئی میں نے سب کچھ کہا تم آر کسی سے سچی محبت نہیں کر سکتی میری محبت ہے شاہد اور میری محبت ایسا کیسے کر سکتی تھی سرور بھائی بس یہی الفاظ کہتا رہا کہ تم کسی سے پیار نہیں کر سکتی پھر دوسرے دن شاہد نے کہا تم حسین

ہوں اور

تم حسین ہو بہت خوبصورت ہو اس لیے اپنے آپ پر غرور کرتی ہو تم کو اپنی خوبصورتی پر فخر ہے تم حسین ہو اس لیے مجھے ملنے سے انکار کر دیا اس پاگل کو کیا پتہ کہ میں کس طرح اپنے او پر فخر اور غرور کرتی ہوں پھر میں نے کہا۔

مانا کہ ہم حسین ہیں تیری نظروں میں شاہد
کتنا حسین بنا دیا ہے تیری چاہت نے

اسے کون کہے جیسا کہ تم سوچتے ہو ویسا ہی کچھ نہیں شاہد تم نے میری چاہت میرے پیار کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی میری الفت میری محبت پہ یقین نہیں کیا میری عزت میرا سب کچھ تھا میرا پیار سچا تھا میری رگ رگ میں تم ہو پھر کچھ دنوں تک بات بنی کی پھر کچھ دنوں بعد شاہد نے کہا۔

آر تم شادی کرلو اللہ تعالیٰ اچھا جیون ساتھی دے گا جس سے تم بہت خوش رہو گی۔

مجھے بڑا دکھ ہوا کل تک جو میرے لیے اپنی جان دینے کے لیے حاضر تھا آج وہی شخص مجھ سے کہہ رہا تھا کہ شادی کرلو وہ بھی کسی اور سے جیسے وہ مجھ سے کوئی رشتہ بھی نہ رکھنا چاہتا ہو میرے اس کی باتوں پر بے تحاشہ رو رہی تھی میں اسکے بغیر کیسے جی سکتی ہوں اس کے بغیر میرا کیسے گزارا ہوگا وہ کال بند کر کے چلا گیا مجھے اکیلا چھوڑ کر بھنور میں نہ جینے کی امید ہے نہ مرنے کی تمنا بس اس کا انتظار ہے جو چھوڑ گیا شاید کبھی لوٹ آئے میری زندگی میں۔

قارئین کرام اب آپ ہی خود فیصلہ کریں میں کیا کروں اسکے بغیر ایک پل بھی نہیں اکیلے گزر اجاتا اب آپ ہی کوئی راستہ تلاش کریں اور مجھے بتائیں کہ کون بے وفا ہے کون وفا پرست۔

قارئین کرام یہ تھی میری فرینڈ کی خالہ کی کہانی اس میں آپ کے لیے سبق ہے کہ پلیز جو بھی محبت کے فیصلے کریں سوچ سمجھ کر کریں اپنی عزت ابرو پر داغ نہ آنے دیں انسان کی عزت اپنے ہی ہاتھوں میں ہے چاہے وہ قدر کرے یا نہ کرے امید ہے کہ یہ کہانی آپ کو پسند آئی ہوگی۔ اپنی آراسے مجھے نوازیے گا۔ میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

اب کے یہ بارش خوب برسی ہے
اب کہ یہ بادل کیا خوب گرجے ہیں
ان بادلوں اور بارشوں سے دیکھ
اب کیا کہانی بنی

....

ان سے میں نے کہا کس کو مانگتے ہو دعا میں
اس نے کہا کسی کو مگر وہ تم نہیں ہو

....

اک لڑکی جو تنہائی میں مرتی ہے
تنہائی میں جیتی ہے تنہائی میں روتی ہے
محفل میں وہ ہنستی ہے وہ لڑکی بہت ہی اچھی ہے
وہ پیار بھی مجھ سے کرتی ہے
وہ خفا بھی مجھ سے رہتی ہے
مجھ سے ہی لڑتی ہے وہ ایسا کیوں کرتی ہے
سمیرا تم ایسا کیوں کرتی ہو

....

وہ بھی کیا دن تھے احتساب
نہ کوئی غم تھے نہ کوئی یاد
اب تو یادیں بھی ہیں بے حساب
اور غم بھی گہرے ہیں

....

مجھے غم کا پتا نہیں تھا یارو
دوست جب چھوڑ گئے تو غم کا احساس ہوا
عافیہ خان گوندل.................................

غم عاشقی تیرا شکریہ

تحریر۔ رابعہ ذوالفقار۔ شیخوپورہ

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے دفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا ہے سنگا دفا کی دفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ارے سنتی ہو۔ رانیہ کہاں رہ گئی ہو میرے موزے نہیں مل رہے
تم جیسی بے عقل اور ان پڑھ عورتوں سے امید بھی یہ ہی کی جاسکتی ہے کہ جن کو اپنی ذمہ داریاں پوری طرح خوش اسلوبی سے نبھانا بھی نہیں آتے
آئی ایم سوری علی موزے آپ کے کوٹ سے قدرے فاصلہ پر رکھ کر گئی ہوں پہنانا بھول گئی وہ بھی طنز کیے بنا نہ رہ سکی۔
ہو یو شٹ اپ ہمیں زبان درازی کس نے سکھا دی ہے آئندہ اگر ایسا لہجہ رکھا تو تمہیں فارغ کرنے میں ایک منٹ کا وقفہ بھی نہیں لگاؤں گا۔ وہ دبک کر رہ جاتی اور ہمیشہ کی طرح آج بھی اسے پاکیزہ کی وجہ سے خاموش رہنا پڑا۔
ارے رانو میری دوائی کہاں رکھی ہے
جی اماں ابھی آئی۔ بھاگ کر ساس کو دوائی پلائی
بہو چائے تو دیتی جاؤ۔
سسر کا حکم بھی اس اکیلی جان کو ہی بجالانا تھا
جی ابو ابھی لاتی ہوں۔
جی چاہتا ہے اٹھا کر باہر پھینک دوں جب دیکھو رونے کے سوا کوئی کام نہیں تمہاری طرح تمہاری بیٹی کو۔
علی پلیز۔ میری ہی نہیں پاکیزہ آپ کی بھی بیٹی ہے رانیہ پر ایک تمسخرانہ نگاہ ڈال کر وہ غالباً ماں کے کمرے کی طرف گیا تھا۔ رانیہ چائے کی ٹرے لے کر جب دروازے تک گئی تو گویا سسر کی آواز نے اس کے قدموں پر قفل لگا دیا۔ ایک ایک کرکے نجانے کتنے آنسو اس کے کرتے میں جذب ہوتے چلے گئے۔
علی پتر میں اور تیری اماں اب بڑھاپے کی دہلیز پر ہیں رانیہ ہمارے وجود سے جڑی کہانی ہے پتر۔
تیری اماں کے سامنے آج میں نے جب

چائے کا کہا تو رانیہ نے مجھے سو سو باتیں سنائیں بیٹا تم کوشش کر کے ہمیں باہر بھیج دو ہمارے بھتیجے رضوان کے پاس ہم اولڈ ہاؤس میں رہ لیں گے۔

ابو چائے بن گئی ہے ایک اچٹتی سی نگاہ ان کے چونکے ہوئے چہرے پر ڈال کر وہ یکسر باہر جاچکی تھی۔

چٹاخ ۔۔ علی غضب ناک ہو رہا تھا یہ کس انداز میں چائے دے کر آئی بدسلیقہ عورت۔ اس قدر زور سے مارا گیا تھپڑ رانیہ اپنے حواس برقرار نہ رکھ سکی لیکن ابھی تو بہت سے غم اور بھی سہنا باقی تھے

رانیہ کا نام اس کے ابا نے رکھا تھا وہ قدرے گورے رنگ کی ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئی تھی وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتے چڑھتے وہ انجانے میں اپنے دل کی دنیا بسا بیٹھی تھی اسے اپنی خالہ کا بیٹا آرزو زندگی اور تخلیق مقصد لگتا علی عمر میں سے رانیہ سے پانچ یا چھ سال بڑا تھا لیکن رانیہ کے لیے اس کی یادوں میں اس کا ہمسفر وہی تھا اس کے خیالوں کا حکمران وہی تھا لیکن کیا فرق پڑتا تھا اسے عشق تو ہو گیا تھا وہ اس بات پر رب کریم کا شکریہ ادا کرتی جب بھی کسی فنکشن میں لڑکا یا کوئی لڑکی علی کی خوبصورتی کو سراہتے اسے کیا پتہ تھا کہ اسے نہ صرف عاشقی پر شکریہ ادا کرنا تھا بلکہ غم عاشقی پر۔

سعدیہ تم کیوں رو رہی ہو۔

رانی آپی دیکھو ذرا میرے کپڑے پیارے نہیں ہیں۔ اوہ پاگل لڑکی کس نے ایسا کہہ دیا تم سے دیکھو تمہارے شرارے کے کلر تو پوری مہندی میں کسی ایک کا بھی نہیں ہوگا۔

علی بھائی تو کہہ رہے تھے کہ تمہاری آپی نے پہنا ہوتا تو زیادہ اچھا لگتا تھا۔

اوہ آئی سی۔ تو آپ کے علی بھائی نے کہا پھر تو واقعی چینج کر ہی لو تو بہتر ہے۔

آپی تم بھی۔ وہ چلانے کے سے انداز میں بولی

او کے او کے رونے کی ضرورت نہیں علی مذاق کر رہے ہوں گے میری بہن تو لاکھوں میں ایک ہے

فنکشن سے واپسی پر رانیہ تقریباً آدھا گھنٹہ شیشہ دیکھتی رہی کیا میں بالکل بھی اس قابل نہیں کہ علی مجھے ایک نظر ہی دیکھ لیتے۔ آنسوؤں کا پھندہ جیسے اس کے گلے میں پھنس کر رہ گیا۔

نائس لوکنگ۔ علی کی آواز پر میں نے چونک کر دیکھا۔ کاش آپ مجھ سے مخاطب ہوتے علی کو خالہ سے مخاطب دیکھ کر میں لب بھینچ کر رہ گئی دو نمبر میں دیوا تیری سوہنی کٹ داک۔ تو وہ شاید اور بھی کچھ کہتے میں جا کر منہ دھونے لگ گئی۔ سحر کو بتاتے ہوئے وہ ایک بار پھر سے رونے لگی۔

اور بتا بلیوات۔ بارات کا ٹائم ہو گیا ہے جلد جلدی تیار ہو جاؤ اور اب کسی ایسے انسان کے لیے مت رونا جس کی نظر میں تمہاری اور تمہارے آنسوؤں کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو وہ صرف اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

کیا تم سمجھتی ہو کہ تم میرے قابل ہو۔ وہ اس قدر ہتک پر دہل کر رہ گئی۔ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں کیا تم پیدائشی منحوس ہو یا پھر یہ انہونی میرے لیے ہے بس۔ وہ دل برداشتہ اسے بے چین نظروں سے دیکھتی رہی کہ کیا منہ دکھائی اسے کہتے ہیں۔

اس نے بائیں جانب تھوک کر تحقیرانہ انداز میں اسے مخاطب کیا تھا۔

یاد رکھنا جس دن تم نے میرے معاملات میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کی تو اس گھر کے لیے تمہارا داخلہ ممنوع ہو جائے گا۔

آہ۔ کتنی اذیت ناک ہے یہ رات۔

کیا اسے ہی سہاگ رت کہا جاتا ہے اس نے تاسف سے سوچا۔ وہ ذلت کی چھینٹیں اس کے وجود پر ڈال کر باہر جا چکا تھا۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں بس علی کو مانگا تھا پھر دکھ کس بات کا تھا علی تو اسے مل ہی گیا تھا۔

ہائے سویٹ گرل۔ علی کی آواز پر جب رانیہ نے پلٹ کر دیکھا تو اسے اپنے قدم ساتویں آسمان پر محسوس ہونے۔

ہائے۔ بے یقینی کے عالم میں وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

وہ۔۔ علی۔۔ وہ علی۔ امی نہیں ہیں۔

اوہ خالہ گھر پر نہیں کیا چلو پھر بھی گھبرانے والی کون سی بات ہے مجھے تم سے کام تھا۔

ک۔ ک۔ کیا کیا کام تھا۔

چلو رہنے دو ابھی سے تم سے کام کروانے لگ گیا تو اچھا نہیں لگے گا۔ پھر سہی خدا حافظ۔

وہ تذبذب کے عالم میں کھڑی رہتی اگر سعدیہ اسے ابھی بھی ہلا کر نہ کہتی۔۔۔ آپی میں تمہیں تین بار آوازیں دے چکی ہوں کہاں گم ہو۔

نہیں کچھ نہیں مجھے کچن میں کام ہے بس ادھر ہی جا رہی تھی۔

یاالٰہی۔ مجھے معاف کردے۔ میرے مولا میری خطائیں معاف کردے مجھ پر رحم کردے یااللہ مجھے یاالٰہی مجھے۔۔ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ کانپتے ہوئے لبوں سے کی جانے والی فریادیں آنکھوں سے بہتے پانی خوف سے لبریز دل اٹھے ہوئے ہاتھ آج بھی سب کچھ علی کے لیے تھا لیکن محبت بھرے دل سے نہیں حقارت سے۔ یارب میں نے علی مرتضیٰ کو مانگا تھا میں نے محبت کی تھی پاکیزہ محبت جہاں صرف میں تھی اور میری یادوں میں بسنے والا وہ واحد میرے تخیل میں میرا ہمسفر۔ پھر کس خطا کے بدلے مجھے وہ نہ مل سکا۔

امی کیا اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول کرتے ہیں وہ امی کی گود میں سر رکھ کر معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

جو ہمارے حق میں بہتر ہوتی ہے وہ قبول کر لیتے ہیں اور جو ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی ان کے بدلے میں اجر مل جاتا ہے کہ ہم نے تو مانگا نہ اپنے رب سے۔

لیکن امی جان کبھی کبھی تو ایسی دعا بھی قبول نہیں ہوتیں جو ہم نے رو رو کر مانگی ہوں

اور ایک دفعہ پھر خاموش آنسوؤں کو امی سے چھپاتے ہوئے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

نہیں ہمدانی صاحب میری دو ہی بیٹیاں ہیں میں ان کو غیروں میں بیاہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا ابو کی آواز ٹی وی لاؤنج تک آرہی تھی۔

علی بیٹا مجھے بھی پسند ہے یہ آواز امی کی تھی۔

رانیہ کی آنکھ بے یقین خواب دیکھ رہی تھی

آپی چاہے جانے کا احساس کتنا اچھا ہوتا ہے نہ سعدیہ کے پوچھنے پر وہ چونک گئی کہ وہ جو سن رہی ہے خواب نہیں حقیقت ہے۔

ہاں سعدیہ چاہے جانے کا احساس بہت پرکشش اور پرکشش ہوتا ہے اب دیکھ جیسے میں نے علی کو چاہا اور اب پانے بھی جا رہی ہوں دیکھو اللہ نے میری فریاد سن لی ہے وہ مجھے مل جائے گا اور جب پھر وہ مجھے چاہے گا تو میں محبت سے لبریز ہو جاؤں گی۔

آپی بتا ہی دو کیا سوچنے لگ گئی ہو اس نے
ہاتھ میرے چہرے کے آگے لہراتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں میں یہی سوچ رہی تھی کہ واقعی
چاہنے جانا بہت دلفریب ہوتا ہے۔

آپی احمد بھائی آئے ہیں۔سعدیہ نے کچن
سے آواز لگائی۔

احمد علی کا چھوٹا بھائی۔۔علی سے وابستہ کوئی
بھی رشتہ ہوا اسے تو سوچ کر ہی تقویت مل جاتی۔

آؤ احمد کیا کھاؤ گے۔اچار گوشت بنا رہی ہے
ہماری سویٹ سسٹر۔

نہیں نہیں۔رانیہ تکلیف کی ضرورت نہیں ہے
اصل میں مجھے خالہ سے بات کرنی ہے امی نے
پیغام بھیجا ہے میں ایک بار پھر اپنی خوش رنگ دنیا
میں پھول چننے پر تل گئی میں اور احمد امی کے کمرے
کی طرف جا رہے تھے جب امی کی آواز سن کر احمد
مجھے اور میں اسے دیکھنے لگے۔

ارے نہیں کسی فضول رسم کی ضرورت نہیں۔

جی جی عباس صاحب کے خیال میں بھی
سادگی سے اگلے ہفتے رخصتی کی رسم کر لیں گے کیوں
کہ ڈاکٹر نے مشقت سے منع کیا ہے عباس کو۔۔۔

ہاں جی بالکل ٹھیک کہا ہے رانیہ سے علی کی
بات کر لوں گی آج او کے بائے۔

امی فون بند کر کے پلٹی ہی تھی کہ مجھے دیکھ کر
ان کے چہرے کے رنگ بدلنے لگے۔

امی جان کیا بات ہے میں جو دل ہی دل میں
خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی تو امی سے پوچھ لیا

ارے بھائی کیا جلدی ہے بتا دیں گی خالہ
آپکو احمد آنکھ میں شوخی لے کر بولا۔

جاؤ رانیہ بیٹا تم چائے لاؤ امی نے احمد کو
گھورتے ہوئے حکم صادر کیا۔

احمد کے جاتے ہی امی نے رانیہ کو کھانے کی
ٹیبل پر مختصر بتایا کہ تمہاری پھوپھو نے علی کے لیے
نہیں مانگا ہے اور وہ صرف علی کی ہی گن کی پھوپھو لا
لفظ تو شاید وہ فراموش کر گئی تھی

بیٹا کیا سوچ رہی ہو امی رانیہ کے پیلے پڑتے
چہرے کو دیکھا جہاں بہت دور الجھنیاں نظر آ رہی
تھیں

نہیں کچھ نہیں امی مجھے آپکا ہر فیصلہ منظور ہے

امی اُس کے سر پر محبت سے بوسہ دے کر
دعائیں دیتی اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگیں اور
رانیہ وہی پر بیٹھی علی کی بادشاہت کا ہمنوا بننے کے
خیال سے محو ہونے لگی۔

آپی کا لہنگا کہاں ہے سعدیہ کی آواز ابھرا سکے
بعد ابو کی آواز

سعدیہ پانی پلاؤ بیٹا مہمانوں کو پوچھو کچھ اور
چاہیے۔۔یہ خالہ تھیں۔

عباس صاحب رخصتی میں تھوڑا وقت رہ
گیا ہے آپ اپنی بیٹی کو بلوائیں پارلر سے یہ تایا ابو
بولے تھے ہر طرف شور اور خوشیوں کا ہنگامہ برپا تھا
اور آخر نکاح کی گھڑی آ ہی گئی تھی۔

آپ کو علی ہمدانی قبول ہے اس نے ایک بار
پھر ہمدانی کے نام کو نظر انداز کیا تھا اور قبول ہے
قبول ہے کہہ کر علی کے سنگ روانہ ہو گئی تھی اور پھر
ایک ایک کر کے سارے خواب ریزہ ریزہ ہوتے
گئے اسے علی مرتضی نہیں ملا تھا اور اس نے علی مرتضی
کو تو مانگا ہی نہیں تھا اس نے تو ہمیشہ علی کو مانگا تھا اور
اسے علی مل گیا تھا۔

آج اس کا ولیمہ تھا لیکن گھر کا ہر فرد اشک بار
تھا عباس صاحب سب کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اور
اسے کیا ملا تھا صرف دکھ۔

ابو زندہ تھے تو جیسے وہ بھی زندہ کلی تھی اور ان
کے جاتے ہی خوشیاں بھی جیسے روٹھ گئیں تھیں رانیہ
پلیز چپ ہو جاؤ آج ابو کو گزرے ہوئے تیسرا دن

تھا اور علی مرتضیٰ ہی تھا جو اسے تسلی دے رہا تھا۔
دو کیوں رانیہ کو محبت سے لبریز تسلیاں دے رہا تھا وہ کبھی سمجھ ہی نہیں سکی آخر اسے اپنے گھر آنا ہی پڑا تھا اور وہ آ گئی غیر متوقع طور پر یہاں کسی نے اسے دو بول تسلی کے بھی نہ کہے تھے کیا یہ آ گئی تھی پھوپھو تھیں اسے کس گناہ کی سزا مل رہی تھی اور پتا ہی نہیں کہ کب تک اسے یہ سزا بھگتنی تھی۔
آپ کیلئے چائے بناؤں سردی محسوس کر کے اس نے پوچھا تھا پھر وہ ہی سرد لہجہ پھر وہ ہی بے صبری وہ کٹ کر رہ جاتی جب اس نے گھر میں خوش خبری سنائی تب بھی لہجے ویسے ہی کاٹ دار ہے اور پھر پاکیزہ نے جنم لیا جیسے دیکھ کر امی سعدیہ اور وہ خود خوش تھی اور کسی کے چہرے پر خوشی کا کوئی تاثر تک نہ تھا۔ وہ زوردار تھپڑ جو اس کو بغیر کسی خطا کے کھانا پڑا تھا اسے حواس باختہ کر گیا۔
علی میرے یقین کریں میں نے پھوپھا جی سے ایسا کچھ نہیں۔۔
بکواس بند کرواپنی ورنہ اس کو کوڑا کرکٹ سمیت اٹھا کر باہر پھینک دوں گا یاد رکھنا
you shut up بکواس کرتی ہو تم
یہ تو تمہاری کرتوتوں کا نتیجہ ہے تبھی وہ اپنی تکمیل کر کے جا چکا تھا اور وہ بے یقینی کے عالم میں بس اسے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔
کیا میرے کسی کے ساتھ غلط تعلقات تھے کبھی نہ تھمنے والے طوفان کو اور اپنے اندر کی ویرانیوں کو محسوس کرتے ہوئے وہ سوچتی رہ گئی وہ تو جانتی بھی نہ تھی کہ کون سا راز افشا ہونے والا ہے اس کی آنکھوں سے بہتا پانی اور ذلت آمیز چھینٹوں سے آلودہ وجود وہ بس اتنا جاننا چاہتی تھی کہ آخر اس سے کون سی خطا سرزد ہو گئی ہے جسکی سزا نے اُسکے وجود کو چھلنی کر دیا تھا۔
آج کتنے ہی دنوں بعد وہ امی کے کمرے کی طرف گئی امی کو پرسکون دیکھ کر وہ قدرے کر وہ حیرانی سے ان کے پاس رکھے ململ کے گداز تکیے پر بیٹھ گئی۔
امی ایک بات پوچھوں اس نے ٹھہر ٹھہر کر الفاظ ادا کیے۔ انہوں نے آنکھیں کھولے بغیر ہی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔
امی آپ کو علی ہمدانی کے اس فیصلے نے کوئی ٹھیس تو نہیں پہنچائی وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہہ گئی۔
نہیں۔۔ امی نے ایک تک سے جواب دیا۔
اور پھر خود ہی اس کے اندر کی خاموشی کو توڑا تھا انہوں نے خود ہی بات جاری رکھی تھی وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اور بات علی مرتضیٰ نے پتہ کروایا ہے۔
اور آج ہی علی تمہارے لیے کوئی پرپوزل لا رہا ہے اور ایک بار پھر تمہارا گھر آباد ہو جائے گا انشاء اللہ تم ماضی کی تلخیوں کو بھول جاؤ گی تم جاؤ آرام کرو علی آتا ہی ہوگا۔

دبئی ایئر پورٹ پر رضوان جو کہنے کو اب اس کا شوہر تھا اس کے ہمراہ نئی زندگی کا آغاز کرنے جا رہی تھی پاکیزہ کو قبول نہیں کیا گیا تھا وہ خاموش تھی اور اب اسے ہمیشہ کے لیے خاموش ہونا تھا رضوان اسے پا کر خوش تھا وہ جوش میں اسے اپنے ماضی کی یادیں بتا رہا تھا۔۔۔
تمہیں پتا ہے رانیہ میں اللہ کے بعد علی کا شکر گزار ہوں اگر وہ میرا ساتھ نہ دیتا تو شاید میں کنوارہ ہی رہ جاتا۔ ہاہاہا۔ اور پھر خوشی ہی فضاء میں قہقہہ بلند کر کے اس نے ایک بار پھر اپنی بات کو مکمل کرنے کی سعی کی۔
تم بھی بڑی شے ہو یار تمہیں حاصل کرنے میں مجھے دس سال لگ گئے تمہارے پھوپھا

اور پھوپھو کو تمہارے خلاف کرنا بھی ایک حد درجے کا مشکل کام تھا یار علی نے بہت مشکل سے تصویریں تمہارے سسرال تک پہنچائی تھیں۔۔۔

تم کچھ تو بولو۔

علی مرتضیٰ نے آپ نے اتنی مدد کی۔

اوہ یہ تو تمہیں بتایا ہی نہیں علی فائقہ کو دیکھ کر ہی اس کا دیوانہ ہو گیا تھا اور مجھے تم تک پہنچنے کے لیے اس کا سہارا ہی کارآمد لگا اور فائقہ میری لاڈلی اور اکلوتی بہن کا رشتہ اسی شرط پہ طے پایا ہے کہ تم مجھے مل گئی ہو اس کے اندر کچھ ٹوٹ گیا تھا رضوان ابھی بھی بول رہا تھا مگر وہ سن نہیں رہی تھی۔

ہیلو۔ رانیہ تم ٹھیک تو ہو۔

پلیز مجھے ریسٹ کرنا ہے۔

اوکے ٹھیک ہے تم آرام کرو کل ملتے ہیں وہ کمرے کی بتیاں بجھا کر شب بخیر کہہ کر سو گیا تھا مگر شاید اس کی نیند اڑ گئی تھیں۔

علی مرتضیٰ۔

اس کے کانوں میں آواز آئی پرسوں ہمیں بازار جانا ہے فائقہ کی ایم ایس سی کمپلیٹ ہو گئی ہے اور وہ آ رہی ہے

اس کی شادی کی ساری شاپنگ تم کو ہی کرنی ہے اور پھر ایک ماہ بعد وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ہی ہاتھوں فائقہ کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا جس کے سنگ رخصت ہونے کے ہزاروں خواب اس نے اپنے لیے دیکھے تھے۔

علی مرتضیٰ تم نے میرے ساتھ کیا کر دیا۔

اپنی خوشیوں کو پانے کے لیے تم نے میرے سر کی چادر مجھ سے چھین لی لیکن کیوں وہ جب کوئی جواب نہ پاتی تو بس خاموش آنسو رو کر چپ ہو جاتی تھی وہ زندگی کے سمجھوتا کر کے اب اسے گزارنے میں قیامت محسوس نہیں کرتی تھی کہ ایک بار پھر اسے پاکستان آنے کا کہا گیا۔

آپی پلیز پھوپھو تم سے ملنا چاہتی ہیں دوسری طرف سعدیہ التجاء کر رہی تھی۔

اس نے سعدیہ کو سوچ کر بتانے کا کہہ کر فون رکھ دیا تھا اور پھر رضوان کے اصرار پر وہ پاکستان پھوپھو کے گھر پر تھی مجھے معاف کر دو۔ رانیہ۔

لیکن پھوپھو آپ کی خطا ہے کیا۔ وہ تذبذب کے عالم میں ان کو دیکھ رہی تھی

میں نے تمہاری ماں کو دکھ پہنچانے کے لیے یہ سب کیا تھا مجھے معاف کر دو بیٹا میں نے جان بوجھ کر تمہیں علی پر مسلط کر دیا تھا بیٹا تم مجھے معاف کر دو۔

میں نے آپ کو معاف کر دیا پھوپھو

اور پھر پھوپھو اور ان کے بعد اس کی اپنی جنت بھی اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی احمد اور سعدیہ کا رشتہ طے کر کے امی بھی اس دنیا کو چھوڑ کر چلی گئیں تھیں اور ایک بار پھر وہ ویرانیوں کی دہلیز پر تھی۔

مما پلیز مجھے یہاں سے لے جائیں پاکیزہ کی التجاء پر اسے ترس آنے لگا تھا رضوان تمہیں ہرگز برداشت نہیں کریں گے جان۔

میری بیٹی اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے پتہ نہیں تمہارے نصیبوں میں کتنی ٹھوکریں باقی ہیں۔

سعدیہ کی رخصتی کے بعد پتہ نہیں تمہیں کہاں رہنا ہے ہمارے ساتھ رہے گی ہماری بیٹی ایک دن کھلے دروازے سے رضوان اندر آیا تھا۔

ہاتھ جوڑ کر وہ پاکیزہ سے معافی مانگ رہا تھا اور پھر خود جا کر سعدیہ کی رخصتی کے لیے اسے شاپنگ کروائی۔ سعدیہ احمد کے سنگ رخصت ہو گئی تھی وہ تینوں زندگی کے اک نئے سفر پر چلنے لگے مما میں ان کو کیا کہہ کر پکاروں۔

جان جگر تم مجھے زیادہ دیر نہیں پکار سکو گی رضوان کے جملے پر جیسے رانیہ سکتے میں آ گئی تھی۔

اوکے رانیہ۔ میں پاکیزہ کی شادی کر دوں گا

بہت جلد رانیہ نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ خوشیاں میری منتظر ہیں اب وہ سفر پر روانہ ہو گئے تھے بظاہر تو یہ سفر دبئی کا تھا مگر درحقیقت یہ خوشیوں کا سفر تھا۔

غزل

اپنے چہرے کو اپنے ہی اشکوں سے دھو لیتے ہیں
ہو جائے دیر تو منزل کو کھو دیتے ہیں
اپنے جیون میں نہیں پایا کبھی کوئی سایا
ہر بار آس کے پودے کو بو دیتے ہیں
آج تک کچھ نہ دیا مجھ کو ان عزیزوں نے
جو مانگوں ملتا نہیں جو نہ مانگوں تو دیتے ہیں
اب تو حیران ہوں میں جیون کے نرالے کھیلوں پہ
کبھی جھکایا نہیں گرا دو دیتے ہیں
بھلاؤں میں کیسے گزرے ہوئے ماضی کو کرن
یاد آتے ہیں وہ لمحے تو رو دیتے ہیں

کشور کرن۔ پتوکی

غزل

جس جلتے ہیں سبھی سپنے آسماں سے پوچھ لو تم
سب چھوڑ گئے اپنے اس جہاں سے پوچھ لو تم
مرجھائے ہیں قسمت کے گلشن کے سبھی پودے
نہیں شکوہ بہاروں سے بوستاں سے پوچھ لو تم
مشکل ہے میرا جینا ہر سانس اٹکی ہے
مجھ میں میرا کچھ بھی نہیں بت بے جاں سے پوچھ لو تم
جس نے بدلی دنیا میرا جیون بدل دیا کرن
ان سارے سوالوں کو مہرباں سے پوچھ لو تم

کشور کرن پتوکی

چند لمحوں کے لیے ساتھ نبھانے والے
تو نے مجھے منزل سے بہت دور چھوڑ دیا
مجھ کو منزل سے بچھڑنے کا نہیں ہے غم
تیرے انداز وفا نے میرا دل توڑ دیا

اے ایچ سی۔ سیت پور

غزل

تم نے تو بہار کو رخ پہ سجا لیا
میں نے خزاں کو اپنا مقدر بنا لیا
اک تیرے دم سے ہی میرے چمن میں بہار تھی
تم کیا گئے کہ مجھ کو خزاؤں نے آ لیا
قدموں سے دھول بن کر جو لپٹنے لگا میں
کانٹا سمجھ کر آپ نے دامن چھڑا لیا
یہ بھی کیا ادا تھی کہ پہلو میں غیر کے
دیکھا مجھ کو تو اپنا چہرہ چھپا لیا
ہم بھی تیرے پاس میں ہی رہتے تھے ہم نشیں
چپ چاپ تو نے اپنا ہی گھر کیوں بسا لیا
وہ شخص خوش نصیب ہے میری نگاہ میں
جس نے غم حیات کو دل سے لگا لیا
اپنا تو یہ اصول ہے جہاں میں آسی
جو غم دیا کسی نے وہ ہنس کے اٹھا لیا

☆.....آسیہ چغتائی آسی۔ لاہور

غزل

مسرور کیا جس نے مجھے ایک نظر میں
اب تک بھی سلگتا ہے میرے دیدۂ تر میں
اک عمر سے ہے جس کو بھلانے کی تمنا
آرام سے رہتا ہے میرے دل کے نگر میں
تجویز کرے دوا مجھ کو جو بھی زمانہ
تخفیف نہیں ہو گی میرے درد جگر میں
کوئی بھی سر منزل مقصود نہ پہنچا
ملنے کو تو سو لوگ ملے مجھ کو سفر میں
اس واسطے کم ملتا ہے الفت کا صلہ بھی
شر کے بھی تو دو حرف ہیں اس لفظ بشر میں
تسکین کہاں ملتی ہے پردیس میں آسی
آرام و سکون ملتا ہے صرف تیرے نگر در سے

☆.....آسیہ چغتائی آسی۔ لاہور

غم عاشقی تیرا شکریہ

کون بے وفا

تحریر۔ عابد شاہ۔ جڑانوالہ۔ 0300.3938455

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آپ کی دکھی نگری میں آج پھر ایک سٹوری لے کر حاضر ہوا ہوں یہ سٹوری حقیقت پر مبنی ہے امید ہے کہ آپ اسے جلد شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے میں نے اس سٹوری کا نام۔ امتحان ہے زندگی۔ رکھا ہے یہ ایک ایسے انسان کی سٹوری ہے جو اب بہت ٹوٹ چکا ہے کامران کی خواہش ہے کہ اس کی کہانی جلد از جلد جواب عرض کے صفحات کی زینت بنے قارئین دعا کریں وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے امید ہے کہ قارئین کو یہ کہانی بہت پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

نہ لفظوں کا لہو نکلتا نہ کتابیں بول پاتی ہیں
میرے درد کے دو گواہ تھے دونوں بے زباں نکلے

میں آپ کے سامنے ایک سٹوری بیان کر رہا ہوں جو یچی ہے اس لڑکی نے مجھے سنائی ہے اور التجا کی ہے کہ بھائی میرا درد شائع کروا دو میں آپ لوگوں کے آگے بیان کر رہا ہوں آپ لوگوں نے فیصلہ کرنا ہے کہ کون بے وفا نکلا دونوں میں میری دعا ہے کہ اللہ کسی کے ساتھ ایسا نہ کرے جو اس لڑکی کے ساتھ ہوا ہے پتہ نہیں لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں اپنا بنا کر چھوڑ جاتے ہیں کیوں اپنانے کا احساس دلاتے ہیں کیوں جھوٹے خواب دکھاتے ہیں کیوں اکیلے انسان کی زندگی تباہ کرتے ہیں آخر کار ایسا کیوں کرتے ہیں کیوں اتنے بے رحم ہیں۔ آیئے اس کی زبانی سنتے ہیں اس کی درد بھری داستان۔
میرا نام یمنی ہے میں ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں میں اپنی زندگی میں بہت خوش تھی کیونکہ مجھے کسی کی فکر نہیں ہے گھر میں سب مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور میں اپنے گھر والوں سے میں اپنی زندگی بہت خوشحالی سے بسر کر رہی تھی مجھے دنیا کا کوئی پتہ نہیں تھا میں نے آٹھویں کلاس تک تعلیم حاصل کی ہے اس کے بعد میں نے پڑھائی چھوڑ دی دل بھر گیا تھا۔
ایک دن ہم سب گھر والے کزن کے گھر جا رہے تھے وہاں سے واپس آتے ہوئے راستے میں اچانک بہت تیز بارش ہونے لگی۔ موسم پہلے ہی خراب تھا ہم بھیگ گئے آس پاس کوئی ایسی جگہ نہیں نظر آ رہی تھی کہ ہم چند منٹ رک سکیں دور تک کچھ نظر نہیں آ رہا تھا ویران جگہ تھی ہم بارش میں ہی پیدل سفر کر رہے تھے کافی دور گئے تو ہمیں ایک چھوٹا سا گھر نظر آیا ہم نے سوچا جب تک بارش نہیں رکتی یہاں ہی آرام کر لیتے ہیں ہم گھر کے قریب آئے اور دروازہ کو نوک کیا کافی دیر تک کرتے رہے پھر جا کر آدمی باہر آیا ہم نے کہا

مسافر ہیں کچھ دیر تک رکنا چاہتے ہیں
انہوں نے کہا۔ ٹھیک ہے آجاؤ ہم ان کے گھر چلے گئے ابو اور وہ آدمی آپس میں باتیں کرنے لگے اللہ کا کرم مجھ پر ایسا ہوا کہ وہ میرے ابو کا ٹیچر نکلا ابو لوگ کافی باتیں کرنے لگ گیے۔
ان کے گھر میں ایک لڑکی تھی جس کا نام صوبیہ تھا وہ میری دوست بن گئی مجھ سے بہت ساری باتیں کرنے لگ گئی پھر وہ کچن میں چلی گئی ہمارے لیے چائے کا انتظام کرنے اس کے ساتھ میں بھی چلی گئی اس کی مدد کرنے اس نے مجھے کام نہیں کرنے دیا اور ساتھ بیٹھنے کا کہا میں بیٹھ گئی۔
پھر ہم لوگوں نے چائے وغیرہ پی اتنی دیر میں بارش بھی رک گئی تھی ہم نے اجازت چاہی اور جانے لگے جاتے وقت میں نے صوبیہ کا نمبر مانگا تو اس نے کہا کہ میرے پاس تو موبائل نہیں ہے میں اپنے بھائی کا نمبر دیتی ہوں اور تم بھی اپنا نمبر دے دو تاکہ رابطہ رہے ہمارا میں نے اپنے ابو کا نمبر دے دیا اس نے مجھے اپنے بھائی کا نمبر دے دیا۔ اسی طرح ہم گھر آ گئے میں گھر آ کر صوبیہ کو میسج کیا تو آگے سے جواب نہیں آیا تھوڑی دیر بعد جواب آیا
ہاں بینی خیریت سے گھر پہنچ گئی ہو
میں نے کہا جی ہاں اس نے کہا کہ شکر ہے
اسی طرح ہماری باتیں ہوتی رہیں دوستی کافی بڑھ گئی۔ ایک دن میں نے صوبیہ کو کہا۔ آپ ہمارے گھر آؤ۔
وہ کہنے لگی۔ ٹھیک ہے کل آؤں گی سکول سے چھٹی کر کے۔
صوبیہ ایک سکول میں پڑھاتی تھی اور اسکا بھائی بھی دونوں ٹیچر تھے دوسرے دن صوبیہ اپنے بھائی کے ساتھ ہمارے گھر آئی کافی دیر بیٹھی رہی پھر وہ چلی گئی۔ میں نے اس کے بھائی کو پہلی بار دیکھا تھا صوبیہ نے جاتے وقت مجھے کہا۔
اب آپ ہمارے گھر آنا لازمی۔
میں نے کہا جی ضرور آؤں گی اس طرح وہ اپنے گھر چلی گئی اور میں اپنے گھر کاموں میں مصروف ہو گئی۔ ایک گھنٹہ بعد صوبیہ کا میسج آیا۔
میں اپنے گھر پہنچ گئی ہوں
کافی دن گزر جانے کے بعد میں اپنے گھر پہنچ گئی ہوں کافی دن گزر جانے کے بعد میں اپنے ابو کو لے کر صوبیہ کے گھر جاتی ہوں تھوڑی دیر وہاں رہتی ہوں پھر گھر آنے کی اجازت لیتی ہوں آج صوبیہ کا بھائی گھر میں نہیں تھا اسی طرح میں واپس آ گئی۔
صبح آپی نے لاہور اپنے گھر جانا ہوتا ہے تو وہ تیاری کر رہی ہوتی ہے اور مجھے بھی ساتھ جانے کا کہتی ہے۔ میں تیار ہو جاتی ہوں پھر میں بھی اپنی تیاری کرتی ہوں ساتھ جانے کے لیے رات نو بجے ہم نے روزانہ ہونا تھا میں نے جانے سے پہلے صوبیہ کو میسج کیا کہ میں لاہور جا رہی ہوں اپنی آپی کے ساتھ ان کے گھر آگے سے جواب آتا ہے۔
کیوں
میں نے کہا ویسے
پھر صوبیہ کے نمبر سے میسج آتا ہے کہ آپ تو جا رہی ہو ہمارا کیا بنے گا
میں نے کہا کیا مطلب۔ مجھے شک ہو گیا کہ یہ صوبیہ نہیں ہے میں پھر کال کی آگے سے کال اٹینڈ نہ ہوئی بل جاتی رہی پھر میں دوسری بار کال کی کہ صوبیہ نے کال ریس کی تو میں نے کہا۔
تم نے تو کہا تھا کہ موبائل میرے پاس نہیں ہوتا ہے بھائی کے پاس ہوتا ہے تو پھر۔۔
وہ جلدی سے بولی اب میرے پاس ہے۔
میں نے کہا۔ میں لاہور جا رہی ہوں۔
وہ بولی۔ اچھا جاؤ۔ اور میں نے کال بند کر دی۔ اور تھوڑی دیر بعد میسج آیا کہ میں آپ سے ایک بات کروں اگر برا نہ مانو تو۔

ہاں کہو۔ میں نے کہا۔
جواب آیا میں علی بات کرر ہا ہوں۔ میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔
میں نے کہا ہاں کرو۔ کیا بات کرنی ہے۔
وہ بولا کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔
میں نے کہا۔ جی پوچھیں۔ کیا بات کرنی ہے۔
علی کہتا ہے کہ تمہاری تعلیم کتنی ہے میں نے کہا میں آٹھویں پاس ہوں علی کہتا کہ افسوس کہ اگر تم میٹرک پاس ہوتی تو میں تم کو نوکری لگوا دیتا
میں نے کہا۔۔۔ جی آپ کو شکریہ مجھے نہیں کرنی نوکری۔۔ پھر کافی دیر بات کرتے رہے تھے علی میرے ساتھ یہاں تک رات کا ایک بج جاتا ہے۔ تو میں نے پھر علی کو کہا
میں راستے میں ہوں سفر میں ہوں او کے بائے پھر بات کروں گی۔ تو علی نے کہا۔
ٹھیک ہے اچھا اپنا خیال رکھنا گڈ نائٹ
اس کے بعد میں سو جاتی ہوں صبح ہوتی تو دیکھتی ہوں موبائل کی بل پہ گڈ نائٹ کا میسج آیا ہوتا ہے علی کا جو کہ صوبیہ کا بھائی ہوتا ہے بھی آگے سے جواب دیتی ہوں۔ گڈ نائٹ کا پھر وہ مجھے علی کہتا
میں آپ کو ایک بات کہوں۔
میں نے کہا بولو
کہنے لگا۔ ہم دوست بن جاتے ہیں
میں نے کہا۔ کیوں
بولا۔ ویسے ہی۔
میں نے کہا ٹھیک ہے کر لی دوستی ہم دوست بن جاتے ہیں بلکہ یہاں تک بہت اچھے دوست بن جاتے ہیں اسی طرح ہماری دوستی رہی ہم ہر روز ڈھیروں باتیں کرتے ایک دوسرے کے ساتھ۔
پھر ایک دن علی مجھے کہتا کہ عینی میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں بہت دن سے لیکن کر نہیں پارہا سوچ رہا ہوں کہ تم جواد دوگی
میں نے کہا تم بات تو بتاؤ
علی بولا ٹھیک ہے تھوڑی دیر بعد علی کا میسج آیا آئی لو یو میں تم سے پیار کرتا ہوں
میں نے جواب دیا میں جواب نہیں دیتی علی کو لیکن دل میں بہت خوشی ہوتی ہوں اتنی جلدی مجھے بہت خوشی محسوس ہوتی جتنی عید کی ہوتی ہے علی بار بار میسج کررہے تھے
جواب دو۔۔ جواب دو
میں کہتی ہوں علی میں آپ کو کل جواب دوں گی سوچ کر علی نے کہا۔
ٹھیک ہے دے دینا لیکن انکار نہ کرنا کسی کی زندگی کا سوال ہے
میں نے کہا ٹھیک ہے پھر کال بند کردیتی ہوں
آج میں بہت خوش تھی کیوں کہ میں علی کو خود چاہتی تھی۔ جب سے اسے دیکھا ہے وہ ہمارے گھر آیا تھا اپنی بہن کو ساتھ دوسرے دن پھر علی کال کرتا ہے میں لیس کرتی ہوں اور بات کرتی ہوں علی کہتا میرے سوال کا جواب دو میں نے کال بند کر کے میسج کیا آئی لو یو تو کہتی ہوں تو علی خوشی سے جھوم اٹھا اسی طرح ہماری دوستی محبت میں بدل گئی تھی ہماری محبت پروان چڑھتی رہی اسی طرح دو دن بعد میں گھر آجاتی ہوں وہاں میرا دل ہی نہیں لگتا تھا علی کی یاد تنگ کرنے لگی تھی شام کو میں گھر آپہنچی آتے ہی میں نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ کہ میں نے علی کال ملائی اور کہا
جناب میں گھر واپس آگئی ہوں۔
پھر وہ بہت خوش ہوا اور بولا
شکر ہے آپ واپس آگئی ہو۔ پھر بولا اگر میں ایک بات کروں تو برا تو نہیں مانو گی
میں نے کہا۔ نہیں آپ کریں بات
پھر علی بولا عینی میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں یہ میرے دل کی خواہش ہے انکار مت کرنا میں

یوسف دردی نارووال کی شاعری

غزل

ماضی اچھا تھا نہ حال اچھا تھا
ہجر راس آیا نہ وصال اچھا تھا
یونہی نہیں رکھتا دلچسپی زمانہ
ابھی تک ترا حسن و جمال اچھا تھا
وہ طیش میں پلٹا بے وفا ہے کون
میں مسکرا کے بولا سوال اچھا تھا
نہیں چاہئیں مجھ کو ادھار کی خوشیاں
مجھے میرا ملال اچھا تھا
کچھ ہیں مجھ جیسے پوگل دیوانے
جن کی یہی رٹ ہے زوال اچھا تھا
وہ خود ہی کرے گا یوسف اعتراض محبت
یقین تو نہیں لیکن خیال اچھا تھا

غزل

عشق میں جو جیتا وہ انعام یاد آتا ہے
میری عزت کا ہونا نیلام یاد آتا ہے
پی لوں میں مئے بھی تو تسکین نہیں ہوتی
مجھے تیری آنکھوں کا جام یاد آتا ہے
سر پہ ہے میرے غموں کی کڑی دھوپ
گھنی زلفوں میں کرنا آرام یاد آتا ہے
پہلے غصے سے دیکھنا ڈرانے کے لیے
پھر جھک کر کرنا سلام یاد آتا ہے
میں جب بھی دینا چاہوں صفائی اپنے بارے میں
کوئی نہ کوئی ضروری کام یاد آتا ہے
ایسا نہیں کہ یوسف بھلا بیٹھا ہے اس کو
گورے ہاتھوں کا تھپڑ صبح و شام یاد آتا ہے

غزل

ان گنت تلخ یادیں ہی میری ذات سے وابستہ
چاند ستارے جیسے ہیں سیاہ رات سے وابستہ
اپنی اپنی جوانی کی خوشی میں ہیں مست سب
کوئی نہیں ڈھلتی ہوئی حیات سے وابستہ
جفا ستم حقارتیں بے رخی اور عداوتیں
میرے ظالم دوست ہیں ایسے ایسے آلات سے وابستہ
بجلی کہیں بھی چمکے گھٹا کہیں بھی چھائے
آنکھوں کا منظر ہو جائے برسات سے وابستہ
جو دے فیصلہ میرے حق میں ایسا منصف نہ ملا کہیں
یوسف رہے ہیں عمر بھر الزامات سے وابستہ

غزل

کون کہتا ہے ہم کو وفا نہیں آتی
اسے یہ کہتے ہوئے حیا نہیں آتی
ہاتھ نہیں اٹھاتے ہونٹ نہیں ہلاتے
اس کا مطلب یہ تو نہیں دعا نہیں آتی
بے وقت کی برسات نے بھگو دیا جسے
پلٹ کر اس چراغ میں ضیاء نہیں آتی
دنیا دل پرستوں کو اچھا نہیں سمجھتی
یہ جانتے ہوئے بھی ہم کو جفا نہیں آتی
شدت گرمی ہے آج صبح صبح ہی
اور کسی طرف سے ہوا نہیں آتی
جب آرزو بھی محبت کی تب غم ہی ملے یوسف
اب جستجوئے موت ہوں تو قضا نہیں آتی

شعر

سالوں سے جمع کر رہا تھا فقیر جو
کمائی بس ایک رات دروازے کو کنڈی نہ لگائی
۔۔۔۔۔یوسف دردی نارووال

غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم کی شاعری

غزل

کبھی آباد کرتا تھا کبھی برباد کرتا تھا
ستم ہر روز وہ ایک نیا ایجاد کرتا تھا
زمانہ ہو گیا لیکن خبر لینے نہیں آیا
جو پہلے روز میرے نام پر آزاد کرتا تھا
برا ہے لاکھ دنیا کی نظر میں وہ
مگر وہ پیار بھی مجھ سے بے حساب کرتا تھا
آج چھوڑ گیا مجھے تو کیا ہوا
کبھی جو میرے لیے خدا سے فریاد کرتا تھا
مجھے اب بھی محبت ہے اسی ذات سے جاوید
جو شخص مجھے بدنام سر بازار کرتا تھا

غزل

تیرے لب پہ جو ادا ہوتے ہیں
نصیب ان لفظوں کے بھی کیا ہوتے ہیں
میں وہاں جا کے تجھے مانگ لوں گا
کوئی بتا دے کہ فیصلے کہاں ہوتے ہیں
تیری یاد جب حد سے گزر جاتی ہے
میری آنکھوں سے تب آنسو رواں ہوتے ہیں
میں اب کہاں چلا جاؤں اس دل کو لے کر
تیری یاد کے ہر لمحے تو ہر جگہ ہوتے ہیں
چوٹ عشق کی کھا کر بھی جو مسکرائیں جاوید وہ لوگ صبر کی انتہا ہوتے ہیں

غزل

میری زندگی کو اک تماشہ بنا دیا اس نے
بھری محفل میں تنہا بٹھا دیا اس نے
ایسی کیا بھی نفرت اس کو معصوم دل سے
خوشیاں چرا کے غم تھما دیا اس نے
بہت ناز تھا کبھی اس کی وفا پر مجھ کو
مجھ کو ہی میری نظروں سے گرا دیا اس نے
خود بے وفا تھا میری وفا کی کیا قدر کرتا
انمول تھا میں خاک میں ملا دیا اس نے
کسی کو یاد کرنا تو اس کی فطرت میں شامل ہی نہیں
ہوا کا جھونکا سمجھ کر بھلا دیا اس نے

غزل

اپنی محبت پہ بہت ناز تھا مجھے
اس میں ہوگا دھوکہ کبھی سوچا نہ تھا
میں نے خود کو بھلا دیا تیری چاہت میں
تو ہم کو بھلا دے گا کبھی سوچا نہ تھا
وہ ملاقاتیں وہ قسمیں وہ وعدے
سب دکھاوا ہوگا کبھی سوچا نہ تھا
دکھا کے خوبصورت خواب ہم کو
پھر خود ہی توڑ دے گا کبھی سوچا نہ تھا
خود چل کر ہمارے ساتھ منزل کی طرف
پھر تنہا چھوڑ دے گا وہ کبھی سوچا نہ تھا

غزل

کچھ خواب تھے میری آنکھوں میں
تجھے پا لینے کی چاہت تھی
چند لفظوں میں ہی کہتے ہیں
مجھے تم سے بہت محبت تھی
پر تو کیا جانے چاہت کر
تجھے ہو جاتی تو پوچھتے ہم
دل جب بھی ٹوٹ کے رویا ہے
کیا درد تجھے بھی ہوتا ہے
یہ خواب حقیقت بن جائیں
کسی اپنے جیسے پاگل سے
تجھے کاش محبت ہو جائے

قطعہ

مجبوری میں جب کوئی جدا ہوتا ہے
ضروری نہیں کہ وہ بے وفا ہوتا ہے
دے کر وہ آپ کی آنکھوں میں آنسو
اکیلے میں وہ آپ سے بھی زیادہ روتا ہے

غلام فرید جاوید حجرا شاہ مقیم

راشد لطیف صبر ے والا ملتان کی شاعری

غزل

آ جانا کبھی تم شام سے پہلے
ہر کام ہو جائے گا کام سے پہلے
میں بھول جاؤں گا میخانہ ساقی کا
پہلوں گا جب تیرے ہونٹوں سے
جام سے پہلے
پرواہ نہیں دنیا کی جو کرنا ہے
کر لے
پیار کا الزام لگائے لزام سے پہلے
ہر صبح تیرے منہ سے کوئی حسین
بات سنوں
اچھا نہیں لگتا کسی کا کلام تیرے
کلام سے پہلے
نہ ملے محبت پرواہ نہیں مجھ کو یہ کافی
ہے
تیرے نام سے بدنام ہو جاؤں
بدنام سے پہلے
ایسا نہ آئے دن میری زندگی میں
راشد
خدا نہ کرے کسی کا نام لوں تیرے
نام سے پہلے

غزل

چار سو اب نفرتوں کے کنارے
ہیں
اب ہم دشمن کے سہارے ہیں
ہم نے سوچا نہیں تھا اپنے بھی
دشمن
ہوں گے
زندگی میں یہ سب عجیب نظارے
ہیں
اور کتنا کرو گے دوستوں بدنام
ہمیں
پہلے سے بہت بدنام پیارے ہیں
جس کے پیار میں ہم جیتے مرتے
رہے
اب اس کی طرف ملے مارنے
کے اشارے ہیں
کسی بتاؤں اور کسے نہ بتاؤں میں
ہم کتنے غم کے مارے ہیں
دنیا سکون کی نیند سو جاتی ہے راشد
مجھے جاگ کر گنتے تارے
ہیں

غزل

وفا کر بیٹھے جفا کرتے کرتے
یہ کیا کر بیٹھے کیا کرتے کرتے
جس نے سوچا میرے بارے میں
ہمیشہ ہی غلط
اچھا کر بیٹھے برا کرتے کرتے
اس نے کیا محبت میں فریب مجھ
سے
بھلا کر بیٹھے دغا کرتے کرتے
جو وعدوں میں جھوٹا بہت تھا
اسے سچا کر بیٹھے جھوٹا کرتے
کرتے
جس نے رسوا کیا زمانے میں ہم کو
بلند رتبہ کر بیٹھے رسوا کرتے کرتے
جس نے مرنے کی دعا ہم کو دی
راشد
اس کو دعا کر بیٹھے بددعا کرتے
کرتے

قطعہ

تیری تصویر کو جلانا ناممکن ہے
تجھ کو صنم بھلانا ناممکن ہے
تیری یاد کے سہارے جی لیں گے
راشد
کسی اور کو پانا ناممکن ہے

قطعہ

آخری رسم الفت نبھا رہا ہوں
تیری تصویر تجھ کو لٹا رہا ہوں
میرے نام سے بدنام کریں تجھ کو
دنیا والے راشد
تیری زندگی سے ہی میں دور جا رہا
ہوں
راشد لطیف صبرے والا ملتان

قطعہ

اک بات تم سے پوچھوں بولو
جواب دو گے
یہ حسن یہ جوانی سرکار کیا کرو گے
ہونٹوں کی مسکراہٹ تم سے خرید لوں گا
منظور ہو تو بولو انمول دل دوں گا

شعر

پھول کھلتا ہے کلی کھلنے نہیں دیتی
روح چاہتی ہے تقدیر ملنے نہیں
دیتی
۔۔۔یاسر ملک مسکان جنڈ اٹک

عثمان غنی عارفوالا کی شاعری

غزل

اس کی حسرت کو دل سے مٹا بھی نہ سکوں!

ڈھونڈنے اس کا چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں

مہرباں ہو کے بلالو مجھے چاہے جس وقت

میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

ڈال کر خاک میرے خون پہ قاتل نے کہا

کچھ یہ مہندی نہیں میری کہ چھپا بھی نہ سکوں

ضبط کم بخت نے آکے گلا گھونٹا ہے

کہ اسے حال دل سناؤں تو سنا بھی نہ سکوں

زہر ملتا نہیں مجھ کو ستم گر ورنہ

کیا قسم ہے تیرے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

اس کے پہلو میں جو لے جا کے سلا دوں دل کو

نیند ایسی اسے آئے کہ جگا بھی نہ سکوں

اس کی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں

ڈھونڈنے اس کا چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں

غزل

شوق عشق بجھانا بھی نہیں چاہتا

وہ مگر خود کو جلانا بھی نہیں چاہتا

اس کو منظور نہیں ہے میری گمراہی

اور مجھے راہ پہ لانا بھی نہیں چاہتا

کیسے اس شخص سے تعبیر پہ اصرار کروں

جو کوئی خواب دکھانا بھی نہیں چاہتا

اپنے کس کام میں لائے گا بتاتا بھی نہیں

ہمیں اوروں پہ گنوانا بھی نہیں چاہتا

میرے لفظوں میں بھی چھپتا نہیں پیکر اس کا

دل مگر نام بتانا بھی نہیں چاہتا

غزل

تیرا گلہ تھا مجھ کو تجھ سے پیار نہیں

سچ ہے کہ تجھے پیار میرا درکار نہیں

تیری انا تھی تو نے جو اقرار کیا

پر مجھ کو تیرے پیار سے انکار نہیں

سمجھا تھا میں نے پیار کو کانٹوں کا رستہ

لیکن جب چل کے دیکھا تو پر خار نہیں

پڑھ کے جسے تو رکھ کے بھول گیا

وہ میرا خط تھا شام کا اخبار نہیں

جو نشہ عشق بخشتا ہے چشم یار کو

ایسا تیری نگاہ میں خمار نہیں

عمریں گزاریں میں نے اپنی تیری خاطر

اور تو کہ تجھے میرا انتظار نہیں

جو ساتھ دو قدم بھی چلے یار ہوتا ہے

اک تو کہ ہمسفر تھا پر یار نہیں

غزل

اس کے چہرے کو دل سے اتار دیتا ہوں

میں کبھی کبھی تو خود کو بھی مار دیتا ہوں

میرا حق ہے کہ میں تھوڑا اس کو دکھ بھی دوں

میں چاہت بھی تو اس کو بے شمار دیتا ہوں

خفا رہ نہیں سکتا لمحہ بھر بھی

میں بہت پہلے ہی اس کو پکار لیتا ہوں

مجھے اس کے سوا کوئی بھی کان نہیں سمجھتا

وہ جو بھی کرتا ہے میں سب حساب لیتا ہوں

وہ سبھی ناز اٹھاتا ہے میں جو بھی کہتا ہوں

وہ جو بھی کہتا ہے میں چپکے سے مان لیتا ہوں

عثمان غنی عارفوالا پاک پتن قبولہ شریف

غزلیات

غزل

دسمبر اب کے آؤ تم
کہ جس میں جگنوؤں کی کہکشائیں
جھلملاتی ہیں
جہاں تتلی کے رنگوں سے فضائیں
مسکراتی ہیں
وہاں چاروں طرف خوشبو وفا کی
ہے
اور جو اس کو پوروں نظر سے چھو گیا
پل بھر مہک اٹھا
دسمبر اب کے آؤ تم
تم اس شہر تمنا کی خبر لانا
جہاں پہ ریت کے ذرے
ستارے ہیں
جہاں بلبل مہ و انجم وفا کے
استعارے ہیں
جہاں دل وہ سندر ہے کہ جس
کے کنارے ہیں
جہاں قسمت کی دیوی مٹھیوں میں
جگمگاتی ہے
جہاں دھڑکن کے لیے پہ بے
خودی نغمہ سناتی ہے
دسمبر ہم سے نہ پوچھو ہمارے شہر کی
بابت
یہاں آنکھوں میں گزرے
کارواں کی گرد ٹھہری ہے
محبت برف جیسی ہے یہاں
اور دھوپ کے کھیتوں میں اگتی
ہے
یہاں جب صبح آتی ہے تو
شب کے تارے اپنے راکھ کے
ایک ڈھیر کی صورت میں ڈھلتے
ہیں
یہاں جذبوں کی ٹوٹی کرچیاں
آنکھوں میں چبھتی ہیں
دسمبر اب کے آؤ تم

غزل

جب ہوتے تھے تنہا
پھر اپنے تو ہر پل
دل محسوس کرتا تھا
اپنوں کو درد مگر
جب تنہا ہوں میں تو کوئی پوچھتا
نہیں حال دل میرا
ہمیشہ جوڑتی تھی کچھ رشتوں کو مگر
اب رشتوں کو جوڑتے جوڑتے
خود ہی ٹوٹ گئی ہوں
.........ساویہ عبیداللہ لاہور

غزل

ہم درد کے مارے کیا جانتے
جیتے یا ہارے کیا جانتے
ہم رات کو آنسو بہایا کرتے ہیں
وہ دکھ ہمارے کیا جانتے
کیا میرے دل پہ جو گزری ہے
آکاش کے تارے کیا جانتے
کیوں خواب سہانے ٹوٹ گئے
سوچوں کے دھارے کیا جانتے
ہم ان کو بھلا پائیں گے
وہ اپنے پیارے کیا جانتے
بدلی ہیں ہم سے نگاہیں اپنوں نے
ہیں میرے پیارے کیا جانتے
وہ سکھ کبھی بھی نہ پائیں گے جاوید
غموں کے دھارے کیا جانتے
.......محمد اسلم جاوید فیصل آباد

غزل

بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے ہوئے رہنا
چھلکائے ہوئے چلنا خوشبوئے لگیتی کی
اک باغ سا تھا اپنا مہکائے ہوئے رہنا
اس حسن کے شیوہ ہیں جب عشق نظر آئے
پردے میں چلے جانا شرمائے ہوئے رہنا
اک شام سی رکھنا کاجل کے کرشمے سے
اک چاند سا آنکھوں میں چمکائے ہوئے رہنا
عادت ہی بنالی ہے تم نے تو منیر اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا

ہوئے رہنا

.........راجہ فیصل مجید مندرہ

غزل

یوں تو پیتے ہیں سبھی غمکو بھلانے کے لیے
میں تو پیتا ہوں ذرا ہوش میں آنے کے لیے
بھول سکتا ہوں بھلا کیسے ان کی یادوں کو
وہ تو کہتا ہے مجھ کو بھول جانے کے لیے
اپنی آنکھوں سے پلا دے ایسے ساقی پھر
لب ہلے نہ اور منگانے کے لیے
تو جو روٹھ جاتا ہے زمانہ بھی روٹھ جاتا ہے
میں تو شاعری کرتا ہوں تجھ کو منانے کے لیے
اوروں کو مرضی سے دل دے ساقی
میرے لیے تیر بنا کے لایا
پھر ملی لبوں کو گلاب کے کچھ گلوں کے رس ملا کے لایا
پھر بھی نہ پیوں گا زندگی ساری
آخری جام ملا کر لایا
ایسے آتا نہیں مزہ عامر مجھے عامر
ساری صراحی ادھر اٹھا لایا

.........محمد عامر رحمان لیہ

غزل

تمہیں ملیں گے کسی روز ہم سفر
نہیں اور بھی دکھ ہیں روز ہم سفر
اشک بہتے ہیں کیوں تنہائی میں
تمہیں بتائیں گے کسی روز ہم سفر
میرا حال ہے یہ کل بھی آج بھی
جل جاؤں نہ اس آرزو میں ہم سفر
تیری زندگی میں کبھی کوئی غم نہ آئے
پھولوں کی طرح کھلے تو ہم سفر
سنا جو تم نے اک لفظ ہے محبت دیتا ہے
کسی روز ہم سفر
کہہ دو کھل کے ان کہی بات
تڑپا جاتی ہے جو روز ہم سفر
ہجر کی طویل شب گزری ہی ہے
نصیب میں آئے گی سحر کسی روز ہم سفر

...........ثنا اجالا بھلوال

نگری نگری پھر مسافر گھر کا راستہ بھول گیا
کون ہے اپنا کون پیرایا اپنا میرا بھول گیا

...........عبدالرحیم عظیم خان

غزل

برسوں کے انتظار کا انجام لکھ دیا
کاغذ پہ شام کاٹ کر پھر شام لکھ دیا
بکھری پڑی تھیں ٹوٹ کر کلیاں زمین پر
ترتیب دے کر میں نے تیرا نام لکھ دیا
آسان نہیں تھیں ترک محبت کی داستاں
جو آنسوؤں نے آخری پیغام لکھ دیا
تقسیم ہو رہی تھیں خدا کی نعمتیں
اک عشق بچ گیا سو میرے نام لکھ دیا
اقبال عاشق کو کہاں تک بھاؤں میں
کسی بے وفا کے ساتھ میرا نام لکھ دیا

.........خضر حیات روڑہ تھل

بچپن کی یاد

امی کی گود اور ابو کے کندھے
نہ جاب کی سوچ نہ لائف کے پنگے
نہ شادی کی فکر نہ فیوچر کے سپنے
وہ سکول کے دوست وہ کپڑے ہمارے گندے
وہ گھومنا پھرنا وہ بہت ساری موج مستی
وہ ہر عید پہ کہنا ابو ہمارے لیے کپڑے
لیکن اب کل کی ہے فکر اور ادھورے ہیں سپنے
مڑ کر دیکھو تو بہت دور ہیں اپنے
منزلوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہاں کھو گئے ہیں ہم
کیوں اتنی جلدی بڑے ہو گئے ہم

.........آصف دکھی تجانج آباد

غزل

وہ مدتوں میں ملا نہیں
میں بھی ڈھونڈنے میں تھکا نہیں
اسے ڈھونڈنے میں گلی گلی
کوئی شہر میں نے چھوڑا نہیں
سب نے کہا اسے بھول جا
مگر دل نے کہا وہ برا نہیں
بھولا دوں اسے میں بھی اگر
پھر فرق ہم میں رہا نہیں

ملتے نہیں ہیں تو کیا ہوا
میرے دل سے تو جدا نہیں
اک صرف اس کا ہی انتظار ہے مجھے تنہا
وہ میرا نہیں تو میں جی کر کیا کروں
وہ مجھے بھول گیا ہے تو کیا
میرے زندگی میں کوئی اس کے سوا نہیں
،،،،امداد علی عرف ندیم عباس تنہا

غزل

ساتھ روتی تھی میرے ساتھ ہنسا کرتی تھی
وہ اک تھی جو میرے دل میں بسا کرتی تھی
میری چاہت کی طلب گار تھی وہ اس قدر بھی
کہ وہ مصلے پہ نمازوں میں دعا کرتی تھی
اک لمحے کا بچھڑنا بھی گوارہ نہ تھا عاصمہ سے
روتے ہوئے وہ مجھ سے یہی کہا کرتی تھی
روگ دل کو جو لگا بیٹھی تھی وہ انجانے میں
میری آغوش میں مرنے کی دعا کرتی تھی
بات قسمت کی تھی کہ وہ دور ہو گئے ہم سے
ورنہ وہ تو مجھے تقدیر کہا کرتی تھی
،،،اظہر سیف دکھی سکھیکی منڈی

غزل

محفل نہ سہی تنہائی تو ملے گی
ملنا نہ سہی جدائی تو ملے گی کون کہتا
کہ محبت میں وفا ملتی ہے
وفا نہ سہی بے وفائی تو ملے گی
کاش کہ کوئی ہم سے بھی پیار کرتا
ہم جھوٹ بھی بولتے تو اعتبار کرتا
وعدے تو بہت کیے تھے سچے دل سے اظہار کرتا
میرے جانے کے بعد وہ غیروں سے مل گیا
میرے آنے کا انتظار تو کرتا
،،،،،،،،،،،یاسر وکی دیپالپور

غزل

جانے کیوں جان کر انجان بنا بیٹھا ہے وہ
اتنا خاموش کہ بے جان بنا بیٹھا ہے وہ
کتنا معصوم تھا جب میں نے اسے دیکھا تھا
آج جو وقت کا شیطان بنا بیٹھا ہے وہ
مجھ سے وہ دور سہی پھر بھی قریب کتنا ہے
دل کے ایوان میں مہمان بنا بیٹھا ہے وہ
اسکو فرصت ہی کہاں حال دل پوچھے میرا
رفتہ رفتہ میری جان بنا بیٹھا ہے وہ
بھول جاؤں اسے یہ ممکن ہی کہاں ہے
میرے درد کی پہچان بنا بیٹھا ہے وہ
،،،،،،،،سید عابد شاہ جڑانوالہ

غزل

سوچوں کی ڈور جو الجھی تو اسے سلجھا بھی نہ سکی
جسے چاہا تھا زندگی سے بڑھ کر اسے پا بھی نہ سکی
زندگی جینا میری مجبوری تھی
ورنہ میں تو مرنے کے لیے زہر کھا بھی نہ سکی
میری بے بسی کی انتہا دیکھو
کہ میں جسے پانے کے لیے اپنو کو منا بھی نہ سکی
تیری جدائی میں ایک ایک لمحہ اذیت بن کے گزرا ہے
لیکن میں اپنا دکھ بھی تجھے سنا نہ سکی
ہوا یہ ستم رہنا سہنا پڑا مجھے
فاصلے درمیاں میں بڑھتے ہی گئے
میں اپنے دل کی محبت تجھے دکھا ہی نہ سکی
،،،،،،،،،،عابدہ رانی گوجرانوالہ

غزل

دیکھ کر جسے دل کو قرار آئے گا
لوٹ کر کبھی تو میرا یار آئے گا
وہ مجھے بھول گیا ہے تو کوئی بات نہیں
مگر خیال اس کو میرا بار بار آئے گا
میں جانتا ہوں اس کے دل میں میرے لیے نفرت ہے مگر
اک دن وہ میرے پاس ہو کر شرمسار آئے گا
وہ بھی روئے گا میری حالت دیکھ کر
کہتا پھرے گا ہو لوگوں وہ بہت اچھا تھا میرا یار جگر

جب میت پہ میری وہ ہو کے اشکبار آئے گا

،،،،،،عامر سہیل جگر۔ سمندری

غزل

عمر بھر لکھتے رہے پھر بھی ورق سادہ رہا
جانے کیا لفظ تھے جو ہم سے نہ تحریر ہوئے
جو دن بیتے شاید وہ بھول گئے ہو تم
ہم بھی کبھی خود کو تیرا سمجھا کرتے تھے
صحرا صحرا بھٹکتا ہوگا در در پہ اٹکتا ہوگا
موتی یوں ملتا ہی نہیں تہوں میں اترتا ہوگا
اک بار ملا اور بچھڑ گیا مجھ سے
قسمت میں وہ میری زخم جدائی کر گیا
اب تو اس کی یاد میں گزرے گی زندگی
جو جاتے ہوئے تنہائی میرے نام کر گیا
میں اپنا آج اپنا کل تمہارے نام کرتا ہوں
میں اس جیون کا ہر اک پل تمہارے نام کرتا ہوں
لوگ پھولوں سے محبت کرتے ہیں کانٹوں کو نہ یاد کیا
میں کانٹوں سے محبت کی پھولوں نے برباد کیا
جب باتوں باتوں میں کس نے اس کا نام لیا
دل نے جیسے ٹھوکر کھائی درد نے فورا تھام لیا

،،،،،،،،،،،،،،،،ضیاقت علی کوٹلی

غزل

محبت تو لاثانی ہے جس نے اسے سمجھ لیا
کوئی پا گیا اس کو کسی نے ہونٹوں کو سی لیا
جب تک پتا نہ تھا بڑے خوش وخرم تھے
ہائے محبت میں آ کے خود کو اداس کیا
محبت درد دیتی ہے یہ بھی معلوم ہوا
تیری خوشی کی خاطر اس جام کو بھی پی لیا
اس کے نشے میں ڈوبے تو پتا چلا ہمیں
کیا تھے ہم اور کیا زندگی نے کام کیا
دروازے پہ کھڑا ہوں کب سے دستک گی
ہم نے بڑی دیر سے خود کو مہمان کیا
ہاتھ میں ہے تیرے روحی اجو بھی سلوک کرو
ہم سے جو ہو سکا وہ ہی تیرے نام کیا

،،،،،،،،،،عبدالجبار روحی چوہنگ

غزل

اک روز جدا ہو جاؤں گا
نہ جانے کہاں کھو جاؤں گا
تم لاکھ پکارو گے مجھ کو
پر لوٹ کر میں نہ آؤں گا
تھک ہار کے دن کے کاموں سے
جب رات کو سونے جاؤ گے
دیکھو گے جب فون کو پیغام میرا نہ پاؤ گے
تب یاد تمہیں میں آؤں گا
پر لوٹ کر میں نہ آؤں گا
اک روز یہ رشتہ ٹوٹ چھوٹے کا دل
میرا اتنا ٹوٹے گا پھر کوئی نہ مجھ سے روٹھے گا
میں آنکھوں کو نہ کھولوں گا
تم سے کبھی نہ بولوں گا
آخر اس دن تم رو دو گے
اے میرے اپنوں مجھے تم کھو دو گے

،،،،،،غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم

غزل

یہ عشق بھی کیا عجب سی سزا دیتا ہے
کسی کو لیلیٰ کسی کو مجنوں بنا دیتا
آ جائے جو اس کی قاری ہو یا ملاں
سر بازار یہ دریا پہ نچا دیتا ہے
عزیز زندگی ہو جس کو بچ جائے اس سے
یہ تو زندہ بدن کو جلا دیتا ہے۔۔۔۔!
اس کی موج میں جو مقام دے دے
آ جائے جوش میں تو سولی پہ چڑھا دیتا ہے
فقی عشق موضوع حیران کن نہ
ابتداء نہ انتہا مزہ بھی دیتا ہے اور وغہ بھی دیتا ہے،،،،،،،،،جنید فقی

کب کہا ہے میں نے کے کوئی تمہیں چاہتا ہے۔فقط میں نے یہ اتنا ہی کہا کہ یہ جسے تم چاہتے ہو وہ کیسا ہوگا۔۔۔۔۔۔کشور کرن چوکی

غزل

شاید وہ بھیانک خواب تھا میرا
میرے دل میں عجب خوف تھا
ڈر گئی تھی جیسے کوئی عذاب تھا
ایسے لگا جیسے وہ پرانا خواب تھا
نجانے ہوش اڑ گئے اور کھو سی گئی
میں
انجانے میں دھڑکنیں ہوش اڑاتی
گئیں میرا
بس اس انتظار میں رہی کہ کب
اختتام ہو
یوں لگا کہ وہ بکھرا آشیانہ ہے میرا
نہ آنکھ جھکی اور نہ ہی بنی بے حس سی
رہی میں
انجانے میں دستک ہوئی دل کی
دھڑکنے لگا میرا
اسے دیکھتے ہی کوئی ہوش نہ رہا
دردبھری آہوں میں دل بہت رویا
میرا
کیا کچھ ہو گیا ہر لمحہ میں نیا درد تھا
نازش
واقعی کیا یہ خواب تھا
..........نازش خان سمندری

غزل

بے اعتبار وقت پر بے اختیار ہو کر
رو پڑے
کھو کر کبھی اسے تو کبھی پا کر رو
پڑے
خوشیاں ہمارے پاس کہاں مستقل
رہیں
باہر کبھی ہنسے تو گھر آ کر رو پڑے
گلا نہیں کسی سے سب الزام اپنے
سر ہیں
اس کے درد میں قید تھے مگر آزاد ہو
کر رو پڑے
ہمارا بھی عجیب حال ہے کس حال
میں خوش نہیں تمنا
دکھ ہی اتنے ملے کہ سکھ پا کر رو
پڑے
..................ارتج تمنا

غزل

تیری جبیں پہ لکھا تھا کہ تو بھلا دے
گا
سو میں بھی بھانپ گیا تھا کہ تو بھلا
دے
ہر شخص سے لڑتا رہا میں تیرے لیے
ہر ایک نے مجھ سے کہا تھا کہ تو بھلا
دے گا
یہ تیری آنکھوں پہ حلقے سے پڑ گئے
کیسے
مجھے تو تو نے کہا تھا کہ تو بھلا دے گا
نکال لایا ہے الزام پھر پرانے تو
یہ ہم نے طے بھی نہ کیا تھا کہ تو بھلا
دے گا
کچھ اس لیے بھی کہ اک تل تھا
تیری آنکھوں میں
مجھے تو تب بھی پتہ تھا کہ تو بھلا
دے گا
.....اعجاز احمد چدھڑ ننکانہ صاحب

غزل

تمہیں ہر وقت وہ گزرا زمانہ یاد
آئے گا
نہ ہونگے ہم تو یہ ہنسنا ہنسانا یاد
آئے گا
بہانے کرے گا کوئی تم سے پھر نہ
ملنے کا
تمہیں پھر ایک ایک اپنا بہانہ یاد
آئے گا
کبھی جب توڑ ڈالے گا کوئی وعدہ
محبت کا
تمہیں میری محبت کا زمانہ یاد آئے
گا
گلے مل کر ہمیں رخصت کیا
تھا آپ نے جس دم
تمہیں ہمارا وہ آنسو بہانہ یاد آئے گا
منائے گا نہ جب کوئی تمہیں ساحل
تمہیں یوں روٹھ جانے پر
تو تیرا روٹھنا میرا منانا یاد آئے گا
..........محمد اسماعیل ساحل

غزل

وہ لاکھ ستائے گا مگر اس شخص کی
خاطر
میرے دل کے اندھیروں میں
دعائیں رقص کرتی ہیں
اسے کہنا کہ لوٹ آئے ڈھلتی شام
سے پہلے
کسی خشک آنکھوں میں صدائیں
یاد کرتی ہیں
خدا جانے کسی کشش ہے اس کی
آنکھوں میں یارو
میں اس کا ذکر چھیڑوں تو ہوائیں
رقص کرتی ہیں
..........غزالہ شبنم دنیاپور

غزل

کاش سپنے حقیقت ہوتے ہم ہر
سپنے میں تمہیں دیکھا کرتے

ہم ہر دعا میں تیرا پیار مانگا کرتے
کاش زندگی وفادار ہوتی ہم ساری زندگی یونہی نبھاتے
کاش کہ زندگی میں لفظ کاش نہ ہوتا
تو ہم آپ کے پاس اور آپ ہمارے پاس ہوتے
..........اللہ جوایا کنول

غزل

مت کر مذاق غربت میں کون ہمارا ہے
مجھ غریب کا نہ کوئی اپنا نہ کوئی سہارا ہے
دل کی فرمائش کیسے پوری کروں میں غریب
مانگے بھیک نہیں ملتی سب کو پیسہ پیارا ہے
محبت کھیل دولت کا مقدر پہ ہے الزام
بن پیسے کے پیار نہ ہمارا ہے نہ تمہارا ہے
تو نگر کے اک اشارے پر لٹائیں دل ہزار
مجھے کہیں لوگ یہ تو مفلس ہے بیچارا ہے
ہوتا نہ اسیر غریب تو کہتا ہر کوئی
خلیل تو مجھے اپنی جان سے بھی پیارا ہے
.....خلیل احمد ملک شیدانی شریف

غزل

ہر ظلم تیرا یاد ہے میں بھولا تو نہیں
اے وعدہ فراموش میں تجھ سا تو نہیں ہوں
اے دوست مجھے کیوں دیکھتا رہتا زمانہ ہے
دیوانہ سہی تیرا تماشہ تو نہیں ہوں
چپ چاپ سہتے رہے ظلم وقت کے ہاتھوں
مجبور سہی وقت سے ہارا تو نہیں ہوں
دل توڑا ہے اپنوں نے تو شکوہ نہ کریں گے
تو بھول گیا ہے مجھ کو میں تجھے بھولا تو نہیں ہوں
ساحل پہ کھڑے ہو تمہیں کیا ڈر لگے گا
میں ڈوب رہا ہوں ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں
..........ماہ نور کنول آزاد کشمیر

غزل

یونہی میں بدل نہ جاؤں مجھے پھر بھی سوچ لینا
تیرے غم میں ڈھل نہ جاؤں مجھے پھر بھی سوچ لینا
تیرے ہجر کی تمازت میرے ذہن پہ مسلط
میں ابھی سے جل نہ جاؤں مجھے پھر سے سوچ لینا
تیرے پیار کی یہ نرمی میری جان لے رہی ہے
کہیں میں پگھل نہ جاؤں مجھے پھر سے سوچ لینا
تیری ہر ادا کے صدقے مجھے قتل کر
ابھی میں پھسل نہ جاؤں مجھے پھر سے سوچ لینا
تیرے پیار کی حدوں سے تیرے عشق کے سفر سے
کبھی میں نکل نہ جاؤں مجھے پھر سے سوچ لینا
میری زندگی ابھی تو بڑی غمزدہ ہے واجد
میری جان سنبھل نہ جاؤں مجھے پھر سے سوچ لینا
...............واجد چوہان

غزل

کیوں جاگتے ہو کیا سوچتے ہو
کچھ ہم سے کہو تنہا نہ رہو سوچا نہ کرو
یادوں سے برستے بادل کو پلکوں پہ سجا نا ٹھیک نہیں
جو اپنے بس کی بات نہ ہو اس کو دہرانا ٹھیک نہیں
اب رات کی آنکھیں بھیگ چلی اور چاند بھی ہے چھپ جانے کو
کچھ دیر میں شبنم آئے گی پھولوں کی پیاس بجھانے کو
خوابوں کے نگر کو کھو جاؤ اب سو جاؤ اب سو جاؤ
..........شازیہ۔ساہیوال
کبھی ٹوٹا نہیں میرے دل سے تیری یاد کا رشتہ
گفتگو ہو نہ ہو خیال تیرا ہی رہتا ہے
...............عشا سوات

بارش کی آوارگی نے ہر رت بدل ڈالی ہے
جنہیں مشکل سے بھولے تھے وہ پھر سے یاد آنے لگے
.............حسین کاظمی۔

غزل

تو پاس ہے تو ہر احساس ہے
نہ ہو تو اگر زندگی کچھ بھی نہیں
میں مانتا ہوں میں بہت برا ہوں
پر میری دھڑکنوں میں تیرے سوا کچھ بھی نہیں
میں نے چاہا تھا صرف ساتھ تیرا اے
تو دور ہوا تو بچا کچھ بھی نہیں
کیا خوب وفا کی سزا دی ہے تم نے
سب کچھ ہے پاس میرے پر لگتا کچھ بھی نہیں
......شکیل احمد قائدہ آباد کراچی

غزل

اب جو روٹھے تو کبھی منانا نہیں جا کر
سہہ لیں گے دکھ اسے سنانا نہیں جا کر
لوٹ آئے گا ضرور اگر وہ میرا ہوا تو
آج سے طے ہوا خود بلانا نہیں جا کر
اسے چاہا ہے اسے چاہتے رہیں گے
اس کے دل میں کیا ہے آزمانا نہیں جا کر
ملے تو برسا دیں گے ہم اپنا پیار اس پہ
نہیں تو حال دل بھی بتانا نہیں جا کر
.........عثمان غنی قبولہ شریف

غزل

اک امید تھی جو دل میں وہ بھی بھلائی ہم نے
اپنے ارمانوں کو خود ہی آگ لگائی ہم نے
پیار کل بھی تھا اور آج بھی ہے اور رہے گا تم سے
نہ جانے کیوں تجھے پانے کی حسرت مٹا دی ہم نے
تیری بے رخی نے جو بھڑکائی تھی آتش غم
غم کی وہ آگ اشکوں سے بجھائی
ہم نے آج تم نے ایسی ٹھوکر لگائی کہ مزہ آ گیا
تیری خاطر دن کا سکون راتوں کی نیند گنوائی ہم نے
اس زمانے میں پیار کر کے اکثر دھوکہ دیتے ہیں لوگ
ہر موڑ پر دل نادان کو یہ بات سمجھائی ہم نے
دل کی ہر ایک تمنا کو بھول کر
تیری یاد میں زندگی گزارنے کی قسم کھائی ہم نے
بجھ گئی وہ شمع تیری ان آہوں سے شاد
اس کے دل کی چوکھٹ پہ جو جلائی ہم نے
.........محمد آفتاب شاد دوکوٹہ

ہجوم میں تھا وہ شخص کھل کر رو نہ سکا ہو گا
مگر یقین ہے کہ شب بھر نہ سو سکا ہو گا
وہ شخص جس کو سمجھنے میں اک عمر لگی
بچھڑ کر مجھ سے کسی کا نہ ہو سکا ہو گا

غزل ۲

اپنی چند غزلیں تیرے نام کرتا ہوں
جہاں پر نام لکھا ہو تیرا وہی پہ شام کرتا ہوں
لوگ بھی اس کو میری اک ادا سمجھتے ہیں
میں اپنی سادگی میں جب ان سے کلام کرتا ہوں
جو لوگ راہ وفا میں قربان ہو گئے ساگر
میں ان عظیم لوگوں کو سلام کرتا ہوں
..........ساگر گلزار کنول

غزل

مجھے تم سے محبت ہے میری بات سنو
کیوں ہے یہ تیری عداوت میری بات سنو
خدا کے لیے کہہ دو تمہیں مجھ سے محبت ہے
کہو یہی اک بات میری بات سنو
کیوں اتنے سنگ دل ہوئے جا رہے ہو
کہاں ہے وہ الفت میری بات سنو

زخم دے کر بے سہارا نہیں چھوڑتے
مرے ہمدم میرے دوست میری بات سنو
کہاں بتاؤں میرا تھا نہیں میرا عشق
کیا یہی ہے قسمت میری بات سنو
.........عائشہ نور عاشا گجرات

غزل

غم یار آ میرے پاس آ مجھے فرصتیں نہیں تمام اب
میری کل تلک جو تجھ سے تھی نہیں رنجشیں وہ تمام اب
میری ہر خوشی تیرے واسطے میری زندگی تیرے واسطے
مجھے چھوڑ کر وہ چلا گیا نہیں قربتیں وہ تمام اب
صبح شام جن میں تھا بھیگتا نہیں گرم موسم کا تھا پتہ
نہیں بھیگی زلف یار اب نہیں بارشیں وہ تمام اب
اس نے چھوڑا مجھے تو کیا ہوا
تو ہی مجھ کو اپنا بنا لے ناں
تیرے در پہ اب میں رہوں گا نہیں
پھرنا مجھے در بام اب
میری ہر گھڑی تیرے نام ہوئی
میری زندگی تیرے نام ہوئی
میں ہوں نہیں اب کسی کا بھی
تیرے نام ہوں میں تمام اب
نہیں اشکبار میری آنکھ اب
میرے پاس نہیں کوئی غم
تو ہلا جھجک میرے پاس آ نہیں
زحمتیں وہ تمام اب
اس کے عشق نے تھا شاعر کیا پھر
جدا وہ مجھ سے ہو گیا
ہے کنول یہ شاعری درد بھری نہیں
شاعری وہ تمام اب
.........مس فوزیہ کنول ننکانہ پور

غزل

کس کارن یہ رنگوں سے یاری کس کارن یہ ڈھنگ
جتنے رنگ بھی چاہو زیست میں بھر لو
موت کا ایک ہی رنگ
تمام غموں سے اتنی دوری ٹھیک ہے لیکن آخر کیوں
سارے جہاں سے قوس قزح کا رشتہ اپنے آپ سے جنگ
پل میں دھجی دھجی بکھرنے والی ایسی ہے یہ زیست
اک سے زیادہ بچوں کے ہاتھوں میں جیسے کٹی پتنگ
عمر بیتا دی اپنوں اور غیروں کے نقش بنانے میں
جب اپنی تصویر بنانا چاہی پھیکے پڑ گئے رنگ
میں اک لکھنے والا مجھ کو بنانا یار عرفان ملک
لوح و قلم سے آگے بھی ہے کیا یہ دنیا اتنی تنگ
.........محمد عرفان ملک راولپنڈی

غزل

اس خوبصورت موسم میں کیا
اس ہلکی ٹھنڈی ہوا میں
اس خوبصورت بارش میں
ہم نے صرف تمہیں یاد کیا
تمہاری ایک ایک ادا کو یاد کیا ہے
ہر لمحے تمہاری یاد نے ہمیں ستایا
تمہاری یاد کو اپنی بنایا ہے
تمہاری یاد کو اپنی یاد میں بسایا ہے
.....شہر بانوں کرم خاں، فتح جنگ

غزل

ہوئی مجھ کو محبت تو پھر وہ روٹھ گیا
ایک بے وفا کی طرح
زندگی میں وہ مجھ سے دور ہو گیا
وقت مہینے سال کی طرح
آیا تھا اپنا بن کر پھر یونہی چلا گیا
ایک غیر کی طرح
آ کے اپنی صورت دیکھا کر پھر
ٹوٹ گیا شیشے کی طرح
مسکراتا پھر دکھ میں مرجھا گیا
گلاب کے پھول کی طرح
آ کر دل میں اتر کر پھر یونہی دور
ہو گیا خوشبو کی طرح
اجالا کرنے آیا تھا پھر زندگی میں
چھا گیا اندھیروں کی طرح
وہ مجھ کو راستہ دیکھاتا رہا دن ہوا تو
کچھ نہ دیکھ سکا جگنوں کی طرح
پرا محبوب مجھ کو دیکھتا تھا ایک قاتل کی
نگاہوں کی طرح دنیا کے لوگ بھی
دیکھتے ہیں بلال کو ایک شکار کی
طرح صدا اور دعا سے آیا تھا وہ
ایک دل کے ساتھ سانس کی طرح
دنیا میں آ کر سانس لیتے لیتے مر گیا
اور مٹ گیا مٹی کی طرح
...........محمد بلال عباسی خمیسہ

پسندیدہ اشعار

نہ روئیں گے تم بن مگر تم یاد رکھنا ہمراز
جائیں بھول جائیں اگر احساس نم رہ کرنا
،،،،،،،،،،،سید ہمراز حسین
کسی کی بے بسی کا تماشہ نہ بناؤ فراز
ہر مجبور شخص بیوفا نہیں ہوتا
،،،،،،،ایم واجد لکھویرا ساہیوال
میری آنکھیں ہمیشہ میرے دل سے جلتی ہیں جاتے ہو کیوں
کیونکہ تم میری آنکھوں سے بہت دور ہو اور دل کے بہت قریب
،،،،،،،،،،ڈاکٹر ایوب ادشا محمد
مختصر محبت کا مختصر انجام
تم بچھڑے ہو ہم بکھرے ہیں
،،،،،،،،،،سونو گوندل جہلم
پھول پھول سے جدا ہے شاخ سے نہیں
میں تم سے جدا ہوں مگر دل سے نہیں
،،،،،،،ذوالفقار تبسم۔میاں چنوں
اب تو درد سہنے کی اتنی عادت ہوگئی ہے
جب درد نہیں ملتا تو درد ہوتا ہے
،،،،،،،،،عافیہ گوندل۔جہلم
بہت مختصر سی رہ گئی ہے جینے کے لیے زندگی اپنی ضیاقت

ہو سکے تو بھلا دینا نہیں تو یادوں کو گلے لگا لینا
،،،،،،،،ضیاقت علی چوکی مونگ
وہی ہوا نہ تیرا دل بھر گیا مجھ سے
میں نے کہا تھا یہ محبت نہیں جو تم کرتے ہو
،،،،،،،،،غلام فرید ہجرہ شاہ مقیم
ساحل پہ توڑ دیتی ہے دم جوم بے کراں
مدہوش بانہوں کو یہ بتلانا چاہیے
،،،،،،،،،،رانا بابر علی ناز لاہور
جن کی آنکھوں میں ہوں آنسو انہیں زندہ سمجھو
پانی مرتا ہے تو دریا بھی اتر جاتے ہیں
،،،،،،،،،،،،،،،،،توبیہ حسین کھوٹہ
روز میرے خوابوں میں آتے ہو کیوں
میرا دل اب جلاتے ہو کیوں
،،،،،،،،،،،،،سیف الرحمن زخمی
تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے توڑ ڈالا
یہ ٹکڑا میں نہیں لوں گا مجھے تو دل بنا کر دو
،،حماد ظفر بادی منڈی بہاؤالدین
کسی چہرے کو حقیر نہ جانو دوستو
یہ سب رب کائنات کی مصوری ہیں

،،،،،،،،،بشیر احمد بھٹی بہاول پور
اتنے بے تاب ہوئے تیری جدائی میں
اب تو مچھر بھی ہمیں لے جاتا ہے چار پائی سے
،،،،،،،،،،یاسر و کی دیپالپور
یہ ٹھنڈ یہ پت جھڑ کا موسم یہ سرد ہوا کے جھونکے میرے اندر
طوفان برپا ہوا ہر تے ہیں آجو ہاں ہم پل پل تیرا انتظار کرتے ہیں
،،،،،،،،،عابدہ رانی گوجرانوالہ
خوشبو کہیں نہ جائے یہ اصرار ہے بہت
اور یہ بھی آرزو کہ زلف کھولیے
،،،،،،،،،،،،،اسحاق انجم کنگن پور
مجھ کو چھوڑ جائے گی تنہا اس دنیا میں مگر
بس مجھ کو بھی تیرے بعد غم ملیں ہیں
،،،،،،سردار اقبال خان مستوئی
آ کسی شب مجھے ٹوٹ کر بکھرتا دیکھو
زہر میری رگوں میں اترتا دیکھو
کدی کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے رب سے
آ کبھی مجھے سجدوں میں سسکتا دیکھو ماریہ
،،،،امدام علی عباس تنہا منگا منڈی

محبت میں بے لوث ہو جاتے ہیں
بدنام
میرا یہ مشورہ ہے کہ کوئی کسی سے
محبت نہ کرے
..........محمد آفتاب شاد کوٹہ

کتنے غرور میں ہے وہ مجھے تنہا چھوڑ
کر
اسے معلوم نہیں مجھے آنسو تنہا
نہیں ہونے دیتے
.......پرنس عبدالرحمن مین رانجھا

اداس دل کی ویرانیوں میں بکھر
گئے تھے
خواب سارے یہ میری بستی سے
کون گزرا ہے نکھر گئے تھے گلاب
سارے
..........عبدالغفور تبسم لاہور

اسے کہنا کہ سدا موسم بہاروں
سے نہیں رہتے
کبھی پتے بکھرتے ہیں ہوا جب
بھی چلتی ہے
.........ایم ظہیر عباس جنڈ اٹک

رانی تیرے فون کا انتظار ہے کچھ
اس طرح
لوگ عید کے چاند کا انتظار کرتے
ہیں جس طرح
........آفتاب عباسی ایبٹ آباد

زہر جدائی والا گھونٹ گھونٹ نہیں
جینا
نی جینا میں تیرے بنا نہیں جینا
..........محمد طفیل طوفی کویت

کچھ اس ادا سے توڑے ہیں تعلق
اس شخص نے

کہ اک مدت سے ڈھونڈ رہا ہوں
قصور اپنا
..........عثمان غنی قبولہ شریف

قسمت سے ملتے ہیں زندگی کے
سبھی رنج و غم گلزار
آرزو ہو تو بچھڑتے نہیں دل میں
رہنے والے
......ساغر گلزار کنول فورٹ عباس

وہ زہر دیتا تو دنیا کی نظر میں آ جاتا
کمال کی سوچ تھی اس کی کہ
وقت پہ دوا نہ دی
..........عثمان غنی قبولہ شریف

منزل تو مل ہی جائے گی بھٹک کر
ہی سہی جاوید
گمراہ تو وہ ہیں جو گھر سے نکلتے ہی
نہیں
..............آصف جاوید زاہد

آنکھیں ملا کے پیار سے مٹا دیا
اس بے وفا نے ہم کو ہنسا کر رولا
دیا
.......میر احمد میر بگٹی سوئی گیس

میرے درد میرے افسانے کو کہانی
سمجھ کر ٹھکرا دیا
اس نے چاہا ہم نے اسے دل
جان سے روگ لگا کر ٹھکرا دیا
..............اویس تنہا کراچی

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول
..................حق نواز لسبیلہ

میرے تعارف کے لیے اتنا ہی
کافی ہے
میں اس کی ہرگز نہیں ہوتی جو کسی کا

ہو جائے
..........حرا رمضان اختر آباد

عمر ساری تو بہت دور کی بات ہے
اک لمحے کے لیے کاش وہ میرا ہو
جائے
.......ملک وسیم عباس قتال پور

تم آج ہو چل سو چل چلتے رہو
میں دھواں ہوں ہر آنکھ کو نم کرتا
ہوں
..........شاجالا بھلوال

دل بھی کیا ہے عجیب چیز ہے یاسر
جسے چاہے زندگی بھر اسی کا طلبگار
رہتا ہے
.......محمد یاسر تنہا سلطان خیل

تیری یاد آتی ہے مجھے رلا دیتی ہے
تنہائی بھی کیا چیز ہے یہ کیسی سزا
دیتی ہے
......مدثر تبسم گوندل تنہا چک عالم

اپنی زندگی میں مجھے شریک غم سمجھنا
کوئی غم آئے تو مجھے شریک غم سمجھنا
دیں گے ہر لمحہ ہر گھڑی تم مسکرا
کے تجھے ہزاروں میں صرف مجھے
اپنا دوست سمجھنا
..........محمد خادم جنگ

لٹ گئی سر بازار وفا کی پونجی
بک گئے ہم کسی غریب کے زیور
کی طرح
.........اشفاق مرغی فارم

جب ناز تھا ہم کو قسمت پر تو
دنیا ہنس ہنس کر ملتی تھی جب دل کی
بستی اجڑ گئی تو دوست کنارہ کرتے
ہیں ....محمد ذیشان اٹک

مجھے اپنی دو بہنوں کے لیے دو رشتوں کی تلاش ہے میری بہنیں مڈل پاس ہیں اور نہایت ہی شریف ہیں اور خوبصورت ہیں انکی عمریں اٹھارہ اور بیس سال کے قریب ہیں ان کے لیے اپسے رشتے درکار ہیں جو حقیقت میں شادی کے خواہشمند ہوں جن کا اپنا کاروبار ہو یا پھر وہ سرکاری ملازم ۔ یا پھر کسی بھی اچھی ملازمت میں ہوں شریف ہوں اور انکی عمریں پچیس سال سے زیادہ نہ ہوں لاہور اوکاڑہ ۔ قصور والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

۔۔۔۔ناز بی بی ۔ لاہور
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔ گلبرگ III لاہور

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجھے اپنی ایک کزن کیلئے ایک اچھے رشتے کی تلاش ہے میری کزن خوبصورت شریف فیملی سے ہے اس کی عمر بائیس سال ہے لڑکے کی عمر پچیس سے اٹھائیس سال تک ہو سرکاری ملازم ہو تو بہتر ہے ورنہ کسی بھی اچھی جاب میں ہو لڑکا شریف ہو جہیز کا لالچی نہ ہو ۔ اچھی سوچ کا مالک ہو فوری رابطہ کریں۔

لاہور والوں کو ترجیح دی جائے گی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زیبا ۔ لاہور
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔ گلبرگ III لاہور

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجھے اپنی بیٹی کے لیے رشتے کی تلاش ہے میری بیٹی کی عمر اکیس سال ہے نہایت شریف ہے تعلیم بہت کم ہے کچھ مجبوریوں کی وجہ سے ہم لوگ اس کو آگے نہ پڑھا سکے تھے لیکن پڑھنا لکھنا سب جانتی ہے اس کے لیے ایسے رشتے کی تلاش ہے جو نہایت شریف ہو جو میٹرک پاس ضرور ہو اپنا کام کرتا ہو یا پھر کسی بھی اچھے ادارے میں ملازم ہو برائے کرم جہیز کے لالچی لوگ رابطہ نہ کریں کیونکہ ہم اتنے زیادہ امیر نہیں ہیں اور وہ لوگ رابطہ کریں جن کو ایک اچھی شریک حیات کی تلاش ہو ہم جلدی اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ک بیگم۔
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔ گلبرگ III لاہور

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں شادی کا خواہشمند ہوں میری عمر تیس سال ہے نہایت شریف نیک ہے تعلیم انٹر ہے مجھے

ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو یا اس سے بھی کم ہو تو کوئی حرج نہیں شریف ہونا ضروری ہے ۔ باپردہ ہو اور اچھے اخلاق کی مالک ہو میں اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کروں گا اس کو اچھے شوہروں جیسا پیار دوں گا فوری رابطہ کریں۔

۔ الفت جان ۔ سیالکوٹ ۔
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔ گلبرگ III لاہور

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں ایک خوبصورت انسان ہوں پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا ہوں اپنا بزنس ہے خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہے کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے میری عمر چالیس سال ہے اور مجھے ایسی عورت کی تلاش ہے جو بہت زندگی سے بیزار ہو جو بیوہ ہو مطلقہ ہو یا پھر کوئی اور مسئلہ ہو میں اس کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کروں گا اس کو زندگی کا ایسا ساتھی بناؤں گا کہ وہ اپنے تمام دکھوں پریشانیوں کو بھول جائے گی کبھی بھی اس کو تکلیف نہیں ہونے دوں گا ۔ اپنی تمام زندگی اس کے نام لکھوا دوں گا فوری رابطہ کریں۔

۔۔۔۔۔۔ زاہد ۔ لاہور

دکھ درد ہمارے

قارئین کرام میری زندگی دکھوں میں ہی بیتی جا رہی ہے میں کیسے جی رہی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں میری عمر بائیس سال ہے لیکن دونوں ٹانگوں سے معذور ہوں نہ چل سکتی ہوں اور نہ ہی کوئی کام کر سکتی ہوں بس سارا دن چارپائی ہوئی اپنی قسمت کو روتی رہتی ہوں ڈاکٹروں نے اس کا بہت مہنگا علاج بتایا ہے جو ہمارے بس سے باہر ہے اور پھر ہمارا کوئی کمانے والا بھی نہیں ہے امی ہی ہیں جو سارا دن کام کرتی رہتی ہیں۔ اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں لیکن نجانے کیوں ایسا نہیں کر پاتی ہوں۔ مجھے آپ بہن بھائیوں کی مدد کی ضرورت ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی چلوں کام کروں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاؤں لیکن شاید میری یہ سوچ بھی بھی پوری نہ ہو مجھے کسی نے مشورہ دیا ہے کہ میں آپ لوگوں سے مدد کی اپیل کروں سو آ گئی ہوں برائے مہربانی میری مدد کریں تاکہ میں اپنا علاج کرا سکوں اور گھر کے سلسلہ کو چلا سکوں امید ہے کہ آپ میری ضرور مدد کریں گے۔ خدا آپ کو اس نیک کام کا اجر دیں گے ہم گھر والے آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے۔ میں ہر وقت روتی رہتی ہوں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں کوئی بھی نازک وقت میں ساتھ نہیں دیتا ہے۔ میں پہلے ٹھیک تھی لیکن یکدم اسو بیماری کا مجھ پر حملہ ہوا اور میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہوگئی ہوں۔ میں کسی بھی قسم کا جھوٹ نہیں بول رہی ہوں آپ لوگ میری انکوائری کر سکتے ہیں

صدف۔ جہلم۔۔۔۔۔۔۔۔

قارئین کرام۔ میں اپنا مسئلہ لے کر آپ لوگوں کے سامنے آیا ہوں امید ہے کہ آپ لوگ میرے پیغام کو پڑھنے کے بعد میری کچھ مدد کریں گے میں شادی شدہ ہوں۔ میرے پاس ایکی نوکری نہیں ہے جس سے میں اپنے گھر والوں کا پیٹ پال سکوں آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میری کچھ مدد کریں تاکہ میں اپنے گھر والوں کا بہتر طریقے سے پیٹ پال سکوں۔ یہ آپ لوگوں کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ میں بہت ہی مجبور ہوکر یہ پیغام دے رہا ہوں امید ہے کہ میری مدد کریں گے اور مجھے کوئی بھی بھائی میری مدد کرے میں اس کی ایک ایک پائی ادا کروں گا یہ میرا آپ لوگوں سے وعدہ ہے۔ امید ہے کہ میرے بھائی ضرور میرے اشتہار پر غور فرمائیں گے اگر کوئی صاحب حیثیت انسان مجھے یہاں ہی کسی اچھی نوکری پر لگوا دیں تو میں اس کا احسان بھی زندگی پر یاد رکھوں گا میری اور میرے بیوی گھر والوں کی دعائیں آپ کے لیے ہی ہوں گی مجھے آپ کی مدد کا انتظار رہے گا میں شدت سے منتظر رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرے بھائی میرا یہ مسئلہ ضرور حل کردیں گے کیونکہ جواب عرض کے قارئین کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں ان کے دلوں میں درد ہوتا ہے۔ میں معذور انسان ہوں۔ آپ کی مدد کا مستحق ہوں آپ کی وجہ سے مجھے روزگار مل گیا تو میری زندگی میں بھی سکون آ سکتا ہے

ایم بوٹا دکھی۔

قارئین کے نام

ایک سال قبل میری شادی ہوئی لیکن خدا نے مجھے ایک آزمائش میں ڈال دیا کام کرتے ہوئے میرے خاوند گر کر بری طرح زخمی ہوگئے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اب وہ بستر پر پڑے رہتے ہیں گھر کا خرچہ چلانے والا کوئی نہیں ہے کوئی بھی راستہ نظر نہیں آتا ہے آپ لوگوں کے سامنے آئی ہوں کہ اگر آپ لوگ ہماری مدد کرسکیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم دیگا۔ اور ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔ آپ کی ایک دکھی بہن

نہیں اب صرف میری بات سنو بعد میں جو کچھ ہو کہنا زیبا میں نے کال کاٹ دی۔
آپ نے کاٹ دی پھر تم نے کونسا بیک کال کی تھی پوچھا کہ تم نے کال کیوں کاٹ دی کیا وجہ تھی ابھی بات جاری تھی کہ ابو آگئے میں کال کاٹ دی تو پھر بھی زیبا نے کال نہیں کی شام لیٹ میں نے کال کی غصہ کچھ مزید بڑھ گیا تھا۔
خوش قسمتی سے نمبر آن ملا زیبا نے ہی انینڈ کی۔

قارئین آپ کو بتاتا چلوں کہ جب بھی ہمارے درمیان ناراضگی ہوتی ہے تو پھر ہر وقت زیبا کا نمبر آن ملتا ہے میں نے کئی دفعہ چیک بھی کیا ہے اور جب ہماری بات پھر سے روز ہوتی تو اس وقت آف ملتا ہے ہماری گھنٹہ بات ہوتی اس کے بعد نمبر آن ملتا ان باتوں کی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی خیر آتے جاتے ہوئے سب باتیں قارئین کے سمجھ میں آجائیں گی کہ ایسا کیوں ہوتا تھا۔
زیبا ایک بات تو بتاؤ بغیر سلام دعا کے میں نے بولنا شروع کر دیا آپ کا نمبر عجیب ٹائم آن ملتا ہے تو اسے چپ سی لگ گئی خیر آپ کی مرضی ہے مجھے آپ کی زندگی میں نہیں جھانکنا چاہئے۔
اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لئے جواب عرض کا آئندہ کا شمارہ ضرور پڑھئے۔

کوئی ایسا اہل دل ہو کہ فسانہ محبت
میں اسے سنا کر روؤں وہ مجھے سنا کر روئے

ارم مصطفی۔راولپنڈی

رات ٹھہری تھی ذرا بھی سکتے تھے
ہم جو کہتے تھے کر بھی سکتے تھے
تم جو بچھڑے تو یہ بھی نہ سوچا کہ
ہم تو پاگل تھے مر بھی سکتے تھے

شعیب شیرازی۔جوہر آباد

غزل

تجھے اپنا بنا کے میں نے لکھی چاند پہ غزل
تھاما جو ہاتھ تو نے سر کا میرا آنچل
تاروں نے دی گواہی اور رات بھی تھی اپنی
مہکنے لگیں تھیں سانسیں اور کھلنے لگے کنول
دنیا میں گھر ہو میرا خواہش نہیں رہی
کتنا حسیں ہے میرا تیرے دل کا یہ محل
آنکھوں میں چمک آئی ہونٹوں پہ مسکراہٹ
ہونے لگے سچ سپنے نظر آگئی منزل
قرطاس کی کشتی پہ پہنچے ہیں فوق تک ہم
ہم دنیا کی رسموں سے نڈر ہو گئے ہیں کشل

کشور کرن

بچوکی

کتنی خوشی ونی ہے مجھے وہ اک مسیحا بنکر آ گیا
کس دلدل سے نکال کر میری زندگی پہ چھا گیا

غزل

یہ عید تمہارے شہر میں بھی آئی ہوگی
بڑے ناز سے تو نے بھی منائی ہوگی
حسین ہاتھ پر مہندی لگائی ہوگی
نرم سی کلائی میں چوڑی سجائی ہوگی
ستارے بھی دیکھتے ہونگے تمہیں صاحب جی
مانگ میں رنگین پاؤں میں پائل سجائی ہوگی
آنکھ میں کاجل بھی ڈالا ہوگا
رخسار پہ لالی بھی لگائی ہوگی
عجیب سی خوشی سے دل بھی دھڑکا ہوگا
کسی چاہنے والے نے جب عید مبارک بولا ہوگا
تو یک دم تجھے اظہر دکھی کی یاد آئی ہوگی
اب کیسا رونا یہ تمہارا تم نے قسمت پہ سوچ کیا ہوگا

اظہر سیفہ دکھی سانگھڑ

خواہش اٹھی آخر اس نبیلہ جیسہ کی آواز میں کون سا جادو ہے وہ کون سی کشش ہے جو آپ کو اچھی لگنے لگی ہے میں نے کوشش شروع کر دی کیسے بھی ہو آپ نے موبائل سے نبیلہ کا نمبر لے کر ہی رہوں گا اتفاق سے ایک دن آپ اپنا موبائل آفس میں رکھ کر باہر نکل گئے میں نے فوراً نمبر کی تلاش شروع کر دی نمبر ڈھونڈ نے میں زیادہ پریشانی نہ ہوئی کیونکہ آپ نے نمبر نبیلہ گوجرانوالہ کے نام سے سیو کر رکھا تھا۔

نمبر مجھے مل گیا خوشی سے گھر جا کر میں نے شام کو نبیلہ کو فون پر نبیلہ کی ہیلو سنتے ہی اور ساتھ یہ کہ آپ کون ہو وہ بھی شہزاد صاحب اتنی سریلی پیاری اور پیارا انداز نبیلہ کا ہی ہو سکتا ہے ایک ہی سانس بول دیا کہ نبیلہ میں کویت سے وسیم بات کر رہا ہوں پلیز فون بند مت کرنا میری بات غور سے سنیں میں نے آپ کا نمبر شہزاد صاحب کے فون سے چوری کیا ہے۔

نبیلہ نے نمبر چوری کرنے کی وجہ پوچھی تو میں نے بتا دیا کہ شہزاد صاحب میرے استاد ہیں اور میں ان کے ساتھ کام کرتا ہوں وہ اکثر آپ کی آواز کی تعریف کرتے تھے دوسرا آپ گوجرانوالہ کی ہو میں بھی گوجرانوالہ کا ہی ہوں دل میں خواہش اٹھی کہ میں بھی آپ کی آواز سن لوں تو اس لیے نمبر چوری کیا ایک اور بات پلیز آپ اس بارے میں شہزاد کو نہ بتانا وہ اس معاملہ میں بہت سخت ہیں کسی کو وہ اپنے فین کا نمبر نہیں دیتے باقی میری نوکری میرے کام کا بھی مسئلہ ہے اس طرح نبیلہ نے نہ بتانے کا وعدہ کر لیا۔

شہزاد صاحب اب ہماری بات روز ہونے لگی تھی آپ واقعی سچ کہتے تھے کہ نبیلہ کی آواز اتنی پیاری تھی ایسی آواز سننے کے لیے میرا بھی روز جی کرنے لگا میں ہر روز نبیلہ کو فون کرنے لگا تھا نبیلہ بھی مجھے ہر روز میسج مس کال کرتی پھر ہم دونوں آہستہ آہستہ فری ہونے لگے ایک رات اس نے کہا وسیم مجھے آپ سے پیار ہونے لگا ہے ہر گزرتا ہوا دن ہر رات میرے لیے ایک نیا گل کھلا دیتی نبیلہ نے مجھے آئی لو یو بول دیا مجھے فون پر بات کرتے کرتے بوسہ بھی کر دیتی بولتی جلدی سے پاکستان آ جاؤ مجھ سے شادی کر لو مجھے یہاں سے دور لے چلو میں آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہوں اس قسم کی باتوں میں ہر روز اضافہ ہونے لگا تھا اس نے بتایا کہ میں اکیلی ہوں ابو امی فوت ہو چکے ہیں ہم صرف دو بہنیں ہیں۔

میں اپنی بڑی بہن اور بہنوئی کے ساتھ رہتی ہوں میرے بہنوئی سرکاری ملازم ہیں اس کی سب باتیں سننے کے بعد بھی مجھے شک سا دل میں رہتا پورے چوبیس گھنٹے کسی وقت بھی فون کرو وہ بات کرنے کو اس نے کبھی نہیں بولا کہ بہنوئی پاس ہیں بہن پاس ہے دن کو بازار جانا دن کو بازاروں میں گاڑیوں کا شور سنائی دیتا آخر ایسا کون سا کام تھا جو بازاروں میں چلی جاتی تھی آخر اس کے پاس اتنے پیسے اتنا خرچہ کہاں سے آتا جو روز شاپنگ کرنے چلی جاتی تھی میں نے بازار پر جانے کی وجہ پوچھی بولی بہنوئی کے ساتھ ہوں تفصیل سے بعد میں بات کروں گی میں سوچ میں پڑ گیا کہ آخر وہ کون سا بہنوئی ہے جو سرکاری ملازم ہوتے ہوئے بھی سالی کے انداز کو سمجھ نہیں سکا۔

ایک دن اس کی اس بات پر مجھے پاگل کر دیا وسیم مجھے بلڈ کینسر ہے وسیم مجھے بچا لو مجھے پچیس ہزار روپے کی ضرورت ہے بہنوئی بھی میری مدد نہیں کر رہا میں حیران و پریشان ہو گیا کہ نبیلہ کو بلڈ کینسر ہے اور کیا پچیس ہزار روپے میں علاج ہو جائے گا اور کوئی بہن اپنی بے سہارا بہن کی مدد نہیں کر رہی اس کی باتوں میں شک کی گنجائش تھی اور مجھے اپنے گھریلو حالات کی وجہ سے گنجائش نہیں تھی میں نے اس کو مشورہ دیا۔

شہزاد صاحب سے رابطہ کرو وہ آپ کی مدد ضرور کریں گے حالانکہ وہ آپ سے مسلسل رابطے میں تھی آپ سے بھی رابطہ کر لیتی تھی میرے انکار پر اس نے

مجھ سے رابطہ توڑ دیا تقریباً ایک دن بعد اس نے خود نئے نمبر سے کال کی تھی اب نہ کوئی گلہ نہ کوئی ذکر نہ کوئی بیماری تھی پھر وہی انداز بوسہ دینا آئی لو یو کہنا آ ؤ مجھ سے شادی کر و اس کی اپنی اتنی بڑی بیماری کی کوئی فکر نہ تھی پھر وہی الفاظ چند دنوں بعد کہ وسیم بلڈ کینسر بگڑ گیا ہے مجھے پندرہ ہزار روپے دے دیں اگر پندرہ نہیں تو دس ہزار ہی بھیج دیں تو میں نے صاف انکار کر دیا۔

ہاں اتنا ضرور کہا کہ اگر میں پاکستان جلدی آ گیا تو آپ کا پورا کا پورا علاج میں خود کرواؤں گا آخر میں اس نے کہا وسیم اس کا مطلب ہے کہ آپ کی طرف سے انکار ہے میں نے کہا ہاں اور دوسری طرف سے فون بند ہو گیا اور دو سال تک اس کا کوئی نمبر آن نہیں ہوا میں سوچتا ہوں ہنستی مسکراتی نبیلہ پانچ موسموں کی مالک دس ہزار میں بلڈ کینسر کا علاج کروانے کسی لڑکی تھی۔ وسیم کی باتیں سننے کے بعد میں نے لمبی آہ بھری کہ نبیلہ چیمہ تم نے اپنے نمبر کیوں بند کر دیئے کوئی ایک بھی نہیں آن وسیم سے کیا مجھ سے رابطہ بھی ختم کر لیا ہاں ہاں اس کے پاس بہت سے نمبر تھے پر جب بھی کوئی نیا نمبر لیتی تو مجھ سے رابطہ ضرور کرتی پر اب ایسا کیا ہوا جو اس نے اتنے سالوں سے رابطہ نہیں کیا۔

نہیں سچ میں اس کو بلڈ کینسر تو نہیں تھا جو اس کی موت کا سبب بن گیا ہو جو بھی تھا دکھ اس بات کا ہے کہ نبیلہ چیمہ نے مدد کے لیے مجھ سے رابطہ کیوں نہ کیا وسیم کو اگر گنجائش نہیں تھی پر شکر ہے اس مالک کا جس نے کسی چیز کی کمی نہیں آنے دی مجھے سب کچھ دیا ہے میں تو مدد کے لیے تیار ہوں نبیلہ میں تو آپ کی پیاری آواز سننے کے لیے ترس گیا ہوں تم میری جواب عرض کی فین ہو اور میں آپ کی آواز کا فین ہوں۔

میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے میں جی بھر کے رو دیا پھر ریلیکس ہو کر قلم پکڑ کو نبیلہ چیمہ کو پیغام لکھ رہا ہوں نبیلہ اللہ کرے آپ زندہ سلامت ہوں جب بھی میری تحریر آپ کو ملے تو مجھ سے رابطہ ضرور کرنا۔

قارئین یہ بھی اپیل ہے کہ نبیلہ چیمہ کی صحت یابی کے لیے دعا کریں۔

قارئین میری یہ بھی تحریر بالکل سچی ہے مجھ سے بہت سارے جواب عرض کے قارئین پوچھتے ہیں آپ رائیٹر جو بھی لکھتے ہیں کیا وہ سچ ہوتا ہے میرا جواب یہی ہوتا ہے کہ میں جو بھی لکھتا ہوں وہ سچ ہی ہوتا ہے اور میں ہمیشہ سچ ہی لکھتا ہوں۔

غزل کے چند اشعار آپ کے نام۔

فقر کی بات فقیروں میں
لکھا ہے تحریروں میں
تنہائی آباد ہوئی ہے
بے آباد جزیروں میں
ارمانوں کا خون ہوا ہے
رنگ ابھرے تصویروں میں
کچھ دشمن بھی شامل تھے
ان کے ساتھ سفیروں میں
قسمت کے قانون کہاں
ہاتھ اور لکیروں میں

سبب تو نہ تھیں تیری یادیں
تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا
ضبط کا حوصلہ بڑھا لینا
آنسوؤں کو چھپا لینا
کانپتی ڈولتی صداؤں کو
چپ کی چادر سے ڈھانپ کر رکھنا
بے سبب ہی کبھی کبھی ہنسنا
جب بھی ہو بات کوئی تلخی کی
موضوع گفتگو بدل دینا
بے سبب تو نہ تھیں تیری یادیں
تیری یادوں سے ہم نے
کیا کیا نہیں سیکھا

اقراء بٹ۔ راولپنڈی

محبت مر نہیں سکتی

عمر حیات شاکر۔ 0343.9296272

جواب عرض کی دنیا میں میری پہلی کہانی شائع ہوئی تو میں جواب عرض کے تمام پڑھنے والے، لکھنے والے اور حق کر شائع کرنے والوں سے جن سے مجھے بہت زیادہ حوصلہ افزائی کی اور مجھے اتنی عزت اور پیار دیا جس میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا جس کے بعد میں لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ جواب عرض وہ واحد ادارہ ہے جو دکھی انسانیت کی آواز کو بہت دل سے سنتا ہے اور مکمل اعتماد کے ساتھ دوسرے لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جواب عرض میں شہرت کے لیے کسی بھی قسم کی سفارش کی ضرورت نہیں جتنے لوگوں نے میری تحاریر پر میری حوصلہ افزائی کی جواب عرض کے صفحات کم نظر آتے ہیں سب کے نام شامل نہیں کر پاؤں گا جن کے نام شامل نہ کر پاؤں ان سے درخواست ہے وہ ناراض نہ ہوں جن کے نام شامل نہ کر پایا ہوں تمام دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

۱۔ شاہد رفیق ([illegible])
۲۔ امجد بھٹی ([illegible])
۳۔ خرم شہزاد مغل (آزاد کشمیر)
۴۔ مزمل حسین (بہاولپور)
۵۔ شاہد رضا ([illegible])
۶۔ محمد ارشد (اوکاڑہ)
۷۔ رابعہ عمران (سرگودھا)
۸۔ علی مرتضیٰ (کراچی)
۹۔ [illegible] ([illegible])
۱۰۔ محمد فراز (عارف والا)
۱۱۔ ایم حسن نظامی ([illegible])
۱۲۔ ریاست علی سانول ([illegible])
۱۳۔ [illegible] (میاں چنوں)
۱۴۔ امجد شہزاد (گوجرانوالہ)
۱۵۔ سرفراز خان (فیصل آباد)
۱۶۔ محسن ایاز رانجھا (منڈی بہاؤالدین)
۱۷۔ سید احمد سلطان (منڈی بہاؤالدین)
۱۸۔ نازک حسین (ایبٹ آباد)
۱۹۔ بخش نتھن محمد خوسہ۔ پرنسپل آف پبلک سکول (بلوچستان)
۲۰۔ شگفتہ ناز (آزاد کشمیر)
۲۱۔ [illegible]۔ منڈی بہاؤالدین
۲۲۔ ثانیہ (ہری پور)
۲۳۔ کرن (سرگودھا)
۲۴۔ نازین (ننکانہ صاحب)
۲۵۔ صبا تبسم (کراچی)

جواب عرض کی شرائط کے مطابق کہانی میں تمام کرداروں اور مقامات فرضی ہیں سانم اور ایمان کی کہانی محبت مر نہیں سکتی آپ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا ہوں آیئے سنتے ہیں اس کے قریبی دوست کی زبانی

میرے دوستو آج کے دور میں ہر کوئی کسی نہ کسی کی محبت میں گرفتار ہے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ محبوب کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ خود پر قابو نہیں پا سکتا۔ محبوب کی کشش اسے پاگل کر دیتی ہے اور وہ پاگل پن خوشیوں کے جھونکوں سے شروع

ہوتا ہے اور دکھوں کی دلدل پر ختم ہو جاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بہت سارے لوگوں کو محبت حاصل نہیں ہوتی اور جسے حاصل ہو جائے وہ محبت کا بھرم نہیں رکھ سکتا۔ کی حاصل شدہ محبت میں عاشق اپنے محبوب سے ایسا رویہ اختیار کرتا ہے کہ محبوب کو محبت کے نام سے نفرت ہو جاتی ہے اور کیسے محبوب اپنے عاشق کو ایسے مسائل میں الجھا دیتا ہے کہ عاشق اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ کچھ لوگ محبت کو آسمان کی بلندیوں تک لے جاتے ہیں اور کچھ لوگ محبت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ کچھ لوگ محبت کے سر پر تاج پہناتے ہیں اور کچھ لوگ محبت کے ماتھے پر کیچڑ۔ ایک انسان محبت کی سلامتی کیلئے اپنی جان تک گنوا دیتا اور ایک انسان ہوس کا سہرا باندھے ہوئے محبت کا نام تک مٹا دیتا ہے جس کی وجہ سے آج کے دور میں سچی محبت کی پہچان مشکل ہو گئی ہے لیکن لاکھ کر لیں کوشش زمانے والے محبت کو مٹانے کی شاکر ہر بار محبت کی ایسی مثال لے کر حاضر ہو گا جسے کوئی محبت کرنے والا فراموش نہیں کر سکے گا اور اس بات کا اقرار کرے گا کہ محبت مٹ نہیں سکتی۔ ایسی ہی نہ ملنے والی محبت کی مثال سائم اور ایمان نے دی ہے۔

بتانے والے نے جب سائم کے حسن کی تعریف کی تو میں حیران رہ گیا اور تمنا سی دل میں پیدا ہوئی کہ کاش۔۔۔۔۔ کاش میں اسے ایک بار دیکھ لیتا تو دوبارہ مجھے حسن کو دیکھنے کی تمنا نہ ہوتی۔ 22 سالہ نوجوان کیا اللہ نے اسے حسن دیا تھا۔ وہ جہاں سے بھی گزرتا جو لڑکی اسے دیکھتی اس پر دل ہار جاتی اور یہی تمنا کرتی کہ اللہ میری کوئی دعا قبول کرے تو بس یہی ہو کہ زندگی بھر سائم کا ساتھ۔ مانگنے سے ہر تمنا پوری نہیں ہوتی ایسا ساتھ تو قسمت والوں کو ملا کرتا ہے۔ سائم۔ سائم ہر لڑکی کی زبان پر چرچا کہ سائم کس کا ہو گا اگر کوئی لڑکی سائم سے اس کے دل کی رائے لیتی تو مسکراتے ہوئے جواب دیتا مجھے آج تک کوئی ایسا چہرہ نظر آیا ہی نہیں جو میرے ہوش اڑا سکے میرا چین گنوا سکے۔ جس کیلئے میں بے قرار ہو جاؤں۔ نیند اور میرے درمیان ہزاروں میل فاصلے قائم ہو جائیں۔

جتنا وہ حسین تھا اس سے زیادہ لاڈلا۔ کام کا نام لیتے ہی گھر سے بھاگ جاتا سائم کی امی جب کوئی کام کہتی کرکٹ کا بہانہ بنا دیتا کہ ماں آج تو میں نے میچ کھیلنے جانا ہے تو ماں کہتی کہ آج آپ کے ابو سے کہوں کہ اس کی شادی کر دو تب یہ کام کرے گا تو مسکرا دیتا اور کہتا ماں میرے ہاتھوں میں تو شادی کی لکیر ہی نہیں ہے اور کرکٹ کھیلنے کیلئے دوڑ جاتا تھا۔ سائم کے دو شوق تھے۔ ایک میوزک دوسرا کرکٹ۔ شام جب سائم کرکٹ کھیل کر گھر آیا تو ابو سے کہنے لگا ابو جان ماں مجھے روز کام کام کہتی رہتی ہے اگر مجھ سے کوئی کام کروانا ہے تو مجھے ٹریکٹر لے کر دیں وہ میں چلایا کروں گا شرط یہ ہے کہ اس پر ٹیپ ضرور لگوا کر دینی ہے اس کے ابو مسکرانے لگے اور سائم کو ٹریکٹر لیکر دینے کا وعدہ کر دیا ایک ماہ میں انہوں نے سائم کو ٹریکٹر لے کر دے دیا اور سائم ہنسی خوشی اپنی کھیتوں میں ہل چلاتا اور دوسرے لوگوں کی بھی اور اس پر لگی ٹیپ کو خوب انجوائے کرتا۔ ایسے ہی وقت گزرتا گیا۔

سائم کے گاؤں کے قریب ہی دو بڑے گاؤں اور بھی تھے۔ ان تینوں گاؤں کے ایک طرف پہاڑ کے درمیان ایک پانی کا چشمہ تھا جس کا پانی سردیوں میں نیم گرم اور گرمیوں میں نہایت ہی ٹھنڈا۔ جس کا پانی صاف اور خوش ذائقہ تھا۔ آس پاس کے گاؤں میں نلکے ہونے کے باوجود لوگوں کی یہی کوشش ہوتی کہ وہاں سے پانی بھریں۔ جس کی وجہ سے وہاں کی زیادہ تر عورتیں اسی چشمے سے پانی بھرا کرتی تھیں۔ ایک روز سائم چشمے کے قریب ٹریکٹر پر ہل چلا رہا تھا اسے پیاس محسوس ہوئی اس نے ٹریکٹر کو کھیت کے ایک طرف کھڑا کر کے اپنی پیاس بجھانے کیلئے چشمے کی طرف چل پڑا سائم کیا جانتا تھا جس پیاس کو بجھانے کیلئے وہ چشمے پر جا رہا ہے وہ پیاس اتنی

شدت اختیار کر جائے گی جو کبھی بجھ نہ سکے گی۔ پر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے پیاس کی حالت میں وہ جلدی جلدی چشمے پر پہنچا اور جھٹ سے پانی پر ٹوٹ پڑا۔ پانی کو ہاتھوں سے صاف کر کے دونوں ہاتھوں سے صاف کر کے دونوں ہاتھوں سے پانی منہ کو لگاتا۔ دو تین بار جب سائم نے یہی عمل دوہرایا دوسرے کنارے پر بیٹھی ایک لڑکی مسکرانے لگی۔

سائم کے کانوں پر کسی لڑکی کے مسکرانے کی آواز پڑی جب سامنے دیکھا وہ لڑکی سائم پر خوب ہنس رہی تھی۔ وہ لڑکی۔ لڑکی تو نہیں شاید لڑکی کے روپ میں کوئی پری زمین پر اتر آئی ہو۔ اس کا نام ایمان تھا۔ ایمان کے گاؤں اور ساتھ کے کئی گاؤں میں جب کبھی حسن کی بات ہوتی تو مثال دینے میں ایمان کا نام نہ آئے وہ بات ناممکن ہوتی تھی۔ سائم نے اس سے سوال کیا کہ آپ نے کبھی کسی کو پانی پیتے ہوئے نہیں دیکھا؟ کہنے لگی پانی پیتے ہوئے تو بہت دیکھا ہے لیکن آپ کو دیکھ کر ایسا لگا کہ جیسے پچھلے ایک ماہ سے آپ نے پانی نہیں پیا۔ سائم خود بہت خوبصورت تھا لیکن آج وہ ایمان کو دیکھ کر اپنے حسن کو بھول گیا اور ایمان کی طرف غور سے دیکھنے لگا کہ کیا کوئل کی سی آواز ہے کہ اس کے گھنے لمبے بالوں کی تعریف کروں یا اس کے گالوں کی۔ اس کی موٹی آنکھوں کی تعریف کروں یا اس پر گھنی پلکوں کی اس کی پتلی ناک یا اس کے گلابی ہونٹوں کی۔ ابھی تک تو سائم نے اسے پوری طرح دیکھا بھی نہیں تھا کہ ایمان نے متوجہ کیا کہ اے مسٹر پہلے کبھی لڑکی نہیں دیکھی تو سائم نے کہا لڑکیاں تو بہت دیکھی ہیں لیکن لڑکی کے روپ میں پری آج پہلی بار دیکھی ہے۔

شعر

ہم کو ہی کیوں دیتے ہو پیار کا الزام

کبھی خود سے بھی پوچھو اتنے پیارے کیوں ہو

مسکرانے لگی اور پوچھا آپ کا نام کیا ہے تو کہا سائم اور اس نے کہا میرا نام ایمان ہے سائم ایمان کو دیکھ کر گم سا ہو گیا۔ لیکن اس وقت ایمان کی حالت بھی کچھ کم نہ تھی اتنے میں ساتھ والی لڑکی نے آواز دی کہ ایمان چلو دیر ہو رہی ہے پہلی ہی نظر میں سائم اور ایمان اتنے اپنے سے ہو گئے جیسے قدرت نے انہیں ایک دوسرے کے لیے ہی بنایا ہو۔ ایمان نہ چاہتے ہوئے اپنے پانی کے برتن کو اٹھایا اور چل پڑی اور سائم کو آنکھوں ہی آنکھوں میں پھر وہی ملنے کا کہہ گئی۔ اور سائم پہلی ہی نظر ایمان پر دل ہار بیٹھا تھا آہیں بھرتا واپس اپنے ٹریکٹر کے پاس آیا چابی گھمائی اور گھر کی طرف آ گیا۔

شام کو جب کھانا کھا کر سونے لگا تو ایمان کا چہرہ آنکھوں سے اوجھل ہونے کا نام بھی نہیں لے رہا تھا۔ آج اسے گاؤں کی لڑکیوں کی باتیں یاد آ رہی تھی کہ سائم آپ کے دل میں کوئی ہے۔ بن بولے سائم کے دل سے ہی آواز آ رہی تھی۔ ایمان ہی ایمان ہے۔ بڑی مشکل سے رات کٹی دوسرے دن سائم پھر چشمے کی طرف چلا گیا۔ کیا پتہ ایمان کب آ جائے اور اس کے دیدار سے محروم نہ ہو جاؤں دوپہر کا وقت تھا چشمے پر دو درختوں نے اس قدر سایہ کیا ہوا تھا جب ہوا پانی کی ٹھنڈک اور گھنے درختوں کے سائے کو چھو کر کسی انسان سے مس ہوتی تھی اور انسان کے وجود میں ایک ٹھنڈی سی سہر اٹھتی تھی انسان خود کو پُرسکون محسوس کرتا تھا۔ لیکن سائم کے اندر انتظار شدت اختیار کر رہا تھا کہ کب ایمان پانی بھرنے آئے اور اسے کچھ راحت محسوس ہو۔ دوپہر کو ایمان اور اس کی دوست پانی بھرنے کے لیے آئیں دیکھتے ہی سائم کی جان میں جان آ گئی اور دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔

یہ دل کب کسی کا ہو جانے کسی کے اختیار میں ہے سائم سے ایمان نے ملنے کا اشارہ کیا ایمان نے اپنی دوست سے کہا کہ آپ میری مدد کریں کوئی میرے لیے بڑا بے چین ہے اور میں اس کے لیے اور مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے مجھے تھوڑا سا ٹائم دے دو۔ ایمان کو جانے کی اجازت دے دی۔ سائم اور ایمان ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اس سے پہلے سائم اپنے دل کا حال سناتا ایمان نے بتایا شروع کر دیا کہ آپ کو دیکھتے ہی جو میرے دل کی حالت ہوئی ہے جیسے میں بیان نہیں کر سکتی۔ کیسے گزری ہے اس کی رات بتانے لگی سائم اپنے دل کی حالت بیان کرتا اس سے زیادہ ایمان کی حالت بری تھی سائم ایمان کے منہ کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔

تم جو ہنستی ہو تو پھولوں کی ادا لگتی ہو

اور چلتی ہو تو اک بادِ صبا لگتی ہو

دونوں ہاتھوں میں چھپا لیتی ہو اپنا چہرہ

مشرقی حور ہو دلہن کی حیا لگتی ہو۔

کچھ نہ کہنا میرے کندھے پہ جھکا کر سر کو

کتنی معصوم ہو تصویرِ وفا لگتی ہو۔

بات کرتی ہو تو ساغر سے کھنک جاتے ہیں

مہر کا گیت ہو کوئل کی صدا لگتی ہو

کس طرف جاؤ گی یہ زلفوں کے بادل لے کر

آج مچلی ہوئی ساون کی گھٹا لگتی ہو۔

تم جسے دیکھ لو پینے کی ضرورت کیا ہے

زندگی بھر جو رہے ایسا نشہ لگتی ہو۔

میں نے محسوس کیا تم سے دو باتیں کر کے

تم زمانے میں زمانے سے جدا لگتی ہو۔

اور کچھ وہ ایمان سے بیان کرنا سب کچھ اس نے کہہ دیا اس درخت کے نیچے سائم اور ایمان نے ایک دوسرے سے اپنی اپنی محبت کا اظہار کر دیا۔ اور ایسا محسوس کرنے لگے کہ جیسے وہ ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہوں جب دو دل ملتے ہیں تو وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کو کوئی مذہب، فقہ، برادری ان کے لیے کوئی دیوار کھڑی کرے گا اور وہ ہر قسم کی دیوار گرانے کے لیے پر عزم ہو جاتے ہیں سائم اور ایمان کی ملاقات میں دل کی باتیں کی اور ایک دوسرے سے وفا کرنے کی قسمیں کھائی۔

یہ دل کا لگانا عجیب ہوتا ہے محبوب کے منہ سے نکلنے والی بات تو عاشق ایسے قبول کرتا ہے جیسے اس کے منہ سے نکلنا اور پورا ہو جانا۔ عاشق اپنا سب کچھ محبوب پر لٹانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے بے شک محبوب کے دل میں اپنے لیے کوئی لالچ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ

لالچ چاہیے خون کی ندی بہانا ہو چاہیے اس کی جان لینی ۔ اور آج کل کچھ محبوب اپنے عاشق کا دل گردہ لینے سے بھی نہیں شرمائے خیر یہ تو زمانے کی بات ہے لیکن سائم اور ایمان کی محبت ایک دوسرے کے لیے پاک تھی ۔ ایسی ملاقاتیں سائم اور ایمان کے درمیان کافی عرصے تک چلتی رہیں ۔۔

ایک دفعہ سائم اور ایمان اس درخت کے نیچے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر بیٹھے تھے ۔ ایمان نے کہا سائم آخر کب تک چلے گا دو پل کے لیے آپ سے دور ہو جاتی ہوں تو جینا مشکل سا لگتا ہے تمہیں کھونے سے ڈر لگتا ہے ہمارے اندر جو برادری اور امیری وغریبی کی دیوار ہے اس کو کیسے گرایا جائے تاکہ ہمارے والدین رشتے کے لیے راضی ہو جائیں ابتدا تو کرنی پڑے گی آج میں اپنی امی سے جا کر اپنی محبت کے بارے میں بتاتی ہوں اور آپ اپنے گھر والوں کو بتا کر ہمارے رشتے کی بات کریں ۔

سائم نے بھی ایمان کو یقین دلایا کہ آج میں بھی گھر جا کر اپنے امی ابو کو رشتے کے لیے کہوں گا اور اگر اللہ نے چاہا تو ضرور کوئی راہ نکل آئی گی ۔

ایمان نے کہا اگر ایسا ممکن نہ ہو سکا تو؟ سائم نے ایمان کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا ایسا خدا نہ کرے میں ایسا کرنے میں کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اگر ایسا نہ ہو سکا تو ہمارا ایک دوسرے کے بغیر جینا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گا ۔ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہوئے اپنے گھر کو چلے گئے ۔

سائم جب گھر گیا کھانا کھا کر اپنے امی ابو کے قریب بیٹھ گیا تو سائم کی امی نے کہا بیٹا لگتا ہے آپ ہم سے کچھ کہنا چاہتے ہو لیکن کہہ نہیں پا رہے کیا بات ہے؟ خیر تو ہے نا؟

جی امی بات ہی کچھ ایسی ہے کہ مجھ میں ہمت نہیں ہو رہی کہ میں کیسے شروع کروں ۔ میں آپ لوگوں سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں آپ مجھے دیں گے نا؟ ماں کہنے لگی بیٹا گھر میں کوئی چیز ایسی ہے جو میں آپ سے پیاری ہو سب کچھ آپ ہی کا تو ہے جو چاہے مانگ لو ۔ سائم مسکراتے ہوئے امی سے کہنے لگے امی میں ایک لڑکی سے پیار کرتا ہوں اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں ۔ امی ابو دونوں مسکرانے لگے اور کہا بیٹا آپ تو کہتے تھے کہ ابھی میری شادی کی عمر ہی نہیں ہے تو پھر یہ خیال کیسے آیا کون ہے وہ خوش نصیب جو ہمارے بیٹے کو پسند آگئی ہے ۔

ماں وہ ہمارے گاؤں اور برادری کی نہیں ہے وہ لوگ ہم سے بہت امیر ہیں لیکن جیسے بھی ہو میں اسی سے شادی کروں گا اس کے والدین پریشان ہو گئے کہ اگر ہمارے محلے یا برادری کی بات ہوتی تو اور بات تھی اب ہم ان کے گھر رشتہ لینے کیسے جائیں جنہیں ہم جانتے بھی نہیں ۔ لیکن اپنے بیٹے کی خوشی کیلئے ہاں کر دی ۔

اگلے روز جب سائم اور ایمان اسی درخت کے نیچے ملے تو سائم نے ایمان کو بتایا کہ میرے امی ابو آپ کا رشتہ لینے کیلئے تیار ہو گئے ہیں آپ نے گھر بات کی؟ ایمان نے کہا میں نے رات امی سے بات کی ہے انہوں نے کہا ہے اگر لڑکا اچھا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ان کی غریبی اور غیر برادری کو دیکھتے ہوئے آپ کے ابو نہیں مانیں گے اور میں ان کے سامنے یہ بات نہیں کہہ سکتی ۔ آپ سائم سے کہہ کر ان کو رشتے کیلئے بھیج دیں خدا خیر کرے گا ۔

سائم آپ اپنے گھر والوں کو رشتے کیلئے بھیجیں جواب جو بھی ہو میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں۔ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ کر دونوں اپنے اپنے گھر چلے گئے۔اگلے دن سائم کے والدین ایمان کا رشتہ لینے اس کے گاؤں چلے گئے ان کے گھر جانے پر ایمان کے ابو گھر موجود نہیں تھے۔ایمان اور اس کی ماں موجود تھیں انہوں نے سائم کے والدین کو عزت سے بٹھایا اور کچھ خاطر تواضع بھی کی۔
سائم کے امی ابو ایمان کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور اپنے بیٹے کی پسند پر فخر کرنے لگے۔اور ایمان سے بہت پیار کرنے لگے اور ایمان سائم کی امی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی اور سکون محسوس کرنے لگی اور یہی دعا کرنے لگی کہ خدا کرے یہ محبت مجھے نصیب ہو جائے اس گھر سے مجھے کتنا پیار ملے گا اور میری زندگی جنت بن جائے گی۔
اتنے میں ایمان کے ابو آگئے ایمان اٹھ کر اپنی جگہ چلی گئی۔ایمان کی امی نے ان کو تعارف کروایا اور ان کے آنے کی وجہ بتائی انہوں نے کہا ہم اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی ہی برادری میں کریں گے اور رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔سائم کے والدین کی لاکھ منتوں کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ایمان کی آنکھوں میں آنسو آگئے ماں کے گلے لگ کر زاروقطار رونے لگی لیکن ایمان کے ابو نے بیٹی کی آنسوؤں کو امیری اور برادری کے رسموں کے نیچے دبا دیا۔اور اس کے آنسو کسی کام نہ آئے۔
سائم کے والدین جب گھر آئے تو ان کے مرجھائے ہوئے چہرے دیکھ کر سائم کو اندازہ ہو گیا کہ انہوں نے جواب ناں میں دیا ہے سائم اپنے ابو کے گلے لگ گیا روتے ہوئے کہنے لگا ابو جان ایسا کیوں ہوتا ہے پہلے تو دل میں کوئی جگہ نہیں بنا پاتا اگر بن جائے تو زمانے کا رسم و رواج، امیری غریبی۔اپنے اور غیر رکاوٹیں بن کر کھڑے ہو جاتی ہیں اگر محبت کرنے کا یہی صلہ ہے تو میں ایسے جواب کے خلاف بغاوت کرتا ہوں ایمان میری روح ہے اسے کوئی مجھ سے جدا نہیں کر سکتا۔آپ یقین رکھنا ہماری محبت بے داغ ہے اور ہمارے دلوں میں سچائی۔ابو جان میری رگوں میں ایک عزت دار باپ کا خون ہے میں نے آج تک ہر کسی کی عزت کو اپنی عزت سمجھا ہے اور ایمان میرا حق ہے اسے میں حاصل کر کے رہوں گا اور ہم دونوں اس پیار کے پرچم کو بلند رکھیں گے۔اتنی بات کہہ کر سائم روتا ہوا گھر سے باہر چلا گیا۔سائم کے والدین بھی رونے لگے کہ کاش ہم اپنے بیٹے کیلئے کچھ کر سکتے لیکن ان کے بس میں کچھ نہیں تھا۔
دوسری طرف ایمان نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا اور امی کو کہا ماں میں سائم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی آپ پلیز کچھ کریں ابو کو سمجھائیں شاید وہ آپ کی بات مان لیں لیکن وہ تو اپنی ساری کی ساری کوششیں کر چکی تھیں۔
ایمان اور سائم کی محبت کی بات جلد ہی دنوں گاؤں میں پھیل گئی ان سب لوگوں کی بھی سائم اور ایمان کے ساتھ تھیں کہ کتنی پیاری جوڑی ہے اگر یہ مل جائیں تو یقیناً حسن اور محبت کی مثال ہوں گے۔لیکن کبھی کبھی دعائیں بھی اثر نہیں کرتیں ایمان کے والد پر ان دعاؤں کا کچھ اثر نہ ہوا وہ اپنی ضد پر قائم رہے۔
ایک ماہ بعد سائم اور ایمان اس درخت کے نیچے دوبارہ ملے ایک دوسرے کی جدائی میں کیسا مہینہ گزرا ایک دوسرے کو بیان کیا جس میں ایمان نے اپنے گھر میں اس پر لگی پابندیوں کا بھی ذکر کیا اور سائم کو مشورہ دیا کہ ہمارے گاؤں کے نمبردار کی ابو بڑی عزت کرتے ہیں آپ ان کی مدد لیکر دوبارہ رشتہ کیلئے آئیں مجھے امید ہے ابو انکار نہیں کر پائیں گے۔
سائم نے کہا ایمان میں محبت کو حاصل کرنے کیلئے ہر راستہ اختیار کرنے کیلئے تیار ہوں میں اپنے والدین سے ان کے ذریعہ

بات کر کے دیکھتا ہوں کچھ بھی ہو میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا تمہارے بغیر میرا جینا مشکل ہے دونوں نے ایک دوسرے کو تسلیاں دیں اور اگلے مرحلے کیلئے تیار ہو گئے۔

سائم نے گھر جا کر اپنے والدین کو نمبردار والا راستہ بتایا اور وہ سائم کی اس بات کو بھی ماننے کیلئے تیار ہو گئے۔ جب سائم کے ابو اور نمبردار ایمان کے ابو کے پاس آئے تو انہوں نے کہا میں اپنی بیٹی کا رشتہ اپنے خاندان میں طے کر چکا ہوں اب میں نے زبان دے دی ہے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں حالانکہ انہوں نے ابھی تک کسی سے بھی ایمان کے رشتے کی بات نہیں کی تھی۔ نمبردار اور سائم کے ابو پھر مایوس ہو کر واپس لوٹ رہے تھے ایمان سائم کے ابو کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اس کی نگاہوں میں وہ سارے جذبات صاف نظر آ رہے تھے جو سائم کی محبت میں تڑپ رہے تھے لیکن ان کی قدر کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ سائم کے ابو نے گھر آ کر سائم کو سارا ماجرا سنایا۔ سائم نے اپنے ابو سے کہا کہ مجھے فخر ہے اپنے باپ پر جس نے اپنے بیٹے کی پاک اور سچی محبت کیلئے اپنی عزت داؤ پر لگا دی۔ میں دنیا و آخرت میں آپ سے خوش ہوں۔ سائم روز چشمے پر ایمان کا انتظار کرتا۔ کچھ دنوں بعد ایمان سائم سے ملنے آ گئی اور اپنے اوپر لگی پابندیوں کا ذکر کیا۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیے ایمان نے بتایا کہ میرے والد اب بھی اپنی ضد پر قائم ہیں اور آپ سے میرا رشتہ کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہیں اور میرا آپ کے بغیر ایک سانس لینا بھی مشکل ہے کچھ بھی کرو میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں کب آپ سے دور رہ کر زندہ رہ پاؤں گی۔ راستے بے شمار ہیں لیکن وہ ہماری محبت کیلئے داغ ہیں اور میں دنیا کو محبت کی شکل میں ہوس کا شکار نہیں ہونے دوں گا انشاءاللہ ہماری محبت جیسے پاک تھی، ہے اور رہے گی۔ ہماری محبت پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکے گا۔ دونوں ایک دوسرے کو گلے لگا کر زاروقطار رونے لیکن ان کا رونا، تڑپنا کون دیکھ رہا تھا۔

تب ان دونوں نے آپس میں فیصلہ کیا اکھٹے جی نہیں سکتے تو مر تو سکتے ہیں کچھ ایسا کیا جائے ہم دونوں اپنی جان سچی محبت پر قربان کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

کمال کی بات ہے محبت میں جان کس کو پیاری نہیں لیکن کمبخت محبت انسان سے جب بھی مانگتی ہے قربانی ہی مانگتی ہے۔ مشورہ کے بعد انہوں نے ایک ہفتے بعد اسی جگہ پر ملنے کا پلان بنایا۔ ایک ہفتے بعد سائم اور ایمان اسی درخت کے نیچے ملے جس کے نیچے وہ بیٹھ کر ایک دوسرے سے دل کی باتیں سنا کرتے تھے۔ زندگی کے خوبصورت خواب سجایا کرتے تھے۔ وفا کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کی دھڑکن کو محسوس کیا کرتے تھے۔ کبھی اس بات کا تو تصور بھی نہیں کیا تھا کہ محبت ان کو ایسے موڑ پر لا کر کھڑا کر دے گی جہاں ان کے سارے خواب ٹوٹ جائیں گے اور رہ جائیں گی تو رسم و رواج، امیری، غریبی، شان و شوکت، اپنی اپنی انائیں اور محبت ایک دوسرے کو تڑپتی نگاہوں سے دیکھتی رہ جائے گی۔ ان پتھر دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوگا۔ محبت سب کچھ لٹا دے گی۔

سائم کے ہاتھ میں ایک رائفل اور کچھ گولیاں تھیں انہوں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ ہم محبت پر قربان ہو جائیں گے۔ لیکن محبت کو صفحہ ہستی سے مٹنے نہیں دیں گے۔

سائم نے رائفل میں گولیاں ڈالیں اور ایمان سے کہا رائفل لوڈ ہو گئی ہے اس نالی کو میرے سینے پر رکھ دیں اور فائر کر دیں بعد میں خود کو قربان کر دینا۔ ذرا سوچیے دوستو! کیا وہ وقت ہوگا جب محبت محبت پر قربان ہو رہی تھی۔ کیسے ان کی دھڑکن دھڑک رہی ہو

گی۔ ایک دوسری کا زندگی بھر ساتھ نبھانے والے آج ایک دوسرے کے ہاتھوں سے محبت پر قربان ہو رہے ہیں۔ ان کے دل میں کیسے کیسے سوال آئے ہوں گے کہ کاش یہ زمانے کی رسمیں ہار جاتیں۔ کاش یہ امیری غریبی ایک طرف ہو جاتی۔ کاش کسی کی انا رحم دلی میں بدل جاتی۔ کاش کسی کی دعائیں کام آ جاتیں۔ کاش کوئی ہمارے پھولوں جیسے چہروں کو محبت سے دیکھ لیتا تو آج محبت پر یہ زوال نہ آتا۔

ایمان نے کہا سائم میری سانسوں کے مالک میں لڑکی ہوں میرا دل کمزور ہے میں نے تمہیں ہنستے مسکراتے دیکھنے کی منتیں مانی ہیں تمہیں اپنے ہاتھوں سے قربان نہیں کر سکتی آپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپتے دیکھ کر ہوش نہ کھو دوں۔ میری ایک تمنا ہے مجھے اپنی گود میں ایک بار صرف ایک بار سر رکھنے دو پھر میرے سینے پر گولی چلا دینا۔ یہ پل سائم کے لیے کتنے مشکل ہوں گے لیکن اس کے علاوہ زمانے نے ان کے پاس کوئی راہ ہی نہیں چھوڑی تھی اور انھیں یہی فیصلہ سب سے اچھا لگا۔

تب سائم نے ایمان کا سر اپنی گود میں رکھا رائفل کی نالی اس کے سینے پر تان دی ایمان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالا اور فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے ایمان اپنی محبت پر جان کا نظرانہ پیش کر گئی ساتھ ہی سائم نے رائفل کی نالی اپنے سینے کی طرف کیا ہوا دائیں پاؤں کے انگوٹھے سے فائر کر دیا۔ اور تڑپنے لگا۔ ساتھ ہی گاؤں والوں نے فائر کی آواز سنی آواز کا تعین کرتے ہوئے چشمے کی طرف دوڑے اس درخت پر پہنچے تو ایک محبت دم توڑ چکی تھی

آس پاس گاؤں والے لوگوں نے دیکھا ایمان سائم کی گود میں خون میں لت پت جان کی بازی ہار چکی تھی اور سائم کا ایک ہاتھ ایمان کے ہاتھ میں دوسرا رائفل کی نالی پر تھا اور پاؤں کا انگوٹھا رائفل کے ٹریگر پر تھا۔ اور زندگی کی آخری سانسیں گن رہا تھا شاید وہ لوگوں سے کہنا چاہ رہا تھا۔ جان کس کو پیاری نہیں لیکن کاش ہمیں کوئی مجبور نہ کرتا۔ ہم اکھٹے جی نہیں سکتے تو مر تو سکتے ہیں دنیائے فانی رخصت ہو گیا۔

سائم اور ایمان کے والدین بھی اتنے میں وہاں پہنچ گئے اور اپنے بچوں کی حالت دیکھ کر تڑپنے لگے اور آنکھوں میں آنسو جاری تھے لیکن ان کے یہ آنسو سائم اور ایمان کے کچھ کام نہ آنے والے تھے۔ دونوں گاؤں کے لوگوں کی بھی آہیں نکل گئیں۔ سب لوگ ان کی محبت کی پاکیزگی پر مثالیں دے رہے تھے۔ ایمان کے ابو ان کی باتیں خوب سن رہے تھے۔

کیا کسی نے خوب کہا ہے۔ بات زبان سے تیر کمان سے، اور گولی بندوق سے ایک بار نکل جائے تو لوٹ نہیں آتی۔ ایمان کا والد چیخیں مار مار کر رو رہا تھا شاید اس بات کو گواہی دے رہا تھا کہ کاش وہ وقت لوٹ آئے اور میں اپنی چاند جیسی بیٹی کو سائم جیسے شہزادے کے ساتھ بیاہ کر اپنے ہاتھوں سے رخصت کر دیتا۔ یاد رکھیے؟ خود کو بدلنے کے لیے وقت موقع ضرور دیتا ہے لیکن وقت کو بدلنے کے لیے انسان کو موقع نہیں ملتا۔

سائم اور ایمان کو ان کے گھر والے اپنے اپنے لے کر چلے گئے اور کئی مہینوں تک سوگ کا عمل جاری رہا۔ آج 20 سال بعد لوگوں کی زبان سے اگر سائم اور ایمان کا قصہ ختم نہیں ہوا وہ والدین کب چین سے سو پاتے ہوں گے۔

سائم اور ایمان کی کہانی تو یہاں ختم ہو گئی لیکن اس نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ایمان کے والد کا کیا جاتا اگر وہ رشتے کے

لیے راضی ہو جاتا تو میرے ذہن میں بے شمار جواب آ گئے۔ معاف کرنا دوستو میں قلم کے ہاتھ مجبور ہوں جب لکھنے لگتا ہوں تو یہ میری ایک بھی نہیں سنتی اور اُن باتوں کو لکھنے پر مجبور کر دیتی ہے جس کے لکھنے سے بہت سارے دل ٹوٹ جاتے ہیں لیکن اس قلم کے آگے سائم اور ایمان جیسے لوگوں کی جان کی قیمت ہے اُن بے کار دلوں کی نہیں جن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

آج ایک باپ اپنی بیٹی پر اعتبار نہیں کرتا۔ ایک ماں اپنے بیٹے پر خوش نہیں ہے۔ ایک سسر اپنی بہو کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ایک میاں اپنی بیوی پر زرا بھی رحم دل نہیں ہوتا۔ ایسا کب ہوتا ہے جب وہ ہمارے بھیانک محبت والے چہرے دیکھتا ہے۔

۱۔ ایک بیٹی رحمت بن کر پیدا ہوتی ہے۔ اپنے باپ کی پگڑی کو سرِ عام کیچڑ میں اچھالتی رہتی ہے کوئی اعتراض کرتے تو محبت کا نام دیتی ہے۔

۲۔ ایک بیٹا نعمت بن کر پیدا ہوتا ہے اور کھلے عام وہ اپنی من مانی کرتا پھرتا ہے میں تو مرد ہوں جو چاہے کروں کوئی اعتراض کرے تو محبت کا نام دیتا ہے۔

۳۔ ایک بہو ایک گھر کی بیٹی دوسرے گھر کو آباد کرنے ایک ذمہ دار بیٹی کا کردار ادا کرنے کے لیے رخصت ہوتی ہے اور اُس گھر کو اندھیرے میں رکھ کر من مانی کرتی ہے کوئی اعتراض کرے تو محبت کا نام دیتی ہے۔

۴۔ ایک میاں اپنی بیوی کو چار دیواری میں رکھ کر خود کھلے عام دنیا کے رنگین، فنش، خوب صورت چہرے دیکھ کر خود کو اُن کا عادی کر لیتا ہے۔ مجھے کون کوئی دیکھ رہا ہے اگر کوئی اعتراض کرے تو اسے محبت کا نام دیتا ہے۔

میرا سوال ہے کہ محبت کو یہ بدترین رنگ کس نے دیا ہے؟ اگر یہی محبت ہے تو کیسے کوئی باپ اس بات کو ماننے پر تیار ہو گا کہ اُس کا بیٹا یا بیٹی کسی سے سچی محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے مرتبے اور شان و شوکت ایک طرف رکھ کر اپنا سب کچھ اولاد پر قربان کر دیگا؟

شاکر تو یہی کہے گا غلطی اُس باپ کی نہیں غلطی ہمارے محبت کے رنگ میں ہے جو آج ہم نے اپنا لیا ہے۔ سائم اور ایمان جیسی ایک جوڑی محبت کو اصل پاکیزہ رنگ دینے کیلئے اپنی جان تک گنوا دیتی ہے اور ایک ہزار جوڑی محبت کے نام پر ایسے کارنامے کرتے گی۔ جیسے کوئی عزت دار باپ، شرم و حیا والی ماں اور غیرت مند بھائی قبول کرنے کے لیے ذرا بھی تیار نہیں۔ آپ لاکھ کر لو ایسے کارنامے سائم اور ایمان جیسے لوگوں کی پاکیزہ محبت کو بھی مٹا نہیں سکو گے۔

آج بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تعلیم ہے، شعور ہے اور سب سے بڑی بات وقت ہے۔ اس وقت کو بدل ڈالو۔ سائم اور ایمان جیسے لوگوں کی قربانیوں کو ضائع ہونے سے بچالو۔ ایک وقت ایسا آئے گا آپ کے پاس وقت نہیں ہوگا پھر وقت آپ کو ایسا بدلے گا آپ کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔ لیکن اس بات پر یقین رکھنا سائم اور ایمان جیسے لوگوں کی محبت پھر بھی زندہ رہے گی۔ مٹ نہیں سکتی کبھی مٹ ہی نہیں سکتی۔

کیسی لگی آپ کو یہ کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیے گا۔

آپ کا اپنا **عمر شاکر**۔

مکافات عمل۔

محمد یونس ناز۔کوٹلی۔0313.5250706

ہیلو۔۔۔ہیلو۔۔۔کہاں مر گئے ہو۔اتنی دیر سے کال کر رہی ہوں مگر آپ ہیں کہ کوئی ریسپانس ہی نہیں دے رہے ہو۔رفیق پہلے تو تم ایسے نہ تھے۔۔۔وہ دراصل میرا دوست پاس ہے اس وجہ سے آپ کو فارغ ہو کر کال کرتا ہوں۔میری جان ارم تم پریشان نہ ہوا کرو۔۔۔اور فون بند کر دیا تا کہ ارم کو شک نہ ہو۔۔۔نازیہ جان وہ دراصل تمہیں تو معلوم ہے کہ میری بیوی شکی مزاج ہے ورنہ۔۔۔تمہیں اکیلا کب چھوڑتا ہوں۔اور پھر نازیہ کو اپنے بانہوں کے حصار میں لیکر دونوں محو گفتگو ہو گئے۔نازیہ سے ملاقات کے لئے خاص دن مقرر ہوتا ہے اور میری کوشش ہوتی ہے کہ نازیہ کو کبھی مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔نازیہ میری محبت تھی مگر وقت اور حالات نے اس قدر مجبور کر دیا کہ ہم ایک دوسرے کے جیون ساتھی نہ بن سکے مگر

ہمارے دل اب بھی ایک دوسرے کے لئے دھڑکتے ہیں۔ نازیہ کی شادی دیہات میں عادل سے ہوئی تھی جو کہ نوکری کے سلسلہ میں شہر میں ہی ہوتا تھا۔ جبکہ میری شادی شہر میں ہوئی تھی مگر میں ڈیوٹی کے سلسلہ میں نازیہ کے گاؤں ہوتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ نازیہ سے ملاقات کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا اور ملاقاتوں کا سلسلہ کبھی دن اور کبھی رات کی تاریکی میں ہوتا تھا۔

ارم کا اس موقع پہ فون کرنا خطرے کا الارم تھا کیونکہ وہ اکثر رات کو فون کرتی تھی لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے دن میں اس وقت فون کیا جب میں اور نازیہ ایک ہی بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ نازیہ کو دیر ہو رہی تھی اور اس نے گھر جانے کی اجازت طلب کی اور واپس گھر چلی گئی۔ اور مجھے یاد ہی نہ رہا کہ میں نے اپنی اہلیہ ارم سے وعدہ کیا تھا کہ میں جلد ہی تمہیں فون کروں گا۔ لیکن اب تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ اور اس سے ڈانٹ پڑنے کے چانسز 100 فیصد تھے۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ فون کرنا بھی ضروری تھا۔ میں نے فوری فون کیا اور کافی دیر تک گھنٹیاں جاتی رہی اور اس نے فون اٹھانے میں دیر کر دی۔ دوبارہ کال ملائی تو اس نے فون اٹھایا۔۔۔۔ اور کہنے لگی رفیق میری دوست آئی ہوئی ہے میں آپ کو بعد میں کال کرتی ہوں اور یک دم فون بند کر دیا۔۔۔ میں نے سوچا شاید مجھ سے ناراض ہے اور مجھے تڑپانے کی خاطر اس نے ایسا کیا ہو۔ کیوں کہ اس سے قبل تو کبھی ایسا ہوا ہی نہ تھا اور میرا فون جانے اور وہ فون جلدی نہ اٹھائے ایسا ممکن نہ تھا۔ وہ میری بیوی کم دیوانی زیادہ تھی اور میں جو کہتا وہ کر گزرتی۔ لیکن آج اسکے اچانک فون بند کرنے کی کوئی خاص وجہ بھی تو ہو سکتی ہے۔ اگر دل میں چور ہو تو مختلف قسم کے خدشات ذہن میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں کچھ دیر کے بعد دوبارہ فون کیا تو اس کا نمبر بند ملا۔ اب تو ذہن میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے کہ وہ مجھ سے وعدہ کر کے فون کیسے بند کر سکتی ہے۔ آخر کیوں؟ میرے ضمیر نے مجھے جھنجھوڑا کہ رفیق تم نے بھی تو دو گھنٹے اس بے چاری کو انتظار کرایا تھا۔۔۔ اور خود رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھے۔ اب احساس ہو رہا ہے کہ انتظار کرنا کس قدر مشکل اور کٹھن ہے۔ آخر ایک گھنٹے کے بعد ارم کا نمبر آن ہوا تو میں نے بات کی۔ اس نے فون اٹھاتے ہی کہا سوری میری دوست آئی ہوئی تھی اس وجہ سے فون بند کر دیا تھا۔ اب وہ چلی گئی تو سوچا آپ سے بات کر لوں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون سی آپ کی دوست ہے جس کی اہمیت مجھ سے زیادہ ہے تم نے مجھے نظر انداز کر دیا اور اس کو اہمیت دی۔ ارم نے کہا افسوس رفیق تم بھی پاگل ہو۔۔۔ جب میں نے فون کیا تو تمہارے ساتھ تمہارا دوست تھا اور جب تم نے فون کیا تو میری دوست میرے ساتھ تھی۔ میں نے آپ سے گلہ نہیں کیا کہ تم نے اپنے دوست کو مجھ پر فوقیت کیوں دی۔ مجھے معلوم ہے کہ بعض دوست اہم ہوتے ہیں اور ان کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اچھے دوستوں کا ساتھ قسمت والوں کو ہوتا ہے اور ویسے بھی تنہائی میں دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگانا ضروری ہوتا ہے۔ تم بھی تو 5 ماہ کے بعد گھر آتے ہو۔

ارم کی باتوں نے مجھے لاجواب کر دیا اور میں نے مزید اس سے کوئی سوال نہ کیا اور سر درد کا بہانہ بنا کر فون بند کر دیا۔ اس رات سو بھی نہ سکا اور رات بھر سوچتا رہا کہ اس نے مجھے نظر انداز کیوں کیا۔۔۔ کہیں وہ بھی میری طرح۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اندر سے ضمیر کی آواز آئی۔۔۔ تم جو کر رہے ہو ویسا ہو بھی سکتا ہے۔ تو ایسا بھی ہو سکتا ہے تم نے اگر اس کو نظر انداز کر دیا تھا تو کیا معلوم وہ بھی تمہاری طرح کی ہو سکتی ہے۔

کہتے ہیں کہ وہم کا کوئی علاج نہیں ہوتا ہے۔ یہی سوچ کر خاموش ہو گیا کہ ضروری تو نہیں کہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ صحیح ہو۔ اور اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا اور اپنی سوچ کو دل سے نکال دیا۔ رات کو ارم سے بات ہوئی اس کا موڈ بھی خوشگوار تھا اور ماحول بھی عاشقانہ۔۔۔ میں اس کو محبت کا اور وہ مجھ کو محبت کا یقین دلاتی رہی۔ کیونکہ ہماری محبت بھی نظریہ ضرورت کے تحت تھی یا مجبوری کیونکہ ہم دونوں کے درمیان اک بندھن تھا اک رشتہ تھا جس کو میاں بیوی کا نام دیا جاتا ہے۔ اور ڈیوٹی سے واپسی پر سو گیا۔ نازیہ سے میرا مسلسل رابطہ تھا اور دن میں کئی کئی بار فون پر بات ہوتی۔ عادل شہر میں ہوتا اور کبھی کبھار وہ گاؤں آتا۔ دو یا تین دن گھر رہنے کے بعد واپس ڈیوٹی پر چلا جاتا۔ اس دوران ہمارا رابطہ منقطع ہو جاتا اور ہم بھی اس کو مجبوری سمجھ کر قبول کر لیتے۔ اس دوران میرا گھر والوں سے مسلسل رابطہ رہتا۔ زندگی اچھے طریقے سے گزر رہی تھی اور ارم کو مجھ

سے کوئی گلہ نہ تھا۔ میں اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا۔ چھٹی مجھے ملتی تھی گر میں زیادہ تر نازیہ کے ساتھ ہی رہتا تھا اور کبھی کبھار گھر جاتا لیکن گھر والوں کو خرچہ وقت پر بھیج دیتا تا کہ ان کو مجھ پر کسی قسم کا شک نہ ہو۔

ارم کبھی کبھار مجھے کہتی کہ تم کافی وقت کے بعد گھر آتے ہو تو میں اس کو چھٹی نہ ملنے کا بہانہ بنا کر مطمئن کر دیتا۔ ارم پڑھی لکھی اور سمجھدار تھی اس وجہ سے وہ فضول کسی بات پر لڑتی نہ تھی۔

اسی طرح زندگی کے شب و روز گزر رہے تھے اور پتہ ہی نہ چلا 2 سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس بار گھر ایک ماہ کی چھٹی گزارنا تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ نازیہ کی جدائی میں یہ عرصہ کیسے گزرے گا۔ نازیہ سے بات کی تو کہنے لگی رفیق تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟ عادل بھی کل گھر آ رہا ہے۔ ویسے بھی اس کی موجودگی میں ہمارا ملنا کسی خطرے سے کم نہیں ہے۔ کبھی کبھی نہ چاہتے ہوئے بھی حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا۔ اور میں نازیہ سے الوداعی ملاقات کر کے اپنے گھر آ گیا۔ گھر آ کر اتنا مصروف ہوا کہ اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو اس کا فون نمبر بند ملا۔ نازیہ نے مجھے بتایا ہوا تھا کہ جب میرا فون نمبر بند ملے تو سمجھ لینا کہ عادل گھر پر آیا ہو گا۔ اور پھر ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ گھر سے اجازت لی اور ڈیوٹی پر چلا گیا۔ آج پہلی ہی کال پر نازیہ نے فون اٹھا لیا۔ میں نے اس سے گلہ کرنے کی کوشش ہی کی تھی کہ نازیہ بولی رفیق کیا بتاؤں آپ کے بغیر یہ عرصہ میں نے کیسے گزارا۔۔۔ جس دن آپ گئے اسی دن عادل بھی گھر آ گیا تھا اور آج ہی صبح واپس گیا ہے۔ میں سوچوں کے گہرے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا کہ کتنا عجیب اتفاق ہے کہ کوئی آ رہا ہے تو کوئی جا رہا ہے۔ ادھر پہنچ کر دل کو تسلی ہوئی کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے اور پھر دوسرے روز نازیہ سے میری ملاقات طے ہو گئی۔ ہمارے درمیان ایسا کا رشتہ تھا جس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ میں نے شہر سے نازیہ کے لئے گفٹ بھی لانے تھے وہ اس کو دیئے تو کہنے لگی رفیق میرے لئے تم کسی تحفے سے کم نہیں ہو تمہارے بغیر وقت کیسے گزارا یہ مجھے معلوم ہے۔

ارم سے مسلسل رابطہ ہوتا رہتا تھا کہ اس کو مجھ پر کسی قسم کا شک نہ ہو۔۔۔ آج صبح فون کیا تو ارم کا فون مصروف تھا اور مسلسل مصروف۔ میں نے سوچا چلو نازیہ کو کال کرتے ہیں۔ نازیہ سے طویل باتوں کا سلسلہ چل نکلا کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ پھر خیال آیا کہ ارم کو کال کر دوں فوری اس نے فون اٹھایا تو میں نے گلہ کیا کہ جان تمہارا نمبر مصروف تھا اور مجھے انتظار کرنا پڑا۔ ارم نے فوری جواب دیا کہ جب میں نے کال کی تو آپ کا نمبر مصروف جا رہا تھا۔ نہ وہ پوچھ سکی کہ کس سے اتنی لمبی بات ہو رہی تھی اور نہ میں پوچھ سکا۔ اس طرح ہمارے درمیان مختصر بات ہوئی اور فون بند کر دیا۔۔۔۔ میں نے حالات سے سمجھوتا کر لیا کہ حسن اتفاق بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ ضروری تو نہیں ہوتا کہ جو انسان سوچتا ہو وہ صحیح ہو۔۔۔۔ ویسے بھی سوچوں پر پہرا تو بٹھایا نہیں جا سکتا۔ اس طرح شب و روز گزرتے گئے اور اب تو اکثر ارم کا فون مصروف ملتا۔۔۔ اور میں اس کو نظر انداز کر دیتا کیونکہ فون ہوتا ہی استعمال کے لئے۔ لیکن ایک بات کھٹکتی کہ جب میں گھر ہوتا تو یا اس کا فون یا تو بند ہوتا یا پھر اس پر کوئی کال نہ آتی۔۔۔ ایک بار ارم سے کہا کہ آج کل تمہارا نمبر مصروف نہیں ہوتا۔۔۔ کہنے لگی تم جو آ گئے ہو۔۔۔ اور تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کسی کی کیا ضرورت۔ وہ تو جب آپ ادھر نہیں ہوتے تو وقت گزاری کے لئے فرینڈز کو فون کرتی ہوں۔ اب میری فرینڈز کو معلوم ہے کہ آپ گھر آئے ہو تو وہ مجھے کال نہیں کرتیں۔۔۔ میری ہر بات کا جواب ارم کے پاس ہوتا اور وہ باتوں کے معاملہ میں مجھے لاجواب کر دیتی۔

آج موسم خوشگوار تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ نازیہ اور میں پارک میں موجود تھے۔۔۔ محبت بھری باتیں اور گلے شکوے جاری تھے۔۔۔ اور محبتوں کی داستانوں کا ذکر۔۔۔ اور موسم کی رنگینی۔۔۔ اور محبوب کی بے وفائی پر سیر حاصل گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔ اچانک خیال آیا کہ چھٹی کے دن ارم کو فون کرتا ہوں۔ آج یاد ہی نہ رہا فوری ارم کو کال کی تو اس کا نمبر مصروف تھا۔ چلو شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی۔۔۔ اور جب وہ فون کرے گی تو کہہ دوں گا کہ آپ کو کال کی تھی مگر۔۔۔ آپ ہیں کہ ہمارے لئے وقت ہی کہاں۔۔۔ اس دوران نازیہ کو یاد آ گیا کہ آج تو چھٹی کا دن ہے

اور عادل نے فون ہی نہیں کیا۔۔۔اس نے فوری کال کی مگر نمبر مصروف۔۔۔اور پھر ہم اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ ہوش اس وقت آیا جب ارم کی کال آئی۔۔۔تو اس نے فوری کہہ دیا کہ میری دوست کا فون تھا۔ میں نے بھی بیلنس ختم ہونے کا بہانہ کر کے فون بند کر دیا۔ کیونکہ پارک میں اور لوگ بھی موجود تھے۔ کہیں ارم کو شک نہ ہو جائے۔ اس وجہ سے فون فوری بند کرنا پڑا ابھی نازیہ کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ اس کے فون پر عادل کی کال آئی۔۔۔اس نے بھی عادل سے کہا کہ آپ کا نمبر مصروف بہت ہوتا ہے خیریت تو تھی؟؟ عادل بولا بس کسی دوست کا فون تھا۔۔۔اور پھر فون بند ہو گیا۔۔۔پارک میں گھومنے کے بعد نازیہ گھر چلی گئی اور میں واپس ڈیوٹی پہ آ گیا۔۔۔راستے بھر میں سوچتا رہا کہ۔۔۔کہیں ایسا تو نہیں کہ ارم اور عادل کے درمیان کوئی تعلق ہو۔۔۔نہیں نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ میرا وہم ہے۔ ضمیر کی آواز خاموش اور میں سوچوں کے درمیان کھو۔۔۔سوچنے لگا جب ارم کا فون مصروف تھا تو اسی دوران عادل کا نمبر بھی مصروف تھا۔ لیکن میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ دنیا میں فون کرنے والے ہزاروں ہوتے ہیں۔۔۔ضروری تو نہیں کہ کسی سے ارم کا یا عادل کا آپس میں بھی کوئی تعلق ہو۔۔۔۔

میں جب بھی گھر چھٹی جاتا تو ارم مجھ سے پوچھتی کہ کب آنا ہے یا اس بار کتنی چھٹی آئے ہو۔۔۔اور میں اس کو سچ بتا دیتا۔ کیونکہ وہ میری بیوی ہی تو ہے۔ زندگی تو اس کے ساتھ گزارنی ہے باقی رشتے تو کچے دھاگوں کی مانند ہوتے ہیں۔ جو کسی بھی لمحے ٹوٹ سکتے ہیں۔

کبھی کبھار دل میں خیال آتا کہ یہ مجھ سے کیوں پوچھتی ہے کہ کب آنا ہے اور کب جانا ہے۔ میرا اپنا گھر ہے اور میری اپنی مرضی ہے کب آؤں۔۔۔اور جب دل چاہے واپس جاؤں۔۔۔پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو جاتا تھا۔ اب تو کبھی کبھار گھر والوں سے رابطہ ہوتا۔ میرا زیادہ وقت نازیہ کے ساتھ گزرنے لگا۔ نازیہ بھی عادل کے تمام معاملات سے واقف تھی اور جب چھٹی آتا تو اس سے پہلے نازیہ کو اطلاع دیتا اور اس دوران میں بھی گھر چلا جاتا تا کہ کسی کو شک نہ ہو۔ کیونکہ عادل کی موجودگی میں ہم دونوں کا ملنا ناممکن تھا اور نازیہ کے بغیر میں رہ بھی نہیں سکتا تھا اور پھر مجبوراً مجھے گھر جانا پڑتا تھا۔ ورنہ دل چاہتا تھا کہ زندگی کے خوبصورت لمحات ہم ایک ساتھ گزاریں۔ کیونکہ نازیہ میری محبت تھی، میرا پیار تھا۔۔۔لیکن شادی نہ ہو سکی اور ہماری محبت کی کسی کو کانوں کان خبر نہ تھی اور نہ ہی میں نے کبھی ارم سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ میری زندگی میں کوئی دوسری عورت بھی شامل ہے۔

ایک روز میں گھر میں تھا اور ارم سے پوچھ ہی لیا کہ جان تم بہت خوبصورت ہو، شادی سے پہلے۔۔۔کیا کبھی بھی تمہارے دل میں کسی کے لئے محبت کا جذبہ بیدار نہیں ہوا۔ کیا کسی نے تم سے دوستی اور محبت کا اظہار نہیں کیا۔ کیا تمہارا کوئی دوست نہ تھا۔ میں اتنا کچھ بول گیا کہ مجھے یاد ہی نہ رہا کہ وہ میری بیوی ہے اور مجھے اس سے اس طرح کے سوال نہیں کرنے چاہئیں۔۔۔وہ خاموش ہو کر رہ گئی۔ یہی سوال میں تم سے پوچھوں تو تمہارا کیا جواب ہوگا۔۔۔اور ہاں جو جواب تمہارا ہوگا وہی میرا ہوگا۔۔۔مجھے نیند آ رہی ہے اب مجھے سو جانا چاہئے صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے اور گھر کے کام کاج بھی عورتوں کو کرنے ہوتے ہیں۔

ارم تو سونے لگی مگر میرے ہوش و حواس کام کرنا چھوڑ گئے اور میں بے بس اور لاچار ہو گیا۔ میں نے اس کیا پوچھا اور وہ مجھے ہی لاجواب کر گئی۔۔۔اور مجھے اپنے سوال کا جواب مل ہی گیا کہ یہاں ہر کوئی ناخوش ہے میں اس کے ساتھ رہ کر بھی اس کا نہ بن سکا اور وہ میرے ساتھ رہ کر بھی شاید۔۔۔میری نہ تھی۔ مگر کیا میری طرح اسے بھی کسی سے محبت تھی۔۔۔اگر تھی تو اس نے شادی مجھ سے کیوں کی وہ تو کہتی تھی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔۔۔مگر میں بھی تو ارم سے کہتا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔۔۔لیکن محبت اپنی جگہ۔۔۔دوستی اپنی جگہ اور رشتے اپنی جگہ۔۔۔لیکن کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے اسکو کہا ہو کہ میں صرف تمہارا ہوں، صرف تمہارا۔۔۔اور نہ ہی اس نے مجھے کہا کہ میں صرف تمہاری ہوں۔ کہیں محبت کھوکھلی نہ ہو۔۔۔اس میں ملاوٹ نہ ہو۔۔۔میں تو ارم سے محبت کب کرتا ہوں وہ تو میری مجبوری ہے۔ اور

کہیں ایسا تو نہیں کہ میں بھی اس کیلئے مجبوری ہوں۔اور وہ بھی کسی اور سے محبت کرتی ہو۔۔۔۔۔۔

نازیہ نے ایک بار مجھے کہا تھا کہ عادل بھی کسی سے محبت کرتا تھا مگر جس لڑکی سے محبت کرتا تھا اس سے شادی نہ ہو سکی اور مجبوراً مجھ سے شادی ہوگئی۔وہ لڑکی کون تھی نہ اس نے بتایا اور نہ میں نے اس سے پوچھا۔میں نے کبھی بھی اس سے تمہاری محبت کا ذکر نہ کیا اور نہ ہی اس نے مجھ سے پوچھا کیونکہ شادی کے بعد ماضی کے رشتوں کی اہمیت کچھ کم ہو کر رہ جاتی ہے۔یہ اس کا خیال تھا!

لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ہماری محبت میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ دن بدن اس میں شدت آ رہی ہے۔مگر رفیق مجھے کبھی کبھار اس کے انجام سے ڈر لگتا ہے۔ایسے رشتے دیرپا نہیں ہوتے۔محبت کی راہوں پہ چلتے چلتے ہم ہوس کے پجاری ہو چکے ہیں اور اب تو لگتا ہے ہماری محبت صرف جسمانی ہوس کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی ہے ہم دونوں مجرم بن رہے ہیں۔تم ارم کے مجرم ہو اور میں عادل کی۔۔۔۔۔

محبت اندھی ہی تو ہوتی ہے اور انسان کو صرف محبوب ہی نظر آتا ہے لیکن سوچا جائے تو سب غلط ہی ہو رہا ہے۔بعض دفعہ میں بھیانک سپنے دیکھ کر ڈر سا جاتا تھا کیونکہ سپنوں میں میری ارم کسی اور کی بانہوں میں ہوتی اور وہ دونوں ہنستے ہوئے ہوتے اور میری بے بسی پر قہقہے لگا رہے ہوتے ہیں۔

خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں اور ان کا حقیقی زندگی سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔میں اپنے وہم بھرے دل کو مطمئن کر لیتا تھا۔

اب میرے اور نازیہ کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ کچھ کم ہو گیا تھا کیونکہ ایک دو بار اس کے رشتہ داروں کو مجھ پر شک ہوا تھا مگر میں نے ان کو کسی طرح مطمئن کر دیا تھا۔لیکن روز روز کسی کو مطمئن کرنا آسان نہیں ہوتا ہے۔اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ ہم اب کبھی کبھی ملاقات کریں گے تاکہ لوگوں کی نظروں میں آنے سے بچ جائیں۔اس معاملے میں نازیہ سے بات کی تو اسے بھی میری بات ٹھیک لگی کیونکہ کبھی معمولی سی غلطی ہمارے گھروں کو جلا کر بھسم نہ کر دے۔ویسے بھی ہم بچے نہیں رہے۔محبت کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور دوری کہیں کم محبت کو آزمائش سے ساتھ کھیلیں۔ہمیں اپنا گھر بھی بچانا ہے اور جن لوگوں نے ہم پر اعتماد کیا ہے ان کے اعتماد کو برقرار بھی رکھنا ہے اور اس معاشرے میں اپنے زخم دوسروں کی نظروں سے چھپانا بھی کرنا ضروری ہوتا ہے۔

آج نازیہ کی باتیں سن کر محسوس ہوا کہ شاید اب ان میں وہ پہلے والی محبت کی چنگاری بجھ گئی ہے۔جو کہ محبت میں پہل اس نے کی تھی۔اور اب تک جو بھی ہوا اس کی خواہش کے مطابق ہی ہوا تھا۔ورنہ شادی کے بعد میں نے اس کو سمجھایا تھا کہ شاید ہماری قسمت میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ تھا اس وجہ سے ہم ایک نہ ہو سکے۔

لہذا محبت کو اپنے اپنے سینوں میں دفن کر کے نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرو اور مجھے بھول جاؤ۔اسی میں ہم دونوں کی بھلائی ہے مگر نازیہ نے مجھے دھمکی دی کہ اگر تم مجھ سے ناطہ توڑنے کی کوشش کی تو میں خودکشی کر لوں گی۔۔۔۔پھر تمہیں میری محبت کا یقین آئیگا۔میں اس کی زندگی بچانے کے لئے دلدل میں پھنس کر رہ گیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ جو میری شریک حیات ہے اس کا کیا بنے گا! دوسروں کا گھر بچاتے بچاتے کبھی کبھی اپنا گھر بھی اجڑ جاتا ہے۔لیکن انسان محبت میں اندھا ہو جاتا ہے ہوش اس وقت آتا ہے جب سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

اس کا یہ فائدہ ہوا کہ میں نے گھر کی طرف توجہ دینا شروع کر دی اور ارم کو خوش کرنے لگا۔وہ بھی میری باتیں سن سن کر بور ہو جاتی اور بہانہ بنا دیتی کہ گھر کے کام کاج کرنے ہوتے ہیں اور آپ ہیں کہ آپ کو باتوں کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں ہوتا ہے۔

پہلے میرے پاس وقت نہیں تھا تو ارم کے پاس وقت تھا اور میں اس کو نظر انداز کر رہا تھا۔جبکہ اب میرے پاس وقت ہی وقت ہے مگر ارم کے پاس وقت نہیں ہوتا۔

اب نازیہ بھی کبھی کبھار فون کرتی اور ہم دونوں کے درمیان کچھ اختلاف ہی رہتا اور اب تو ملنے کا موقع بھی نہ ملتا اور جب موقع ملتا تو

معروفیت کا بہانہ بنا کر ٹال دیتی۔ اب تو میں تنہائی کا شکار ہو کر رہ گیا۔ محبوب کی بے رخی اپنی جگہ مگر بیوی بھی کچھ بدلی بدلی سی رہنے لگی اور کبھی کبھار فون پر ہم دونوں کے درمیان لڑائی بھی ہو جاتی۔

ایک روز میں دوست کی شادی پر گیا۔ میری نازیہ سے ملاقات ہوگئی اور اس سے ملاقات کا پروگرام طے کرلیا کہ شاید مجھے کچھ دن کے لئے گھر جانا پڑے، اس لئے جانے سے پہلے ملنا ضروری ہے۔ نازیہ نے حامی بھرلی اور کہنے لگی شاید دو دن تک عادل بھی آ جائے۔ اس لئے ہم کل ملیں گے کیونکہ عادل دس دن کے لئے گھر آئیگا۔ اور ہوسکتا ہے اس دوران موقع نہ مل سکے۔ ویسے رفیق تم نے کب گھر جانا ہے۔ میں نے جواب دیا پرسوں جاؤں گا اور میری چھٹی بھی دس دن کی ہے۔

نازیہ کہنے لگی کیا عجیب اتفاق ہے کہ عادل بھی دس دن کی چھٹی آ رہا ہے۔ ہاں یاد آیا واپسی پر میرے لئے اچھے سے کپڑے اور پرفیوم لانا مت بھولنا۔ میں نے کہا نازیہ میں رات کو آؤں گا اور ادھر ہی بیٹھ کر باتیں کریں گے۔

ہفتہ کے روز ڈیوٹی سے فارغ ہوکر سیدھا نازیہ کے گھر چلا گیا۔ ہاں میں یہ بتانا بھول گیا کہ نازیہ کی ساس کا انتقال ہو گیا تھا۔ جبکہ اسکے سسر بیرون ملک ہوتے تھے۔ جب کہ اس کا دیور تھا جو کسی کالج میں پڑھتا تھا۔ اس روز اس کا دیور کالج کے ٹور کے ساتھ مری گیا ہوا تھا۔ اور نازیہ کے گھر اسکی چھوٹی بہن ہوتی تھی جو کہ میٹرک میں پڑھتی تھی۔ اس کا الگ کمرہ تھا۔

میں 10 بجے رات نازیہ سے ملنے اسکے گھر چلا گیا۔ اس دوران اسکی چھوٹی بہن عابدہ سو چکی تھی۔ ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا اور پھر طویل گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ میں نے رات ادھر ہی رکنا تھا ان کے گھر کے ساتھ اور بھی گھر تھے مگر شکر ہے مجھے جاتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

یہ رات میرے لئے یادگار بھی تھی کیونکہ ہم دونوں تنہا تھے اور کسی کا ڈر بھی نہ تھا۔ اور محبت کرنے والوں کو ہر لمحہ محبوب کے ساتھ رہنے کا جی کرتا اور ایسے یادگار موقع زندگی میں کم ہی ملتے ہیں۔ اور پوری رات ہم نے اکٹھے گزاری۔ ساتھ والے لڑکوں کو میں نے بتایا تھا کہ میں دوسرے گاؤں میں اپنے رشتہ داروں کے پاس جا رہا ہوں صبح آؤں گا۔

رات بھر جاگتے رہے لیکن صبح اذان کے وقت میری آنکھ لگ گئی اور آنکھ اس وقت کھلی جب کسی نے دروازے پر دستک دی۔ نازیہ یکدم گھبرا گئی کہ اس وقت کون آ سکتا ہے۔ پھر خیال آیا کہ شاید عابدہ ہو۔۔۔ دروازہ کھولا تو۔۔۔ تم۔۔ تم۔۔۔ کب آئے۔۔۔ یہ نازیہ کے دیور کی آواز تھی وہ دروازے میں کھڑا اس سے بات کر رہا تھا اور مجھے اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہوش وحواس کو قابو میں رکھا اور بیڈ کے نیچے چھپ گیا۔۔۔ وہ اندر آیا اور کمرے کا جائزہ لیا۔۔۔ اس دوران نازیہ نے کسی طرح اسکو باہر بلایا اور کچھ رقم دے کر ساتھ والے گھر میں دودھ لانے کا کہا۔۔۔ جونہی وہ گیٹ سے باہر نکلا میں نے شکر ادا کیا۔۔۔ اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ گیٹ سے چند قدم آگے نازیہ کے دیور۔۔۔ سے سامنا ہوا۔۔۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا کہ گلی میں ایک اور آدمی سامنے دیکھ کر خاموش ہو گیا میں فوری واپس ڈیوٹی پر آ گیا۔۔۔ اچانک نازیہ نے فون کیا کہ رفیق معاملہ خراب ہو گیا ہے۔ تمہیں باہر جاتے ہوئے عابدہ اور سرمد نے دیکھ لیا ہے۔ سرمد نازیہ کے دیور کا نام تھا اور گھر میں ہنگامہ کھڑا ہو گیا ہے اور بستر پر تمہارے سگریٹ رہ گئے تھے جس وجہ سے شک یقین میں بدل گیا ہے۔

مرتا کیا نہ کرتا۔ میں نے سوچا کہ کل کے بجائے آج ہی گھر چلا جاؤں اور جب معاملہ ٹھنڈا ہوگا تو واپس آ جاؤں گا۔ میں فوری گھر روانہ ہو گیا اور گھر والوں کو اپنے آنے کی اطلاع بھی نہ دی کیونکہ گھر میرا چھوٹا بھائی اور بیوی ہوتے ہیں جبکہ والدین کا انتقال ہو گیا تھا۔۔۔

پورے رستے سوچتا رہا کہ اب نازیہ کا کیا ہوگا اور لوگ میرے بھی کردار پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کریں گے۔ اور مجبوری تھی کہ مجھے واپس نوکری پر بھی جانا تھا۔ طویل سفر کے بعد رات 9 بجے گھر کے نزدیک سٹاپ پر اتر گیا اور مریم کو فون کرنے کی کوشش کی مگر فون بند تھا۔ سوچا اس سے پوچھ

لوں کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو لے آؤں۔ دوکان سے سگریٹ لئے اور سر میں درد ہو رہا تھا سوچا کیوں نہ چائے پی لوں۔ ہوٹل میں داخل ہوا تو انکل طاہر مل گئے۔ کہنے لگے رفیق تم زیوٹی سے کب آئے میں نے کہا آج ہی آ رہا ہوں۔ کہنے لگے یار افسوس ہے کہ تمہاری بہن کا۔ کیا مطلب؟ آپ کو نہیں پتہ۔۔۔نہیں تو۔۔ارے اسے آج صبح ہی اسلام آباد لے گئے ہیں۔ ساتھ تمہارا بھائی بھی گیا ہے۔ میں نے فوری رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر موبائل کی بیٹری ختم ہو گئی۔ سوچا کہ گھر جا کر آرام کرتا ہوں اور صبح فوری اسلام آباد چلا جاؤں گا۔ اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب گھر کے نزدیک پہنچا تو بجلی چلی گئی۔ فون بھی بند، بڑی مشکل سے گیٹ کے پاس پہنچا۔ دستک دی تو ارم نے پوچھا کون۔۔۔ میں نے کہا میں ہوں۔۔ اچھا صبر کریں اندھیرا ہے میں لائیٹ دیکھتی ہوں۔ اس دوران مجھے اپنے گھر کے اندر کسی مرد کی آواز آئی۔۔۔ اب کیا کروں۔۔۔ اور پھر ارم نے سرگوشی میں کہا ۔۔۔ لیکن آواز اتنی کم تھی کہ میں نہ سن سکا۔ اس نے گیٹ کھولا۔۔۔ اور میں اندر چلا گیا۔۔۔ جان بوجھ کر میں نے گیٹ کا دروازہ بند کیا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ اس دوران کوئی گیٹ سے باہر نکلا۔۔۔ اور ارم نے مجھے آواز دی کہ کھانا بناؤں یا کہ کھا کر آئے ہیں۔۔۔ میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ میں نے کہا آپ میرے لئے چائے بنا لو۔ وہ چائے بنانے کے لئے کچن میں چلی گئی اور میں بیڈروم کی طرف چلا گیا اور اچانک بجلی آ گئی ۔۔۔ اور بیڈ کی چادر۔۔۔ تکیے کے ساتھ شناختی کارڈ اور 1000 کا نوٹ تھا۔ جو میں نے فوری جیب میں ڈال دیا۔ ارم گھبرا کر واپس آئی تو اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ کیونکہ قالین پر سگریٹ بکھرے پڑے تھے۔۔۔ اور۔۔۔ میں نے پیٹ درد کا بہانہ بنایا۔۔۔ اور واش روم میں چلا گیا۔ ۔۔۔ جیب سے شناختی کارڈ نکالا۔۔۔ تو۔۔۔ یکدم سکتہ طاری ہو گیا۔ کیونکہ عادل کا شناختی کارڈ تھا۔۔۔ میں واپس روم میں آیا تو ارم نے سب کچھ ٹھیک کر دیا تھا اور سگریٹ بھی غائب تھے۔ مگر میں نے کچھ بھی نہ پوچھا اور بستر پر لیٹ گیا۔۔۔ وہ میرے پاس تھی مگر۔۔۔ ہم دونوں۔۔۔ پھر میری آنکھوں سے آنسو بہہ گئے۔۔۔۔ اتنا ہی کہا اب ہمیں۔۔۔ بدل جانا چاہئے۔۔۔ نہ اس نے سوال کیا اور نہ میں نے جواب دیا۔۔۔ اور ۔۔۔ پھر ہم۔۔۔ سو گئے۔

﴿محمد یونس ناز کوٹلی آزاد کشمیر﴾

محفلیں لٹ گئیں جذبات نے دم توڑ دیا

ساز خاموش ہیں نغمات نے دم توڑ دیا

ہر مسرت غم دیروز کا عنوان بنی

وقت کی گود میں لمحات نے دم توڑ دیا

ان گنت محفلیں محروم چراغاں ہیں ابھی

کون کہتا ہے ظلمات نے دم توڑ دیا

جن سے افسانہ ہستی میں تسلسل تھا کبھی

ان محبت کی روایات نے دم توڑ دیا

ہائے آداب محبت کے تقاضے محسن

لب ہے اور شکایات نے دم توڑ دیا۔

(محسن فیض رانجھا) منڈی بہاوالدین

مٹی کے انسان

مجید احمد جائی۔ملتان

یہ ستمبر کی آخری صبح تھی۔میں رات کی ڈیوٹی کرنے کے بعد،ناشتہ کرنے کی غرض سے آفس سے مارکیٹ کی طرف نکل پڑا۔صبح کا منظر دل کش ہوتا ہے اور پھر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں بھی ماحول کو تر و تازگی بخش رہی ہوتی ہیں۔صبح کی سیر کا مزہ ہی نرالا ہوتا ہے۔میرا معمول تھا کہ صبح سویرے سیر کرتا مارکیٹ جا نکلتا تھا۔ناشتہ بھی ہو جاتا،سیر بھی ہو جاتی۔اس دن بھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ماحول میں تر و تازگی پھیلا رہی تھیں۔دور افق سے نکلتے سورج کی ننھی ننھی کرنیں زمین کو روشن کرنے میں مگن تھیں۔چاند کب کا اپنی قوم کو لے کر نیند کی گہری وادی میں سیر کو نکل گیا تھا۔شبنم کے ننھے ننھے قطرے،سورج کی تپش سے بچنے کے لئے پھولوں کے پودوں میں جذب ہو رہے تھے۔میری آنکھیں نیند سے سرخ لال ہو رہی تھیں۔رات کی ڈیوٹی انجام دینا خود کو عذاب میں ڈالنے کے مترادف ہوتا ہے۔لیکن انسان کیا کرے اسے سب کرنا کچھ کرنا پڑتا ہے۔میں بھی کام نمٹا چکا تھا۔بس اب ناشتہ کرنا باقی تھا۔بھوکے پیٹ نیند بھی تو نہیں آتی۔سکون سے سونے کے لئے ناشتہ کرنا لازمی تھا۔ناشتے کی غرض سے بائیک لے کر میں ملتان روڈ پر آ گیا۔جہاں گاڑیوں کا طوفان ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔چھوٹی بڑی گاڑیاں اپنی اپنی منزل کی طرف تیز رفتاری میں گامزن تھیں۔آفس سے تھوڑی دور ہی مارکیٹ تھی۔جہاں مجھے جانا تھا۔وہاں صبح سویرے نان،چنے،چاول بریانی،حلوہ پوری کی خوشبوئیں مہکتی تھیں۔لوگ جوق در جوق ادھر کا رُخ کرتے تھے۔ایک ہجوم برپا ہوتا تھا۔ریڑھی والوں،ہوٹل والوں کی ہر روز صبح سویرے عید ہوتی تھی۔دولت سے خزانے بھر جاتے تھے۔اسی مارکیٹ کے درمیان میں سویٹ دکان تھی۔اندر مختلف مٹھائیاں لوگوں کو اپنے طرف متوجہ کرتی تھیں تو دکان کے سامنے صبح سویرے چنے اور حلوہ پوری بناتے تھے۔ان کی حلوہ پوریاں پوری مارکیٹ میں مشہور تھی۔بہت ہی لذیز،مزے دار ہوتی تھی۔میں اکثر یہاں سے ناشتہ کرتا تھا۔

اس دکان کے ساتھ بوائز کا ہائی اسکول تھا اور دکان کی مخالف سمت میں عین سامنے لڑکیوں کا اسکول تھا۔دکان کے سامنے شامیانہ لگا ہوا

تھا۔ اس نے بیچے میں کرسیاں ترتیب سے سجائی ہوئی تھیں۔ ایک ویٹر جی کا ہوں کی توجہ کا مرکز ہوتا۔ یہ تیور آدمی بیل تھا۔ یہ بارہ تیرہ سالہ لڑکا تھا۔ جس نے گھٹی سی، پرانی پینٹ شرٹ پہنی ہوتی تھی۔ اس کا استاد جو پوریاں بناتا تھا سترہ اٹھارہ سالہ خوبرو نوجوان تھا۔ تیکھے نقش سندر تھے۔ بن ٹھن کے رہتا تھا۔ بال سنوارے ہوتے، صاف شفاف لباس زیب تن کیا ہوتا تھا۔

میں جاتے ہی ایک کرسی پر براجمان ہوگیا۔ اخبار اٹھاتے ہوئے حلوہ پوری لانے کو کہا۔ حلوہ پوری لانے کا کہہ کر میں اخبار پڑھنے لگا۔ نیوز پیپر میں رنگ برنگی خبریں میرا منہ چڑھا رہی تھیں۔ کہیں کسی مافیا نے مکان گرا کر مارکیٹ بنالی تھی۔ کہیں چند اوباشوں نے غریب کسان کی دوشیزہ کی عزت تار تار کر کے کھیت میں پھینک دیا تھا۔ کہیں باپ نے بیٹے کو نافرمانی کرنے پر جائیداد سے عاق کر دیا تھا۔ کہیں بیٹی نے ماں کو سوتے ہوئے قتل کر کے خود عاشق کے ساتھ فرار ہوگئی تھی۔ کہیں غیرت کے نام پر بھائی نے تین بہنوں کو بچوں سمیت زہر دے کر ان کی گردنیں سر سے جدا کر دی تھیں۔ ابھی نظریں اخبار کی سرخیوں پر مرکوز تھیں کہ تیرہ سالہ بچہ حلوہ پوری میری ٹیبل پر رکھ کر پانی لینے چلا گیا تھا۔ میں اخبار سے نظریں ہٹا کر حلوہ پوری کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ زوردار تھپڑ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میری سماعتوں میں تھپڑ کی آواز ارتعاش پھیلا رہی تھی۔ اُف میرے خدایا! صبح سویرے کیا ہوگیا۔؟ بے اختیار میری گردن آواز کا تعاقب کرتے ہوئے اسی طرف مڑی۔ دکان کا مالک، جو اندر کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا تھا، باہر آچکا تھا۔ تیرہ سالہ بچہ اس کے سامنے گالوں پر ہاتھ رکھے رو رہا تھا۔ آنکھوں سے نمکین پانی ٹپ ٹپ برس رہا تھا۔ معاملہ کیا ہوا تھا؟ کوئی خبر نہیں تھی۔ اسی لمحے دکان دار کا دوسرا ہاتھ اٹھا اور بچے کے دوسرے گال کو لال کرتا گزر گیا۔ ابے تیری ماں کی، ابے حرام کے، اوئے سور کے بچے تو نے اسلم کو گالی کیوں دی۔؟ تیری اتنی ہمت ۔۔۔۔۔۔۔ اور پھر میری سماعتیں جواب دے گئیں۔ گالیوں کی بوچھاڑ، وہ بھی ایک معصوم بچے کو، جس نے جانے انجانے میں شاید ایک گالی دی ہوگی اور اب ایک سلجھا ہوا میچور آدمی سینکڑوں گالیاں اس کے نام کر رہا تھا۔ اس ماں کا کیا قصور تھا جس کو پل بھر میں انسانوں کی صف سے نکال کر حیوانوں میں شامل کر دیا تھا۔

بچہ رو رو کر فریاد کر رہا تھا کہ استاد جی میں نے اسلم کو گالی نہیں دی۔ ابے چپ کر حرام کی اولاد ۔۔۔۔۔ ایک اور زہر آلودہ گالی اسے سنا دی گئی۔ میں وہیں بیٹھا سوچوں کی یلغار میں قید ہوتا گیا۔ کیا ہوگیا ہے ہمارے معاشرے کو، اس میں بسنے والے معتبر لوگوں کو، خود کو عظیم گردانے والے دوسروں کو کمتر کیوں گردانتے ہیں۔؟ آخر یہ بچہ بھی کسی غریب انسان کا بیٹا ہے۔ اس کی ماں بھی انسان ہے، جس کو لمحہ بھر میں انسانوں کی لسٹ سے باہر کر دیا گیا ہے۔ معصوم بچے کو گالیوں سے روکنے کے لیے سینکڑوں گالیاں اسے سنا دی گئی۔ کیا یہی انسانیت ہے، یہی مسلم معاشرہ ہے؟ دین یہی درس دیتا ہے، مذہب اسلام کیا تعلیم دیتا ہے۔؟ سوچنے کی زحمت تک نہیں کی۔

ہم دوسروں کو نیکی، پرہیزگاری، ایمانداری کا درس دیتے نہیں تھکتے اور خود اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے۔ رب تعالیٰ کا کرشمہ دیکھیں، انسانی لباس شلوار قمیض بنائی تو اس میں راز رکھ دیا۔ کسی نے سوچا ہے کہ انسانی قمیض کا گریبان کیوں ہوتا ہے؟ نہیں ناں گریبان اس لیے ہوتا ہے کہ اندر دیکھا جائے۔ ہم اپنے اندر کیوں نہیں دیکھتے۔؟ ہماری خامیوں میں سب سے بڑی خامی بھی یہی ہے کہ دوسروں کے عیب تو نظر آتے ہیں مگر اپنے عیب نظر نہیں آتے۔ نہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اپنی خامیوں پر، اپنے کرتوں پر پردہ ڈالتے ہیں اور دوسروں کے کردار پر کیچڑ اچھالتے پھرتے ہیں۔ نجانے یہ حق ہمیں کس نے دے دیا۔؟ دوسروں کی برائیاں کرتے وقت اپنا گریبان کیونکر نظر نہیں آتا۔

ہم مسلمان ہیں، مسلم معاشرے میں رہتے ہیں۔ سوچ طلب بات تو یہ ہے کہ کیا ہمارا رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا سونا، جاگنا مسلمانوں جیسا ہے۔؟ ہمارا کردار مسلمانوں جیسا ہے کہ نہیں؟ نہیں تو ۔۔۔۔۔۔ پھر ہم اپنے آپ کو مسلمان کیوں کہلواتے پھرتے ہیں۔ کیا کلمہ پڑھ لینے

سے مسلمان ہو گئے۔ارے ہندو بھی قرآن مجید پڑھتے ہیں۔پڑھنے سے نہیں دل سے تسلیم کرنا ہوتا ہے۔بغل میں چھری منہ میں رام رام کے مصداق ہمارے قول کچھ اور فعل کچھ ہیں۔ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اور ہے۔آخر یہ تضاد کیوں کر ہے؟

ہم دوسروں کی بیٹیوں کو خون خوار نظروں سے دیکھتے ہیں۔فقرے، جملے کستے ہیں اپنی بیٹیوں کی حفاظت کیوں کرتے ہیں؟ کیا وہ کسی کی لخت جگر نہیں ہیں؟ وہ کسی کی ماں، بہن، بیٹی نہیں ہوتی؟ جب ان کے آنچل مٹی میں روند ڈالتے ہیں تب ہماری غیرت کہاں چلی جاتی ہے۔نظروں کی حفاظت کیوں نہیں کر پاتے؟ گھور گھور کر راہ چلتی عورتوں کو دیکھنا، ہمارا شیوا بن گیا ہے؟ جب تک کسی کی ماں، بہن، بیٹی گھر داخل نہیں ہو جاتی ہماری نظریں ان کا تعاقب کرتی رہتی ہیں۔ایسا کیونکر کرتے ہیں؟ آخر وہ بھی کسی کی عزت، کسی کی غیرت ہوتی ہیں۔جب اپنی جان پر بن آتی ہے تو زمین آسمان ایک کر دیتے ہیں۔دوسروں کی عزت برباد کر کے اپنی عزت کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ایسا کب ممکن ہے۔ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا۔نظام قدرت ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔تم کسی کی عزت کی دھجیاں اڑا کر آتے ہو تو تمہارے گھر میں کوئی تمہاری عزت کے ساتھ کھلواڑ کر رہا ہوتا ہے۔ہوش کے ناخن لو، شرم کرو، خود کو سنبھالو ورنہ۔۔۔۔۔۔ورنہ سب تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔

ملاوٹ ہم کرتے ہیں، چوری ہم کرتے ہیں، امانت میں خیانت ہم کرتے ہیں، پھر دوش دوسروں کو کیوں دیتے ہیں؟ اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے کر دوسروں پر الزام تھوپ دیتے ہیں۔معاشرہ ہم سے ہے نہ کہ معاشرے سے ہم۔جب تک خود کو درست نہیں کریں گے دوسروں کو قصور نہیں ٹھہرا سکتے۔قصوروار ہم خود ہیں، سزا بھی ہمیں ملنی چاہیے۔جب کسی کی بہن، بیٹی گھروں سے نکلتی ہے ہماری نظریں اس کا تعاقب میں لگ جاتی ہیں۔وہ حسین و جمیل، خوبصورت پری نما، حور بن جاتی ہیں۔دنیا کا تمام حسن ان میں امڈ آتا ہے۔ہماری آنکھوں پر سیاہ پٹی کا غلاف چڑھ جاتا ہے۔شیطانیت کے لئے درندگی کا روپ دھار لیتے ہیں۔پل میں انسان سے شیطان بن جاتے ہیں۔نجانے اس وقت ہمارا اندر کا انسان مردہ کیوں ہو جاتا ہے۔دوسروں کی بہن، بیٹی کی عزت کا جنازہ نکال کر خوش ہوتے ہیں۔لیکن جب اپنی بہن، بیٹی کے ساتھ ایسا ہوتا ہے ہماری غیرت ٹھاٹھیں مارنے لگتی ہے۔ہم آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔طوفان برپا کیوں کر دیتے ہیں۔مرنے مارنے پر تیار کیوں ہو جاتے ہیں۔آخر اس وقت ہماری غیرت کیوں جاگ جاتی ہے۔اس وقت عزت، غیرت کی تسبیح پڑھنے لگتے ہیں۔

جب ہم اسلامی اصولوں پر عمل پیرا نہیں ہوں گے برائیاں تو جنم لیں گی ناں۔نماز ہم نہیں پڑھتے اور شکوے رب تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ہمیں سکون میسر نہیں، ہمیں چین نہیں ملتا، پریشانیاں پیچھا نہیں چھوڑتی، مصیبتیں قدم قدم پر ہیں۔ارے میرے نادان بھائیو! خود سوچو، کیسے چھوڑیں گی۔؟ اپنے اندر جھانک کر دیکھو، ہم اپنا من، اپنا ضمیر داغدار کیوں کرتے جا رہے ہیں۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے نماز پڑھو اس سے پہلے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے۔جب جسم پاکیزہ نہیں رہے گا، ایمان جاتا رہے گا، پھر بھلائی کیونکر ہو گی۔؟ انسانیت سے درندگی پر اتر آئیں گے، عذاب تو آئیں گے ناں۔شراب خانے ہم سے آباد ہو رہے ہیں۔جوا، ہم کھیلتے ہیں، حرام ہم کما رہے ہیں۔اپنی اولاد کو حرام کھلا رہے ہیں تبھی تو اولادیں نافرمان ہوتی جا رہی ہیں۔

قرآن مجید اٹھا کر تو دیکھو قدم قدم پر ہماری راہنمائی کر رہا ہے۔سچ تو یہ ہے ہمیں فرصت ہی کہاں ہے کہ دھیان اس طرف جائے۔مغربی یلغار میں قید ہو گئے ہیں۔مغربی تہذیب کو اپنا کر اپنی تہذیب کو بھول گئے ہیں۔ساری ساری رات برائیوں کی محفلوں میں گزر جائے کوئی مضائقہ نہیں۔چند لمحے تلاوت قرآن کے لئے نکالنا عذاب نظر آتا ہے۔ارے جس کے ہاتھ لگانے پر ثواب ملتا ہو۔جس کے ایک ایک لفظ پر دس دس نیکیاں ملتی ہوں، دس گناہ معاف ہوتے ہوں، دس درجات بلند ہوتے ہوں، اس کی طرف دھیان ہی نہیں کرتے۔ہمارے ضمیر

مردہ ہو گئے ہیں۔ دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں، پھر کیسے نمازیں پڑھیں گے، کیسے تلاوت کریں گے؟ جب رحمان کو بھول کر شیطان کے پیروکار بن جائے تو مصیبتیں، عذاب تو آئے گا نا۔ سکون بے سکونی میں بدل جائے گا۔

ارے میرے عقل سے عاری بھائیو! جس پاک کلام کو بوسہ دینے سے آنکھوں کا نور ملتا ہو، آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہو اس کی تلاوت کرنے کا اجر کیا ہوگا۔ کبھی غور کیا ہے جس کے ایک لفظ پر دس نیکیاں ملتی ہیں کیا وہ عام کتاب ہے۔ جس کے تلاوت کرنے سے سکون و قرار ملتا ہے اس کی طرف راغب ہی نہیں ہوتے۔ شراب خانوں، بُرائی کی محفلوں میں سکون تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر خدائی پر مرمٹے ہیں۔

آج کے جدید دور میں انسان مریخ سے بھی آگے کمندیں ڈال چکا ہے۔ لیکن اپنے سکون کے لئے مارا مارا پھرتا ہے۔ اچھا بھلا انسان ہزاروں بیماروں میں مبتلا ہے۔ میری بات مانو۔ تلاوت قرآن مجید کو معمول بنالو۔ زندگی بھر کوئی بیماری تمھارے پاس نہیں آئے گی۔ جس کے لفظوں میں شفا رکھی ہو۔ جس پر دنیا بھر کے سائنسدان فدا ہو گئے ہوں، پھر کیونکر اس کو چھوڑیں۔ جس نے صبح سویرے تلاوت قرآن مجید کا معمول بنالیا وہ زندگی بھر بینائی سے محروم نہیں ہوگا۔ اس کی آنکھوں کا نور ہمیشہ سلامت رہے گا۔

چند لمحات دُنیا کی رنگینوں سے نکال کر اپنے آپ کا محاسبہ تو کرو۔ ذرا سوچو اگر رب تعالیٰ تمھیں یہ نیلی نیلی، بھوری بھوری سرمئی سی آنکھیں نہ دیتا تو تم دُنیا کی خوبصورتی کیسے دیکھ پاتے۔ چلتے پھرتے انسان، بہتی ندی نالے، پھوٹتے چشمے لہلہاتے کھیت، کھلتے پھول، مہکتے گلشن، اڑتی تتلیاں، گرجتے بادل، برستی بارشیں، دوڑتی گاڑیاں، خوبصورت چہرے کیسے دیکھ پاتے؟ رب تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں کیسے دیکھ پاتے۔ یہ آنکھوں کا نور ہی تو ہے جس سے اچھا اور بُرا راستہ دیکھ سکتے ہیں۔ غلط صحیح کی پہچان کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آنکھیں غیر محرم کو کیوں دیکھتی ہیں؟ یہ آنکھیں بُرائی، بے حیائی کی طرف کیوں جاتی ہیں۔؟ بے حیائی کی محفلوں میں، شراب خانوں میں کیوں لے جاتی ہیں۔؟ یہ آنکھیں مسجد کی طرف کیوں نہیں لے جاتی۔ پھر ان آنکھوں میں حیا کیوں نہیں قائم رہتا؟ کبھی سوچا ہے۔ زمانہ ہمیں اندھوں میں شمار کرتا محتاجی کی زندگی کیسے بسر کر پاتے۔ اب اگر تمھاری یہ آنکھیں چھین لے تو تم کیا کرلو گے، کوئی تمھیں ایک وقت کا کھانا تک نہیں دے گا۔ تم کس سے فریاد کرو گے؟ تمھیں کوئی نہیں اپنائے گا۔ تو پھر کیوں ناں ان آنکھوں کی حفاظت کریں۔ انہیں بُرائی کی طرف راغب کر کے خود کو گناہ گار نہ بنائیں۔ ہماری آنکھیں کسی کی مدد کرتی نظر آئیں، کسی نابینا کو راستہ دیکھائیں۔ بندے کو بُرائی سے روکیں۔

فرض کریں اللہ تعالیٰ تمھیں ٹانگوں سے محروم پیدا کرتا۔ تم کس کے سہارے جیتے تم تو موت کی خواہش کرتے نا۔ ساری زندگی گھٹ گھٹ کر بسر کرتے۔ پھر کیوں ناں ان خوبصورت ٹانگوں، پاؤں کو بُرائی کی طرف جانے سے روکیں۔ ہمارے قدم بُرائی کی طرف اٹھ نہ پائیں۔ شراب خانے جاتے پاؤں مسجدوں کی طرف اٹھ جائیں۔ ہمارے قدم چوری کی طرف تو اٹھتے ہیں نیکی کی طرف کیوں نہیں بڑھتے؟ بے حیائی، گناہوں کی محفلوں میں جانے کے لئے بے چین رہتے ہیں، یہی قدم کسی کی امداد کے لئے کیوں نہیں اٹھتے۔ فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ کیوں نہیں لیتے۔؟ خدا کے لئے ان خوبصورت ٹانگوں، پاؤں کو بُرائی کی طرف جانے سے روکیں اور اچھائی کی طرف بڑھائیں۔ پھر زندگی میں راحت ہی راحت ہوگی، اداسیاں، محرومیاں، پریشانیاں رفو چکر ہو جائیں گی۔ اگر آج یہ گناہوں کی دلدل میں دھنستے چلے گئے تو کل قیامت یہی پاؤں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں مجرم بنادیں گے۔ اس وقت کوئی فریاد، کوئی التجاء کام نہیں آئے گی۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جائیں اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اور ہم ندامت سے سر جھکائے کھڑے ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کل قیامت شرمندگی کے آنسو ہماری آنکھوں میں نہ آئیں، ندامت سے ہمارے سر نہ جھکیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان عظیم نعمتوں کا صحیح استعمال کریں اور

بُرائیوں کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔

اگر خدانخواستہ اللہ تعالیٰ یہ پیارے پیارے نرم و ملائم حسین خوبصورت ہاتھ نہ دیتا تو ہم کیا کر پاتے۔ہم کیسے کھانا کھاتے؟یہ بڑی گاڑیاں،بڑے بڑے جہاز جو ہمارے دسترس میں ہیں کیسے چلاتے۔؟اگر اللہ تعالیٰ نے اتنی پیاری نعمت سے نوازہ ہے تو اس کی حفاظت بھی کرنی چاہیئے۔یہی کسی کی عزت پامال کرنے کے لئے کیوں اٹھتے ہیں۔ان ہاتھوں سے ملاوٹ کیوں کرتے ہیں،ناپ تول میں کمی کرتے کپکپاتے کیوں نہیں۔انہی ہاتھوں سے زہر کیوں بنا رہے ہیں،زہر پلا رہے ہیں،انہی ہاتھوں سے دوسروں کی بہنوں،بیٹیوں کے آنچل برباد کیوں ہوتے ہیں۔یہ ہاتھ چوری کیوں کرتے ہیں،یہ ہاتھ جن میں قرآن مجید ہونا چاہیے قتل کے آلات،بندوق،پستول پکڑنے کے لئے کیوں استعمال ہوتے ہیں۔انہی ہاتھوں سے ہم قرآن مجید بھی اٹھا سکتے ہیں،انہی ہاتھوں سے کسی بے سہارا کی مدد تو کرسکتے ہیں انہی ہاتھوں سے غریبوں کی معصوم لڑکیوں کی عزت کی دھجیاں کیوں اڑائی جاتی ہیں انہی ہاتھوں سے ان کے سروں پر آنچلوں کا سایہ کیا جاسکتا ہے۔یہ ہاتھ بہنوں کے لئے باعث عزت کیوں نہیں بن سکتے۔یہی ہاتھ عزتوں کے محافظ بھی بن سکتے ہیں۔پھر یہ ہاتھ شر کیوں پھیلاتے پھرتے ہیں کیوں آخر؟یہ تضاد کیوں ہے؟

ہم بُرائی کی طرف کیوں بھاگتے جاتے ہیں۔نیکی ہمیں زہر کا جام کیوں لگتی ہے۔ہم بربادی کا راستہ اختیار کیوں کرتے ہیں؟ہمیں معلوم بھی ہے کہ یہ راستہ غلط ہے پھر بھی جانوروں کی طرح منہ اٹھائے چل رہے ہیں۔عقل و شعور کی بلندیوں پر فائز ہو کر بھی نادان ہیں۔عقل پر قفل لگے ہیں۔دل پر کالی ضرب لگی ہے۔سب کچھ جانتے ہوئے بھی انجان ہیں۔جس راستے پر چل کر دُنیا و آخرت سنوار سکتی ہے اسے پست پردہ ڈال دیا ہے اور جس راستے پر گناہوں کی گہری کھائیاں ہیں،دلدل ہے۔وہاں شوق سے چل رہے ہیں۔لمحوں کی لذت کے لئے زندگی کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔زندگی کو عذاب میں مبتلا کر رہے ہیں۔ہنستی مسکراتی زندگی میں زہر بھر رہے ہیں۔اپنے ہاتھوں اپنی حسین زندگی کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

جہاں صبح سویرے ہمارے گھروں میں تلاوت قرآن مجید کی صدائیں گونجنی چاہیے وہاں گانے،موسیقی،ناچ گانے کیوں بجتے ہیں؟تلاوت کرنے کی بجائے صبح صبح اخبار کے درشن کیا جاتا ہے۔رات کو جاگتے ہیں،فحاش پروگرام بچوں میں بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔صبح نماز کے وقت آنکھیں نہیں کھلتی۔سورج اپنی کرنیں روح زمین پر بکھیر چکا ہوتا ہے تب آنکھیں ملتے اٹھ بیٹھتے ہیں۔نماز کا ہوش تک نہیں رہتا،بچوں کی تربیت نہیں کر پاتے،پھر بچے بھی میر صادق،میر جعفر بن جاتے ہیں۔روتا روتے تھکتے نہیں کہ رزق میں تنگدستی ہے جب نماز ہی نہیں پڑھتے رزق کہاں سے آئے گا۔رزق میں کمی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ہے۔سکون و چین نماز و قرآن سے ہے۔جس سے ہم کوسوں دور ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سات سو سے زائد بار نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے قرآن واضح کر رہا ہے کہ کامیابی و کامرانی اسی میں ہے۔لیکن دشمن انسان ہو کر شیطان کے غلام بن بیٹھے ہیں۔قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے مگر آنکھیں رہتے ہوئے اندھے ہیں،عقل و شعور رکھتے ہوئے پاگل ہیں۔ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے عقلوں پر سانپ قبضہ کیے بیٹھا ہو،دل پر شیطان نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔اب انسان ایسے ایسے کام کر رہا ہے کہ شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔شیطان کو صرف ایک سجدہ نہ کرنے کی سزا ملی اور لعنتی قرار دیا گیا۔زمین و آسمان میں ذلیل و خوار ہوا۔مردود کا لقب ملا لیکن ہم اشرف المخلوقات ہو کر سینکڑوں سجدے قضا کر چکے ہیں۔امتی محمدی ہو کر نمازیں قضا کیے بیٹھے ہیں۔کیا ہم سزا کے مستحق نہیں ہے۔

ذرا سوچو زمین کیوں پھٹتی ہے؟زلزلے کیوں آتے ہیں؟پانی بے قابو کیوں ہو جاتا ہے؟جہاز کیوں تباہ ہو رہے ہیں؟کشتیاں کیوں الٹ

رہی ہیں۔ حادثات معمول کیوں بن گئے ہیں؟ انسان اعضاء درختوں پر کیوں لٹک رہے ہیں؟ دعاؤں میں اثر نہیں رہا۔ دعائیں کیسے قبول ہوگی جب ہمارا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور ہوگا۔ زمین کیوں نہ پھٹے، زلزلے کیوں نہ آئیں، آسمانی آفات معمول کیوں نہ بنیں۔ زمین انسان کے گناہوں سے پھٹ رہی ہے اور آسمان قہر برسا رہا ہے۔ اب بارشیں رحمت نہیں زحمت بن رہی ہیں۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے بچے معذور پیدا ہو رہے ہیں۔ ہزاروں بیماریوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ سب کیا دھرا اپنا ہی تو ہے۔ تمھیں کچھ خبر ہے قرآن مجید پہلی امتوں کی تباہی کے قصے سنا رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے ہم قرآن مجید پڑھیں تو تب ناں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے عالی شان محلات سے کیوں نکالا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پانی میں کیوں غرق ہوگئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ آسمان سے آگ برسی۔ سبھی تم کو خبر ہے لیکن تمھارے عقلوں پر تالے لگا دیئے گئے۔ تمھارے دل گناہوں کی غلاظت سے ناپاک ہو گئے ہیں۔ شیطانیت نے تمھارے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے۔ تمھیں کسی کی بیٹی نظر آتی ہے، نہ بہن بس آنکھوں میں درندگی ہی درندگی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمھیں گناہ کرنے پر فوراً عذاب سزا مل جاتا جیسے پہلی امتوں کے لوگوں کو ملتا تھا۔ لیکن صدقے واری جاؤں اس عظیم ہستی پر جس نے مانگا بھی تو کیا مانگا۔ میرے اللہ میری امت کی شکلیں نہ تبدیل کرنا۔ امت کی خیر مانگی، امت کی بخشش مانگی، ارے اس عظیم ہستی کا کسی ایک احسان کا بدلہ تو دیتے۔ جس نے اپنا خاندان تمھارے لئے قربان کر دیا۔ جس نے اپنے نواسے دین پر قربان کر دیئے۔ جس نے خود فاقہ کشی اختیار کی اور اپنا سب کچھ امت میں تقسیم کر دیا۔ تم میں ذرا بھی ہوش نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے تو آج ذلیل و خوار تو نہ ہوتے۔

تم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبق لیا ہوتا۔ جنہوں نے سانپ سے زخم کھا لیا لیکن حضور اکرم ﷺ کے آرام میں خلل نہ ڈالا۔ ہم تو دوستی کے قابل بھی نہیں۔ ہم سے دوستی بھی نہیں ہوتی، دوستی کی آڑ میں اپنے مفاد حاصل کرتے ہیں۔ اپنے مطلب نکالتے ہیں۔ ہماری دوستی مطلبی ہے۔ بے لوث نہیں۔ ہماری دوستی میں لالچ، دھوکہ فریب ہے۔ ہم دوستی بھی اس سے کرتے ہیں جس کی بہن خوبصورت ہو۔ جس کی ماں خوبصورتی کا شاہکار ہو۔ آخر ہمیں ہو کیا گیا ہے۔ کس سمت چل پڑے ہیں۔ ہماری سوچیں مثبت کیوں نہیں ہیں۔ ہم اپنے لیے کیوں سوچتے ہیں۔؟ اتنے خود غرض کیوں بن گئے ہیں۔ اپنا پیٹ پالنے کے لئے نجانے کتنے پیٹ چاک کر دیتے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں سوچتے ہمارے اندر جانے والا نوالہ حلال بھی ہے کہ نہیں۔ ہم اپنے بچوں کو حلال کھلا رہے ہیں کہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے ہمیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ ان چیزوں کا خیال رکھیں۔ ہمیں تو دولت چاہیے۔ کسی طرح بھی حاصل ہو۔ ہمیں کوئی غرض نہیں۔ اس میں کسی غریب کا خون ملا ہو یا کسی ماں کی آہیں شامل ہوں ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ ہمیں تو اپنی فکر ہے۔ دولت ہونی چاہیے دوسرے مرتے ہیں تو مر جائیں ہمیں کیا؟

جب تک ہم دوسروں کے لئے نہیں سوچیں گے کبھی بھی چین سے نہیں جی پائیں گے۔ کبھی بھی سکون و قرار میسر نہیں آسکتا۔ جب تک ہمارے شر سے ہمسائے محفوظ نہیں ہیں ہم یونہی ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے۔ بیماریاں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ طوفان آئیں گے۔ آندھیاں ہمارے گھروں کو مسمار کر دیں گی۔ پانی بے قابو ہو کر ہمیں نیست و نابود کر دے گا۔ دشمن ہمارے اوپر حاوی ہو جائیں گے۔
مغربی ثقافت، کلچر والے چاہتے بھی یہی ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹایا جائے تاکہ ہم پوری دنیا پر حکومت کر سکیں۔ وہ ہمیں مختلف طریقوں سے زیر کر رہے ہیں، ورغلا رہے ہیں اور ہم بھی اندھے ہیں۔ لبیک لبیک کیے جا رہے ہیں۔ انٹرنیٹ، کیبل ہمارے گھروں میں عام ہو گئے ہیں۔ ہم ان کو مثبت استعمال کرنے کی بجائے منفی استعمال کر رہے ہیں۔ بچوں کے درمیان بیٹھ کر غیر اخلاقی پروگرام دیکھتے

ہیں۔ کپڑوں سے عاری چلتے بدن دیکھ کر ہمارے ایمان کمزور ہو رہے ہیں۔ حیوانیت چھا جاتی ہے۔ پھر ہمیں تمیز نہیں رہتی کہ کون بہن ہے کون بیٹی ہے۔ مجھے شرمندگی کے آنسو بہانے پڑتے ہیں جب اخباروں میں ایسی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ ایک باپ اپنی بیٹیوں کے ساتھ زنا کرتا رہا۔ بیٹوں کو خبر ہونے پر باپ کو قتل کر دیا۔ بھائی نے بہن کی عزت تار تار کر دی۔ کیا مسلم ہو کر ایسے کام کریں گے۔ جس سے روح تک کانپ اٹھتی ہے۔ آسمان پھٹنے کو آ جاتا ہے۔ رشتوں کی تذلیل کب تک ہوتی رہے گی؟ جب ہم مقدس رشتوں کی پامالی کرنے لگیں گے تو عذاب الٰہی تو آئے گا۔ انسان گائے بکری کی طرح کاٹ دیا جاتا ہے اس کے ٹکڑے درختوں پر لٹکتے ہوتے ہیں۔ فسادات، خون ریزی مار پیٹ، دہشت گردی کی انتہا ہو گئی ہے یہ سب شیطانی عمل نہیں تو کیا ہے؟ شیطان نے ہمیں جکڑ لیا ہے۔ ہمیں اپنے پرائے کی تمیز نہیں رہی۔ ایک شیطان لاکھوں انسانوں پر حاوی ہے۔ افسوس صد افسوس۔

ہماری بیٹیاں گھروں میں بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں۔ جہیز کی لعنت نے ہمیں اندھا کر دیا ہے۔ ارے نادانو تمھارے گھروں میں بھی بیٹیاں ہو نگی۔ اگر تم اپنے بیٹے کے لئے جہیز سے لدی بہو لانا چاہتے ہو تو کیا تمھاری بیٹیاں بنا جہیز کے پیا گھر سدھار جائیں گی۔ ہرگز نہیں؟

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے اپنی پیاری لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں کیا دیا تم اچھی طرح جانتے ہو۔ آپ ﷺ دو جہانوں کے مالک تھے۔ دینے کو کیا نہیں دے سکتے تھے۔ لیکن صرف ہمارے لئے مثال قائم کی تاکہ کسی غریب کی بیٹی جہیز کی وجہ سے ماں باپ کے گھر بیٹھی بوڑھی نہ ہو جائے۔ جان رکھو جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

آج تم کسی کو ذلیل کرو گے کل تم کو بھی کوئی ذلیل کرے گا۔ ہمارے حضور اکرم ﷺ نے یتیموں، مسکینوں سے محبت کی عمدہ مثال قائم کی اور ہم یتیموں، مسکینوں کا حق تلفی کر کے خوش ہوتے ہیں۔ ابھی بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ خدا کو جان دینی ہے۔ یہ زندگی چند دن کی ہے آخر ہر بشر نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ جب یہ حسین چمکتا بدن مٹی میں مل جائے گا۔ کیڑے مکوڑے نوچنے کو آئیں گے۔ تب خبر ہو گی۔ پھر یہ غرور، یہ جاگیری کسی کام نہیں آئے گی۔ وہاں صرف اور صرف اعمال کام آئیں گے۔ اعمال اچھے ہوں گے تو جنت کے عالی شان حسین و جمیل محلات منتظر ہوں گے، ورنہ شعلے بھڑکتی آگ کے ایندھن بنے گے۔

میرے بھائی ابھی بھی وقت ہے ہوش کرو۔ وقت کسی کا دوست نہیں ہے۔ قیامت آنے کو ہے۔ خدا کے لئے وقت ضائع مت کرو۔ برائی سے توبہ کرو۔ نیکی کے کاموں کے لئے زندگی واقف کر دو۔ کیا رکھا ہے شراب میں، شراب خانوں میں، بے حیائی کی محفلوں میں زنا میں، صرف وقتی تسکین، چند لمحوں کی لذت۔ لمحوں کی تسکین کے لئے عمر بھر کا عذاب مت خریدو۔

تم خود سوچو! کالج، یونیورسٹی جاتی لڑکیوں کے رستے روکنا، جملوں کی برسات کرنا، ان کو تنگ کرنے کے لئے وقت ضائع کرتے ہو۔ تمھاری بھی بہن ہو گی۔ وہ بھی اسکول کالج، یونیورسٹی جاتی ہو گی۔ اسے بھی کوئی دیکھتا ہو گا۔ اس پر بھی کوئی فقرے کستا ہو گا۔ تم تو لڑکیوں کو ورغلا کر، ان کی تصویریں ماں باپ کو دکھانے کی دھمکی دے کر بلیک میل کرتے ہو۔ ان کی زندگیوں سے کھیلتے ہو۔ ان کی عزت خاک میں ملاتے ہو۔ ان کے ارمانوں کا خون کرتے ہو۔ ان کے اعتبار کو ٹھیس پہنچاتے ہو۔ اگر کوئی تمھاری آنکھوں کے سامنے تمھاری بہن کی عزت برباد کرے۔ برداشت کر پاؤ گے نہیں ناں۔ ایسے لمحے دیکھنے سے پہلے تم مر جاؤ گے۔ تو سوچو جن کے لئے تم راہوں میں کانٹے بچھا رہے ہو وہ بھی تو کسی کی بہن بیٹی ہے۔ خدا کے لئے ابھی بھی وقت ہے سدھر جاؤ۔ ورنہ چار دن کی زندگی کی بعد کالی قبر تمھارے انتظار میں ہے۔ کیڑے مکوڑے سانپ تمھیں کھانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ تمھاری آنکھوں کے سامنے کتنے تمھارے عزیز رشتے دار اس جہاں سے چلے گئے۔ اب صرف یاد بن کر رہ گئے۔ کتنے جنازے تم نے اپنے کندھوں پر اٹھائے ہونگے۔ کیا تم نے ذرا بھی عبرت نہیں لی۔ تمھیں قبر کی

رات سے خوف نہیں آتا۔ کتنے قبروں میں دفن کیے ہونگے۔ ایک دن تم بھی اسی مٹی کے حوالے ہو جاؤ گے۔ کتنوں کو مٹی نے اپنی گود میں لے لیا تم کو بھی ریزہ ریزہ کر دے گی۔ کیوں ناں ایسے اعمال کریں کہ مٹی بھی ہمارے لئے پھول بن جائے۔ فرشتے ہمارا استقبال کریں۔ کیڑے مکوڑے سانپ ہمیں کچھ بھی نہ کہیں۔ تو آؤ عہد کریں آج سے ہم کوئی برائی کا کام نہیں کریں گے۔ ہمارے ہاتھوں سے، ہماری زبان سے کسی کو تکلیف نہیں ہوگی۔ کیونکہ کل قیامت ہمارے ہر اعضاء سے پوچھا جائے گا۔ اس وقت ہم ہی کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کو بھی سنواریں۔ مغربی تہذیب، مغربی معاشرے کو بھلا کر اسلامی طرز زندگی بسر کریں۔ حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوں گے۔ توبہ کے دروازے کھلے ہیں آج ہی توبہ کر لیں۔ کیا خبر پھر توبہ کا وقت ہاتھ سے نکل جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ بے شک وہ ذات رحیم و غفور ہے معاف فرما دے گی۔

کچھ اپنی ان بہنوں، بیٹیوں سے جو اسکول، کالج، یونیورسٹی جاتی ہیں۔ مہربانی کر کے پردے کو معمول بنا لیں۔ تاکہ تم محفوظ رہو۔ آنچل ہی تمہارا محافظ ہے۔ یہی تمہارا ہتھیار ہے۔ ذرا سوچو تمہاری ماں، اپنے زیور تک فروخت کر کے تمہیں کالج روانہ کرتی ہے۔ تم اس بھولی ماں کو، اس سادگی میں زندگی گزارنے والی ماں کو کیا صلہ دے رہی ہو۔؟ ایک خادمہ کا، ایک نوکرانی کا، جو پورے ماہ کام کرتی۔ لیکن اس نوکرانی تو ایک ماہ بعد تنخواہ تو مل جاتی ہے۔ ماں تو بغیر معاوضہ کے کام کرتی ہے۔ تم ہو کہ اپنی ماں کی ساری امیدوں، ساری محنت پر پانی پھیر دیتی ہے۔ اس کے ارمان، اس کا مان توڑ دیتی ہو۔ اس کی عزت کا جنازہ نکال کر جب گھر آتی ہوگی۔ تمہارا ضمیر ملامت تو کرتا ہوگا۔ تم موت کو بھی گلے لگالوگی تو کیا فائدہ۔؟ تمہاری ماں، تمہارا باپ زمانے میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جائے گا ناں۔ اسے معاشرے میں بسنے والے بے موت ماردیں گے۔ آج تم فیشن کرتی پھرتی ہو۔ تمہارے سروں سے آنچل غائب ہیں لباس تمہارا باریک سے باریک تر ہوتا جا رہا ہے۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے کتنی حسین و جمیل زندگیاں مٹی میں مل گئی ہیں۔ کہاں گیا ان کا حسن، کہاں گئے ان کے نخرے۔؟ یہ فیشن، یہ ناز و نخرے، تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اپنی عزت کی پاسداری کرو۔ والدین کا سر فخر سے بلند ہونا چاہیے۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اسی میں تمہاری شان ہے۔ اسی میں تمہاری اور تمہارے والدین کی عزت ہے۔ ورنہ زمانہ تمہیں نوچ لے گا۔ زمانے میں اکیلی رہ جاؤ گی۔ سوائے بدنامیوں کے طوق کے، اداسیوں، مایوسیوں کے، پچھتاوے کے، کچھ بھی تمہارے پاس نہیں رہے گا۔ یہی شان ہے، یہی عزت ہے تمہاری۔ اس کی حفاظت کرو۔

آج تم والدین، بھائیوں کی کمائی فضول خرچی، فیشن میں اڑا رہی ہو کل تم پچھتاؤ گی۔ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرو۔ آخرت سنوارو۔ اس میں تمہاری کامیابی و کامرانی ہے۔ امید ہے میری باتیں، میرے یہ چند الفاظ تمہیں غور کرنے، سوچنے پر مجبور ضرور کریں گے۔

میری والدین سے بھی استدعا ہے کہ خدارا اولاد کی نگرانی رکھو۔ انہیں بری صحبت سے بچاؤ۔ انکے قول و فعل پر نظر رکھو۔ کھلاؤ سونے کی، نظر شیر کی طرح ہو۔ محبت دو، پیار دو۔ سبھی کو برابر کھینی دو تا کہ کوئی بچہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ انکے اٹھنے، بیٹھنے پر نظر رکھو۔ اس کی کمپنی کیسی ہے؟ اس کی صحبت کیسی ہے؟ اس کے دوست کیسے ہیں؟ انگلش اور دنیوی تعلیم تو دلواتے ہو۔ دینی تعلیم کی طرف بھی توجہ دو۔ سچ تو یہ ہے بچے بڑی بڑی ڈگریاں لے لیتے ہیں مگر نماز کے طریقے نہیں آتے دعائے قنوت نہیں آتی۔ صرف معذور، نابینے بچوں پر دینی تعلیم فرض نہیں ہے۔ بلکہ سبھی کا حق بھی ہے اور فرض بھی۔ انہیں مذہب کے قریب رکھو نہ کہ مغربی کلچر کے حوالے کر دو۔ گھر میں محبت بھرا، دوستانہ ماحول ہو تا کہ بچے اچھا اثر لیں۔ لڑائی جھگڑے اور بے ہودہ باتیں برا اثر چھوڑتی ہیں۔ یہ اونچی اونچی عمارتیں، دولت کے انبار کچھ کام نہیں

آئیں گے۔تربیت ہی کام آئے گی۔

یادرکھونصیب کام کرتے ہیں تربیت کام کرتی ہے۔دولت کے ترازو میں اولاد کو نہ تولو۔بیٹیوں کو بھی اہمیت دو۔بیٹیاں رب تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہوتی ہیں۔ان کا بھی پورا پورا حق ہے۔جائیداد میں ان کا پورا حق دو۔بیٹیوں کو زحمت نہ گردانو۔دولت ،جائیداد کے چلے جانے کے ڈر سے بیٹیوں کو گھروں میں محصور نہ رکھو۔یہ دولت ،یہ جائیدیں، محلے بنگلے،کوٹھیاں کسی کام نہیں آئیں گی۔تمہاری اچھی سوچ،اچھی تربیت ہی ان کا شاندار مستقبل بنا سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ بھی والدین ،بہن بھائیوں کو نیک بنائے اور ایمان کی سلامتی ہو۔آمین ثم آمین!۔

میں سوچوں میں بہت آگے نکل گیا تھا۔انکل ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔میں جو سوچوں کی یلغار میں ڈوبا ہوا تھا۔اس تیرہ سالہ بچے کی آواز پر میں سوچوں کے نگر سے نکل آیا۔حلوہ پوری ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ناشتہ کیا کرنا تھا؟بغیر ناشتہ کیے کھڑا ہو گیا۔بچے کو حلوہ پوری کی قیمت کے علاوہ چند روپے انعام کے طور پر تھمادیے اور واپس بائیک پر آفس کی طرف لوٹ آیا۔بچہ حیران کھڑا مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

قارئین کیسی لگی میری بے ترتیب سی تحریر۔اپنی تنقیدی ،تعریفی آراء سے ضرور بہ ضرور آگاہ کرنا۔زندگی نے مہلت دی تو نئے موضوع کے ساتھ حاضری دوں گا ورنہ سلام آخری ہے بس اس ذرا سے انسان کے لئے دعا ضرور کر دینا۔کس کے لب ہلیں اور میری زندگی سنوار جائے۔

والسلام!

مجید احمد جائی (ملتان شریف)0301-7472712

ظہور سویٹ اڈہ ٹلی والا متن بہاول پور روڈ تحصیل وضلع ملتان

گر وقت سہانا گزر گیا تم سوچتے ہی رہنا

وہ اک مسافر کدھر گیا تم سوچتے ہی رہنا

چار دن کی چاہت ہے یہ اپنی

گر نشہ دل لگی کا اتر گیا تم سوچتے ہی رہنا

اظہار تو کرنا تم نے سیکھا ہی نہیں ہے

تیرے پیار میں کوئی مر گیا تو سوچتے ہی رہنا

چپکے سے تیرے دل میں سما جائیں گے

کون آنکھ یہ خالی بھر گیا تم سوچتے ہی رہنا

شمع کی دوری رفتہ رفتہ تجھے ستائے گی

درد رگ جاں میں کیسے اتر گیا تم سوچتے ہی رہنا

سہیل بیگ۔لاہور

غزل

میرا مزاج ہے یارو اداس رہنے دو

دیار دل میں محبت کی آس رہنے دو

عداوتوں میں بھی اتنا سا دوستانہ رکھو

بچھڑ گئے بھی تو یادوں کو پاس رہنے دو

نجانے آئے وہ کب ملنے کی آرزو لے کر

خدایا مجھ پہ ادھار چند سانس رہنے دو

نہیں رہا ہے تیری مے میں اب سرور ساقی

ہٹاؤ جام میرے دل کی پیاس رہنے دو

مزا ہی اور ہے عثمان جہاں میں غم کا

بنا نہ سنگ یہ دل یوں حساس رہنے دو

عثمان چوہدری۔ڈڈیال

اک بار تو کہا ہوتا میں ہی تیرا پیار ہوں

میں ہی تیرا ارمان ہوں میں ہی تیری چاہت ہوں

میں ہی تیرا ہمسفر ہوں میں ہی تیرا ہمدرد ہوں

میں ہی تیرا غمگسار ہوں میں ہی تیری خوشی ہوں

میں ہوں تیری زندگی میں ہی تیرا پیار ہوں

کاش اک بار کہا ہوتا

....

کل

داناؤں کے رجسٹر میں کل لفظ کہیں نظر نہیں آتا اور نہ ہی آئے گا۔ البتہ بے وقوفوں کی جنتریوں میں یہ لفظ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ عقل مندی اس لفظ کو قبول نہیں کرتی اور نہ ہی سوسائٹی اس کو منظور کرتی ہے یہ تو محض بچوں کو بہلانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کھلونے دوں گا، کل وہاں چلیں گے یہ کام وغیرہ کل کریں گے وغیرہ وغیرہ "کل" ایسے لوگوں کے استعمال میں آنے والی چیز ہے جو صبح و شام خیالی پلاؤ پکاتے ہیں اور سوتے جاگتے خواب ہی دیکھتے ہیں۔

☆......ریاض صادر۔گدو کے

زندگی

ایک پیارا نام زندگی ہے زندگی غم، دکھ، درد، ظلم، خوشی، محبت، چاہت، اظہار، انکار و اقرار کا نام ہے ان کے بغیر زندگی نامکمل ہے، بے مزہ ہے، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اے خدایا مجھے غم سے دور کردے۔ اے نادانو! جن کے پاس خوشیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ان سے پوچھو کہ زندگی کیسے گزر رہی ہے۔ ہماری تو خوش قسمتی ہے کہ بے سکون زندگی جینے کے طریقے سکھا دیتی ہے۔

☆ سید امراز نزاکت کشمیری۔مظفر آباد

دعا

دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ دعا تمام عبادتوں کا نچوڑ اور ان کو مضبوط بناتی ہے اور ثواب میں اضافہ کرتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا ان کے حوادث سے بچ نکلنے کے لئے مفید ہوتی ہے اور ان مصائب سے بچنے کا ذریعہ ہوتی ہے جو کہ نازل ہونے والے ہوتے ہیں۔ اسی لئے اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ اللہ سے دعا کریں، ہر پل مانگیں کیونکہ اللہ کی رحمتیں بے شمار ہیں اور انسان کی خواہشیں اس لحاظ سے نہایت کم ہیں۔ دعا انسان کے لئے مصائب و مشکلات سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی دلائے۔ وہ یہ کہ اللہ سے دعا کیا کرو، رات میں اور دن میں کیونکہ دعا مومن کا خاص ہتھیار ہے، اس کی خاص طاقت ہے۔ دعا کے آغاز و اختتام پر اللہ کی تعریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے۔ دعا صرف اپنے لئے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لئے کرنی چاہئے۔ یعنی اپنے گناہوں کا اعتراف اور ان کی سزا کا خوف دل میں ہو لیکن اللہ سے پوری امید کے ساتھ دعا کی جائے کہ وہ میری التجا کو ضرور پورا کرے گا۔

☆......ایم خالد محمود سانول۔مردث

زندگی کی تلخ حقیقت

ایک تاجر کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا۔ میرے پاس خالص سونے کا زیور ہے جس کی قیمت دس ہزار ہے۔ مجھے اس وقت مجبوری ہے آپ اسے رکھ کر مجھے پانچ ہزار روپے دیجئے۔ میں ایک ماہ میں لوٹا دوں گا اور زیور واپس لے لوں گا۔ اس تاجر نے ترس کھا کر اسے پانچ ہزار روپے دے کر زیور لے لیا اور اسے ایک الماری میں بند کر کے رکھ دیا۔ عرصہ گزر گیا مگر وہ آدمی واپس نہ آیا۔ تاجر کو تشویش ہوئی اور وہ اس زیور کو ایک سنار کے پاس لے گیا۔ سنار نے جانچ کر بتایا کہ یہ پیتل کا ہے۔ تاجر کو بہت صدمہ ہوا۔ جس زیور کو وہ پہلے بند الماری میں رکھا جاتا تھا اس تاجر نے اسے پیتل کے خانہ میں رکھ دیا۔ انسانوں کے درمیان اکثر شکایات اور تلخی صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ایک آدمی سے ہم نے جو امید کر رکھی ہوتی ہے اس میں وہ پورا نہیں اترتا۔ ہم نے اسے خیر خواہ سمجھا مگر وہ بدخواہ ثابت ہوا، ہم نے اسے زندہ ضمیر سمجھا مگر وہ مردہ ضمیر نکلا۔ ایسے مواقع پر بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی کو مذکورہ زیور کی طرح دل کے خانہ سے نکال کر دوسرے خانہ میں ڈال دیا جائے۔

☆......ایم خالد محمود سانول۔مردث

شوخ سطریں

☆......ماں کی دعا جنت کی ہوا۔

O......ماں کی بددعا، جا بیٹا بیاہ رچا۔

☆......میرا شوہر میرے علاوہ کسی عورت کو نہیں دیکھتا۔

O......بھئی پھر اس بیچارے کو نظر کا چشمہ

لگواؤ۔

☆..... شوہر کی ہارٹ اٹیک سے موت واقع ہو گئی۔

O..... کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو میک اپ کے بغیر دیکھ لیا تھا۔

☆..... دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ۔

O..... کچھ عورتیں اکٹھی ہوں اور خاموشی رہے۔

عورتوں کے لئے سب سے بھیانک سزا۔

O..... سب ہی بیوٹی پارلرز کو تالے لگا دیئے جائیں۔

☆..... سرکاری اسکولوں کی حالت بہتر ہو جائے گی۔

O..... بشرطیکہ ٹیچرز سویٹرز بننا اور بچوں سے سبزیاں بنوانا چھوڑ دیں۔

☆..... ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

O..... بس چپل نہیں ملتی۔

☆..... ایس امتیاز احمد۔کراچی

شوخ سطریں

دیتا نہیں ہے مفت کسی کو وہ مشورہ
محتاط ہو کے اس سے خدارا بات کیجئے
وہ ڈاکٹر ہے گھر میں بھی کچھ گفتگو کے بعد
بیوی سے کہہ رہا ہے میری فیس دیجئے

☆..... ایس امتیاز احمد۔کراچی

سنہری اقوال

* زندگی کا ہر دن آخری سمجھو۔
* ہمیشہ سچ بولو تاکہ تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔
* غیرت دار کبھی بدکاری نہیں کرتا۔
* غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔
* دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم)

☆..... اسد الرحمٰن بھٹو۔شورکوٹ

اقوال زریں

* تمہارا لباس پھٹا پرانا پیوند لگا ہو تو فکر نہ کریں اپنے جسم کو صاف رکھیں۔
* جو باتیں تم لوگوں کے سامنے نہیں کر سکتے ان کے پیچھے بھی مت کرنا۔
* زندگی کی راہوں میں اس طرح پھول بکھیرتے جاؤ کہ جب تم پیچھے مڑ کر دیکھو تو تمہیں گلستان نظر آئے۔
* کسی سے محبت کرنا اور اسے کھو دینا محبت نہ کرنے سے بہتر ہے۔
* احسان کا بدلہ ادا نہ کر سکو تو زبان سے شکریہ ضرور ادا کر دو۔
* عقل مند وہ ہے جو دوسروں کی نصیحت سنتا ہے۔
* ہر انسان دوسرے انسان کی ضرورت کا خیال رکھے تو عقائد کا تضاد ختم ہو۔
* بدآدمی بدی نہ کرے تب بھی بد ہے اور نیک آدمی نیکی نہ کرے تب بھی نیک ہے۔
* اگر حال محفوظ ہو جائے تو سارا مستقبل محفوظ ہے۔
* بڑے بڑوں کی بڑی بڑی خدمت کرنے کی بجائے چھوٹے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ضرورت پوری کرنی چاہئے۔
* اندیشہ امید سے ملتا ہے، امید رحمت پر ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔
* خیال عادل نہ ہو تو عمل عادل نہیں ہو سکتا۔
* ایک غریب آدمی بھی غنی ہو سکتا ہے، اگر دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑ دے۔

☆..... ایس امتیاز احمد۔کراچی

فرمان الٰہی

* ایک بار میری طرف آ کر تو دیکھو، متوجہ نہ ہوں تو کہنا۔
* میری راہ پر چل کر تو دیکھو، ہر راہیں نہ کھول دوں تو کہنا۔
* میرے لئے بے قدر ہو کر تو دیکھو، قدر کی حد نہ کر دوں تو کہنا۔
* میرے لئے تکلیف سہہ کر تو دیکھو، اکرام کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا۔
* میرے لئے لٹ کر تو دیکھو، رحمت کے خزانے نہ لٹا دوں تو کہنا۔
* مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھو، سب سے بے نیاز نہ کر دوں تو کہنا۔
* میرے نام کی تعظیم کر کے تو دیکھو، تکریم کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا۔
* میری راہ میں نکل کر تو دیکھو، اسرار عیاں نہ کر دوں تو کہنا۔
* مجھے حی القیوم مان کر تو دیکھو، ابدی حیات کا امین نہ بنا دوں تو کہنا۔
* اپنی ہستی کو فنا کر کے تو دیکھو، جام بقاء سے سرفراز نہ کر دوں تو کہنا۔
* ایک بار میرا ہو کر تو دیکھو، ہر کسی کو تمہارا نہ کر دوں تو کہنا۔
* میرے کوچے میں ایک بار بک کر تو دیکھو، انمول نہ بنا دوں تو کہنا۔
* میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھو مغفرت کا دریا نہ بہا دوں تو کہنا۔

☆..... شمع نصر۔مندرہ

اقوال زریں

★ توبہ انسان کے گناہوں کو کھا جاتی ہے۔
★ غیبت سے بچتے رہو غیبت انسان کے نیک اعمال کو کھا جاتی ہے۔
★ نیکی بدی کو کھا جاتی ہے۔

★ پشیمانی سخاوت کو کھا جاتی ہے۔
★ صدقہ دیا کرو صدقہ بلاؤں کو کھا جاتا ہے۔
★ دنیا کے حالات سے گھبرا کر غمزدہ مت ہو کیونکہ غم عمر کو کھا جاتا ہے۔
★ غصہ انسان کا بدترین دشمن ہے یہ انسان کی عقل کو کھا جاتا ہے۔
★ انصاف کیا کرو انصاف ظلم کو کھا جاتا ہے۔
★ خیرات کرنے سے مال میں کوئی کمی نہیں آتی۔
★ جھوٹ انسان کے رزق کو کھا جاتا ہے۔
★ مہمانوں کی تواضع کرنے سے درجہ بلند ہوتا ہے۔
☆..... شیخ ناصر - مندرہ

سپورٹس معلومات

★ چھکوں کا بادشاہ آفریدی کو کہا جاتا ہے۔
★ تیز ترین سنچری کا ریکارڈ بھی آفریدی کے پاس ہے۔
★ سب سے زیادہ چھکے لگانے کا ریکارڈ آفریدی کے پاس ہے۔
★ ٹیسٹ کرکٹ میں ایک اوور میں چار چھکے لگانے کا اعزاز بھی آفریدی کے پاس ہے۔
★ ٹیسٹ میچ میں تیز سنچری کی اعزاز آفریدی کے پاس ہے۔
★ یوراج انڈیا کا واحد کھلاڑی ہے جس نے چھ گیندوں پر چھ چھکے لگائے۔
★ شین گبز افریقہ دنیا کا واحد کھلاڑی ہے جنہوں نے چھ بال چھ چھکے لگائے ہیں۔
★ عاقب جاوید دنیا کا واحد کھلاڑی ہے جس کے پاس ایک اوور میں پانچ وکٹ لینے کا ریکارڈ ہے۔
☆..... جبرائیل آفریدی - جعفر آباد

جدائی

لفظ جدائی چھوٹا لفظ ہے لیکن ان حروف میں پوری کائنات کا درد چھپا ہوا ہے۔ یہ لفظ بظاہر تو ننھا سا لگتا ہے لیکن یہ لفظ بڑا دردناک ہے۔ اس ننھے لفظ کو صحیح طور پر وہی جانتا ہو گا جو کسی سے پیار و محبت کرنے کے بعد اب اپنے محبوب سے بچھڑ کر تنہا پھرتا ہوگا۔ اس سے جا کے پوچھو کہ جدائی کیا چیز ہے۔
☆..... ندیم جان گوپانگ - اوستہ محمد

اچھی باتیں

☆ قسمت کا فیصلہ اکثر ہماری زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔
☆ قسمت ہم سے کچھ وہی چھین سکتی ہے جو ہمیں دیتی ہے۔
☆ جو شخص سچائی کے پہلو میں کھڑا ہو جاتا ہے اسے کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔
☆ خواہشات وہ کالی رات ہیں جو انسانی زندگی میں سویرا نہیں ہونے دیتی۔
☆ جو محبتوں کی قدر نہیں کرتے وہ نفرت کا نشانہ بنتے ہیں۔
☆..... ندیم جان گوپانگ - اوستہ محمد

ارشادات نبویؐ

میانہ روی: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ دین کی راہ پر چلو اور اس پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہو اور یہ سمجھ لو کہ کوئی بھی شخص محض اپنے عمل کے سبب نجات نہیں پا سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و کرم اور رحمت کے سائے میں ڈھانپ لے۔

جنت میں جانے والا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں جائے گا سوائے اس کے جس نے میرا انکار کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون شخص ایسا ہو سکتا ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امتی بھی ہو اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار بھی کرتا ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اپنے عمل سے میرا انکار کیا۔

نیکی کی دعوت دینا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی نیکی کے کام کی طرف رہنمائی کی اس کو بھی اس نیکی پر عمل کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔
☆..... کرن خان - ٹھٹھہ قریشی

اللہ جانتا ہے

جو بھی برا بھلا ہے اللہ جانتا ہے
بندے کے دل میں کیا ہے اللہ جانتا ہے
یہ فرش و عرش کیا ہے اللہ جانتا ہے
پردوں میں کیا ہے اللہ جانتا ہے
جا کر جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا
وہ کون سی جگہ ہے اللہ جانتا ہے
نیکی بدی کو اپنی کتنی ہی تو چھپائے
اللہ کو پتہ ہے اللہ جانتا ہے
یہ دھوپ چھاؤں دیکھو یہ صبح شام دیکھو

سب کیوں یہ ہو رہا ہے اللہ جانتا ہے
قسمت کے نام کو تو سب جانتے ہیں لیکن
قسمت میں کیا لکھا ہے اللہ جانتا ہے
☆......قمر زمان بوبلی-دوبئی

آؤ کچھ بتاؤں

یہ حقیقت ہے کہ ہر مخلوق سے زیادہ اپنے فرائض کی ذمے داری کا احساس رکھنا انسانی کردار کی سب سے بڑی خوبی ہے فرض ایک ایسی شے ہے جو انسان کو ہر صورت میں ادا کرنا ہوتا ہے جو کہ اس کی ساری زندگی پر محیط ہوتا ہے۔ فرائض کے احساس کے بغیر انسان مصیبت اور لالچ کا پہلا حملہ بھی برداشت نہیں کر پاتا اور گر پڑتا ہے جبکہ اس کی وجہ سے کمزور سے کمزور آدمی بھی طاقتور اور جری بن جاتا ہے فرض کا احساس ایسا مسالا ہے جس کی بدولت ساری اخلاقی عمارت قائم رہتی ہے۔ فرض کی ادائیگی میں جو چیزیں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہیں ان میں تذبذب اور ارادے کی کمزوری سب سے نمایاں ہیں مگر جب ایک بار فرض کی ادائیگی سیکھ لی گئی تو پھر وہ عبادت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد کام مقابلتاً آسان ہو جاتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگی کہ فرض کی بنیاد ہمیشہ احساس عدل پر ہوتی ہے اور عدل کی تخلیق، محبت، خلوص اور سچائی سے ہوتی ہے جو کہ نیکی کی مکمل ترین شکل ہے۔ فرض ایک جذبہ ہی نہیں بلکہ ایک ایسا اصول ہے جو کہ زندگی میں سرایت کر جاتا ہے اور ہر حرکت و عمل سے اس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔ آخر میں یہی کہوں گا کہ جس وقت تک کسی قوم میں فرض شناسی موجود ہے، اس وقت تک اس قوم کے مستقبل کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لیکن جس قوم سے فرض شناسی نائب ہو جائے اور اس کی جگہ عیش و عشرت کی خواہش پیدا ہو جائے تو پھر اس قوم کا خدا ہی حافظ ہے تو آیئے یہ عہد ہم اپنے آپ سے خود کریں کہ ہم ایک فرض شناس شہری بن کر رہیں گے۔ ان شاءاللہ!
☆......ایم خالد محمود سانول-مردت

پیار کی حقیقت

ایک بار ایک لڑکی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ پیار کی حقیقت کیا ہے بزرگ نے کہا کسی خوبصورت باغ میں جاؤ اور سب سے زیادہ خوبصورت پھول تلاش کر کے لے آؤ لڑکی جب باغ پہنچی تو وہاں ایک سے ایک پھول تھے وہ سب کو چھوڑ کر آگے بڑھتی رہی آخر کار اسے ایک پھول حد سے زیادہ پسند آیا وہ اسے دیکھتے ہی دیوانی ہوگئی لیکن پھر سوچا شاید کوئی پھول اس سے بھی زیادہ اچھا حسین ہو وہ آگے گئی لیکن اسے اس پھول سے زیادہ اچھا حسین پھول نہ ملا وہ جب اسی پھول کے پاس واپس لوٹی تو اسے کوئی اور لے جا چکا تھا اس نے بزرگ کو سارا قصہ بیان کیا بزرگ نے کہا یہی ہے پیار کی حقیقت۔
☆......شاماہ نور عرف شزنوں-بہاولنگر

آپریشن کا دعوت نامہ

رشتہ داری اور قرابت داری میں شادی بیاہ کے علاوہ رنج و غم کے موقع پر سب کو نا صرف بلانا چاہیے بلکہ باقاعدہ دعوت نامہ بھیجنا چاہیے جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کچھ اس قسم کے دعوتنامے جاری کیے جائیں۔ مکرمی! السلام علیکم! ابا حضور کی رسولی کا آپریشن مورخہ 31 دسمبر کو ہونا طے پایا ہے اور اسی دن ہمارے بڑے لالہ جی کی جیب میں پتھری تھی سو ان کا بھی آپریشن ہونا طے پایا ہے اس موقع پر آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے ضمیم قلب کا باعث ہوگی۔ پروگرام ان شاء اللہ آپریشن روانگی مریض 9 بجے صبح، آپریشن بارہ بجے دوپہر، واپسی تین بجے سہ پہر لالہ جی کی جیب میں پتھری کا آپریشن رات بارہ بجے تا تین بجے صبح، مقام سپیشل روڈ محلہ کنگال پورہ نزد جنجال پورہ ہسپتال جی ٹی روڈ ملتان پورہ۔
☆......محمد لقمان اعوان-سریانوالہ

سچ اور جھوٹ

❋ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو کچھ بھی سنے بیان کر دے۔ (مسلم شریف)
❋ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح پیدا کرتا ہے۔ اچھی بات کہتا ہے اور اچھی بات پہنچاتا ہے۔ (بخاری شریف)
❋ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)
❋ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔ (مسلم شریف)
❋ سچائی میں اگرچہ خوف ہے مگر باعث نجات ہے اور جھوٹ میں اگر اطمینان ہو مگر موجب ہلاکت ہے۔ (حضرت علیؓ)

میری زندگی کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری ابھی خالی ہے اس پر کسی کا حق نہیں ہوا مجھے ایک ایسے اچھے اور وفادار دوست کے ساتھ کی ضرورت ہے جو زندگی کے لیے ہر پل میرا ساتھ دے کوئی ہے جو میرا دوست بنے گا ہاں میں تو بھول ہی گیا ہم غریبوں کا کون بنتا ہے دوست ہم تنہا ہی شاید اچھے ہیں۔ پل پل ڈستی ہے یہ تنہائی مگر پھر بھی ڈرتا ہوں اگر میں کسی کا بن جاؤں تو وہ اگر مجھ سے بچھڑ گیا تو میں پھر جی نہیں پاؤں گا اس لیے تنہا ہوں اور کسی سے ملنے سے ڈرتا ہوں۔ کاش کہ زندگی کی سانسوں تک ساتھ نبھانے والے لوگ آج اس جہان میں ہوتے آج کا زمانہ بے حد مطلبی اور لالچی ہے اب صرف مطلب کے دوست ہیں صرف مطلب کے اور میں ان مطلب کے دوستوں سے تنہا ہی اچھا ہوں، تنہا ہی اچھا ہوں۔

(ندیم عباس ڈھکو اداس، ساہیوال)

میری زندگی کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری میں دوستوں کی یادوں کے وہ قیمتی الفاظ موجود ہیں جنہیں پڑھ کر میں اپنے گزرے حسین لمحات کو یاد کرتا ہوں میرے دل کو عجیب سی تسکین ملتی ہے ایسا لگتا ہے کہ میری زندگی میں بھی بہاروں کا سہرا تھا دنیا کی رنگینیاں، خوشیاں میرا مقدر تھیں دوستوں کی حسین گفتگو میرے دل کو سرور بخشتی تھی غم کیا ہوتا ہے اس وقت یہ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کتنے حسین تھے وہ دن جب کوئی مجھے پیار سے ہنسی کا طوفان کہتا تو کوئی پیار سے سریلی آواز مجھے کہتی کہ تو شیطان ہے، کوئی اینجل کہتی کہ تم ہو بھی اتنے معصوم ہر محفل میں میری باتوں کے جگنو روشنی بکھیرتے، ہر گفتگو میں رعنائی کے پھول کھلتے تنہائی سے واقفیت تھی نا آشنائی، تنہائی لفظ بس کتابوں میں پڑھتے تھے یادیں لفظ صرف فلموں میں سنا کرتے تھے پھر ہم پہ جوانی آئی تو سب دوست ایسے بکھر گئے کہ جیسے آندھی میں ذرات بکھرتے ہیں جن کے دم سے زندگی حسین تھی وہ اب دور یوں میں بٹ گئے تھے پھر اچانک ایک ناگن میری زندگی میں اس قدر گھس آئی کہ جس نے مجھ کو حد سے زیادہ ڈسا میری زندگی میں اب یادوں کے علاوہ کچھ نہیں میں ہوں یادیں ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات تنہائی سے اس قدر دوستی ہو گئی ہے کہ بس کہتا ہوں کہ میرے ساتھ شروع سے تم ہی دوستی کر لیتی تو آج یادوں کے چنگل میں نہ پھنسے ہوتے اب آرزو دیدار لیے پھرتا ہوں آج بھی مجھے ایک سچے دوست کی تلاش ہے جو مجھے تنہائی سے دور لے جائے۔ میری زندگی حسین بنائے مگر مجھے قدرت کا ملہ کی وہ نشانی یاد آ جاتی ہے کہ اے انسان تم تنہا آئے تھے تنہا جاؤ گے پھر تنہا جینا کیوں نہیں سیکھ لیتے ایک غزل اپنے دوستوں کے نام کرتا ہوں۔

کب تک رہو گے یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا آخر ایک دن ضرور ہم سے
دامن بچانے والے یہ بے رخی کیسی؟
ہم چھین لیں گے تم سے شان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے
ہم چھوڑ دیں گے تم سے یوں بات چیت کرنا
تم پوچھتے پھرو گے اپنا قصور ہم سے

(منظور اکبر تبسم بلوچ منڈی شاہ جیونہ جھنگ)

ملک علی رضا کی ڈائری

شہزادہ عالمگیر کے نام

پیارے دوستو! آپ کو پتہ ہے اس وقت میں جس مقام پر ہوں صرف جواب عرض رسالہ کی وجہ سے، میں نے شہزادہ عالمگیر کی یاد میں ایک ڈائری لکھی ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے جناب شہزادہ عالمگیر صاحب اللہ پاک آپ کو جنتوں کی ٹھنڈک میں رکھے۔ آپ کیا خوب انسان تھے آپ اللہ پاک کے تابعدار بندے تھے آپ رسول پاکؐ کے چاہنے

ڈالے تھے آپ پاکستان سے پیار کرنے والے تھے آپ اپنے بڑوں کے فرمانبردار تھے، آپ کو پتہ تھا کہ جواب عرض میں قدم جمائے بغیر کسی قوم کی ادبی اور علمی معیشت مضبوط نہیں ہوتی ان سب باتوں کی وجہ سے ہی تو ہم آپ کو چاہتے ہیں ہماری کوشش ہے کہ شہزادہ فیصل اور شہزادہ التمش صاحب بھی شہزادہ عالمگیر بن جائیں اور آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جواب عرض کو کامیاب کریں ہم آپ کو یاد کرتے رہیں گے، ملک علی رضا، خالد فاروق آسی، اے آر راحیلہ، مجاہد چانڈ، انتظار ساقی، آمنہ، حکیم جاوید، عبدالرشید صارم۔

(علی رضا، فیصل آباد)

پرنس کی زندگی کی ڈائری

سحر جانو جب سے آپ سے فون پر رابطہ ختم ہوا ہے کسی کام میں کسی سے بات کرنے کو دل نہیں کرتا جان آپ نے مجھ کو زندگی دی پلیز آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھ کو کبھی بھولو گی نہیں اپنا وعدہ یاد رکھنا پلیز کبھی ٹائم مل جائے تو یاد کر لیا کرنا اور آپ سے کہا آپ کی وجہ سے جواب عرض پڑھنا شروع کیا بس جانو ہمیشہ خوش رہا کرو ہم روز ہر وقت باتیں کرتے تھے تو ہم کو نظر لگ گئی بہر حال کوئی بات نہیں ہو سکتا ہے اس میں بھی کوئی حکمت ہو میری جان آپ کی باتیں یاد بہت آتی ہیں کوئی لمحہ نہیں جس میں آپ کو یاد نہ کیا ہو خدا کیلئے اپنا خیال رکھنا شادی کے بندھن مجھ کو بھول جانا کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھ کو معاف کر دینا میری قسمت میں خوشی ہی نہیں میں نے آپ کو بہت زیادہ دکھ دیئے تھے آپ بہت اچھی ہو خدا کرے آپ کا نصیب بھی آپ کی طرح ہو۔

(پرنس عبدالرحمن قمر، منڈی بہاؤالدین)

میری زندگی کی ڈائری

یہ زندگی اجڑی ہوئی بے رنگ تصویر ہے میری زندگی کا روگ میرے دل کے درد کی دعا میرا روٹھا ہوا بھائی میاں منظور چشتی صاحب ہے میرا خدا گواہ ہے میں نے اس سے سچی اور پاکیزہ محبت کی باپ کی طرح اس کی عزت کی اپنی پڑھی اپنا مستقبل اس کی محبت میں اندھا ہو کر داؤ پر لگا دیا اس کی محبت میرے خون کی رگ رگ میں سمائی ہے جس بے مقصد منزل پر چلا گیا ہوں میرے لیئے واپسی کا کوئی راستہ نہیں میں شاید برصغیر میں پیدا ہونے والا پہلا انسان ہوں جس نے محبت بھی کی ایک منہ بولے بھائی سے وہ محبت میری زندگی میں قہر بن گئی میرے اس منہ بولے بھائی نے مجھے خون کے آنسو رولائے ہیں محبت کے بدلے نفرت دی خوشیاں دینے کی بجائے غم دیئے میں اس کی زندگی مانگتا ہوں خدا سے وہ میرے مرنے کی دعا کرتا ہے دس سال ہو گئے اس کا گاؤں چھوڑے میرے دل میں آج بھی اس کی محبت زندہ ہے اور مرتے دم تک زندہ رہے گی میری خدا سے دعا ہے کہ میرے بھائی کو صدا سلامت رکھنا میری زندگی کے جو دن ہیں وہ بھی اسے دے دے اس کے سارے غم میری جھولی میں ڈال دے میری زندگی اس کے بن ادھوری ہے میرے پاس بھائی میاں منظور چشتی صاحب کی ہے قارئین سے التماس کرتا ہوں میرے لیئے دعا کریں میرا بھائی میری زندگی مجھے مل جائے۔

(رفاقت علی جان، شیخوپورہ)

رائے اطہر کی ڈائری سے

میں آج بھی اس کے لیے کیوں بے چین ہوں؟ اسے تو میرا کوئی خیال نہیں پھر میرا دل ہر وقت اس کے لیے کیوں پریشان رہتا ہے کہیں آج بھی تو مجھے اس سے محبت تو نہیں ہے پھر کیوں آج میں تمہارے بغیر ادا اس ہوں پھر کیوں تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی گزارنا قیامت لگتا ہے؟ لگتا ہے مجھے آج بھی تم سے پیار ہے کہتی تو تم بھی تھی کہ مجھے تم سے بے پناہ پیار ہے میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی آج وہ تمہارا وعدہ کہاں گیا جو تم نے مجھے اپنے بازوؤں میں لے کر کیا تھا میں بھولا نہیں ہوں مجھے سب کچھ یاد ہے آج ملے ہوئے ایک مدت ہو گئی ہے مگر تم نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ میں

ہر حال میں ہوں مجھے امید ہے
ایک دن تم میری طرف لوٹ آؤ گی
مجھے انتظار ہے ہاں مجھے اس لمحے کا
انتظار ہے اور رہے گا جب تم آ کے کہو
گی میں تمہارے لیے سب کو چھوڑ کر آ
گئی ہوں۔

تیرے آنے کی خوشی تیرے جانے کا غم
تم جو بھی کرو تمہارا انتظار رہے گا

(رائے اطہر مسعود آکاش۔214/9.R)

ولی اعوان گولڑوی کی زندگی کی ڈائری سے

دعوے دوستی کے مجھے ہرگز نہیں آتے
اک جان ہے باقی ولی کی جب دل
چاہے مانگ لینا

آج میری ملاقات ایس سے ہوئی
مجھے یہ دن کافی یاد دلاتا ہے کتنا اچھا
وقت تھا بچپن کا میں اور شاہ ہر وقت
کبھی نہ کبھی ایک دوسرے کو مذاق
کرتے کہ آپ بہت اچھی لگ رہی
ہو تو شاہ کہتی اور آپ تو میری تعریفیں
کرکے مجھے شرمندہ کرتے ہو۔ جب
ہماری زندگی میں علی اعوان آیا تو ہم
نے ایک محفل کرائی اور قرآن پاک
کی تلاوت تو کتنے وہ اچھے اور یادگار
پل تھے آج تم میرے ساتھ شاہ اس
جہاں میں نہیں ہو میں اندر سے ٹوٹ
گیا ہوں لیکن تم ہی کہا کرتی تھی کہ
آپ نے علی اعوان کو پڑھا کر ایک
آفیسر بنانا بالکل کرنل طارق اعوان
جیسا ہاں میں اپنے وعدوں پر قائم
ہوں انشاءاللہ زندگی نے وفا کی میں
اپنے علی اعوان گولڑوی کو آرمی مین
آفیسر بناؤں گا وہ دن وہ باتیں میں
اپنے خیالوں میں کر کے تم کو یاد کرتا
ہوں اور علی ماشاءاللہ پاس ہوا ہے
دوسرے نمبر پر آیا ہے وہ آپ کو یاد
بہت کرتا ہے اور ہر وقت یہ ہی کہتا
ہے کہ پاپا امی جان کو میرا بھی کبھی
سلام دعا لکھ دیا کرو۔ میں جب بھی
کوئی لکھتا ہوں تو دوڑ کر میرے پاس
آ جاتا ہے آج 26 اپریل 2013ء
میں کرنل صاحب کے بنگلے میں بیٹھا
ہوا ہوں سب لوگ اپنے کاموں میں
مصروف ہیں اور میں ہوں کہ ڈائری
لکھ رہا ہوں آج کل ووٹ مانگنے
کے لیے لوگ مصروف ہیں میری
صحت کافی دنوں سے خراب ہے آج
تو کافی دنوں کے بعد لاہور میں آیا
ہوں۔

(ولی اعوان گولڑوی، لاہور)

خودغرضی

آج کل کا انسان اندر سے اسقدر
کھوکھلا ہو چکا ہے کہ ہر ذی روح
سے ڈر لگتا ہے اس خودغرضی یعنی میٹھے
زہر نے انسان کی بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا
ہے۔ سوچنے اور سمجھنے کی قوت سے
عاری کر دیا ہے۔ ہماری مادہ پرستی
نے ہماری روحوں کو کچل کر رکھ دیا
ہے۔ ہماری آوازیں بے اثر ہو گئی
ہیں کیونکہ ان میں خلوص و جذبہ نہیں
رہا۔ ہم ایک دوسرے سے پیار اور
باتیں تو کرتے ہیں مگر ہماری باتیں
ہمارے الفاظ ہمارا پیار بے معنی اور
غیر اہم ہوتے ہیں ایسے بے معنی
جیسے خشک گھاس پر ہوا چلے۔ بظاہر تو
ہم ایک خوبصورت جسم کے مالک
ہیں لیکن یہ جسم کوئی خاص اہمیت نہیں
رکھتا۔ ہمارے سائے بے رنگ قوت
گویائی اور قوت سوچ مفلوج ہو چکی
ہے۔ ہمارے اعمال غرض ہر چیز ہر
بات دنیاوی خواہشات اور خودغرضی
کی نظر ہو گئی ہیں۔ اس خودغرضی نے
انسان سے محبت الفت بھائی چارہ
چھین کر انسانیت سے خالی کر دیا
ہے۔

میری مختصر سی دعا ہے کہ ہر آنے
والے لمحے کیلئے خوشیاں ہوں ہماری
دنیا میں دین و بھائی چارے کی روشنی
ہو۔ ہر محفل میں خوشیاں اور ہونٹوں
پر مسکراہٹیں ہوں۔ آمین

(خلیل احمد ملک بشیدانی شرقیہ)

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں بسا
اس طرح شامل کرو تو مجھے ارمان!
کہ تم جب بھی دعا مانگو میں تمہیں یاد آ جاؤں
☆ .... ارمان شمیم۔ فیصل آباد

اک تیرا نام لکھ لکھ کر میں نے
کتاب الفت مکمل کر دی
کیسے سمجھاؤں انہیں جو پھر بھی
در دل پہ دستک دیئے جا رہے ہیں
☆ .... مدثر عمران ساحل۔ سوہدرہ

اک خوشی ملی مجھ کو تو کتنے غم مجھ سے روٹھ گئے
دونوں دعا کرو میں پھر سے اداس ہو جاؤں
☆ .... مسز ایم ارشد وفا۔ گوجرانوالہ

ماں سے پیار کا اظہار

مجھے اپنی ماں سے بہت ہی
پیار ہے میں چاہتا ہوں کہ میری
ماں کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر
ہے. جس گھر میں ماں ہوتی ہے
وہاں خوشیاں رقص کرتی دکھائی
دیتی ہیں ماں نہیں ہے تو کچھ بھی
نہیں ہے خدا کرے کہ کسی کی بھی
ماں اس سے جدا نہ ہو۔

شاہد اقبال۔ پتوکی

....

ں وہ ہستی ہے جس کے بغیر گھر کا
صور بھی نہیں کیا جا سکتا ماں کے
غیر گھر ویران قبرستان کی مانند ہے
جیسا کہ قبرستان میں گھر تو بہت
یں مگر وہ بے جان ہیں اسی طرح
گھر میں ماں نہ ہو تو وہ گھر بے
جان ہے

زوبا ظفر رانا ٹاؤن

....

ں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا
وں جب میں اپنی ماں سے جدا
ونے کا سوچتا ہوں تو آنکھوں
سے آنسو آجاتے ہیں

محمد ندیم عباس، خانیوال

....

ہرے عمل اس قابل تو نہیں کے
ں جنت مانگوں اے اللہ بس اتنی

ی دعا ہے میری ماں
میری جنت ہے اسے سدا سلامت
رکھنا آمین

رائے اطہر مسعود آکاش

....

میری ماں
دنیا کی عظیم ترین ہستی ہے جسکا کو
نعم البدل نہیں لیکن ہر پل میرے
سر پر اس کا سایہ ہے

سجاد بشیر مرزا

....

ماں دنیا کی عظیم ہستی ہے جس
کے بغیر دنیا کی ہر شے ادھوری
ہے اللہ تعالیٰ میری ماں کو سدا
سلامت رکھے آمین

چوہدری الطاف حسین

....

ماں کے بغیر گھر قبرستان لگتا ہے
ماں کے بغیر انسان زندہ
لاش ہے
ماں سے ہی رونقیں ہیں
ماں سے ہی بہاریں ہیں
ماں سے تو سب کچھ ہے
ماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اقصد علی فراز

....

خدا ایک ہم سب کی ماؤں کو لمبی عمر
عطا کرے اور جن کی والدہ حیات
نہیں ہیں
میں جگہ دے آمین

محمد عرفان راولپنڈی

....

میری ماں میرا سب کچھ ہے میں
جب اپنی ماں کو دیکھتا ہوں تو
سارے غم بھول جاتا ہوں اللہ نے
مجھے بہت دعائیں دینے والی ماں
کی ہستی عطا کی ہے خدا خوش
رکھے آمین

نامعلوم

....

ماں کی دولت کے بعد پتا چلتا ہے
پیار کیا ہے دکھ درد کیا ہوتا ہے ماں
وہ ماں ہے جس کے پیار بھرے
بھرے پانی سے پھولوں کی طرح
اولاد پر سدا بہار رہتی ہے اور اس
کی دعا سے چہرے مسکراتے
رہتے ہیں

خلیل احمد ملک

....

میرے مطابق دنیا کی سب سے
عظیم ہستی ماں ہی ہے ماں کے
بغیر کائنات نامکمل ہے ماں تیری
عظمت کو سلام

محمد آفتاب

ماں ایک گلاب کے پھول کی طرح ہے جو ہر کسی کو خوشبو دیتی ہے ماں کے دم سے یہ دنیا قائم ہے ماں کی قدر کرو

سیف الرحمٰن زخمی

ماں سے سب پیار کرو اور میری ماں کے لیے دعا کرو کے اللہ اسے جنت میں جگہ عطا فرمائیں میری ماں فوت ہوگئی ہے

سیف الرحمٰن

ماں جیسی ہستی کہیں نہیں ملتی اس کی قدر کرو جتنا ہو سکے
آئی لو یو ماں

نوید ملک گولارچی

ماں وہ ہستی ہے جس کا پیار محبت دینے والا ہے اور اس کا نعم البدل نہیں

میر احمد گوجرانوالہ

شاعر نے کہا خوشیوں کا ہر بہتا ہوا ساون ہے نیوز ریڈر نے کہا کہ زندگی کی سب سے پیاری مہکتی چیز ہے فنکار نے کہا زندگی کی اسٹیج کا سب سے اہم کردار ہے

فنکار شیر زمان پشاوری

ہوتے ہیں بدنصیب وہ چہرے زمانے میں
چوما نہیں ہے جن کو کبھی بھی ماں نے

وقاص سرگودھا

اگر دنیا میں کوئی کسی سے پیار کرتا ہے تو صرف ماں ہے جو اپنے بچوں سے پیار کرتی ہے جس کو کسی کی بھی شفارش یا وفاداری کی ضرورت نہیں ہوتی

امداد علی عرف ندیم عباس تنہا

میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا میں سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں مگر اپنی ماں نہیں

ملک سمیع اللہ چاند

میری ماں کی الفت جیسے زمانے کی خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ماں کی ناراضگی سے بچنا چاہیے اور پیار کا اظہار ہونا چاہیے ماں تجھے سلام

ایم افضل کھرل ننکانہ

میں اپنی امی جان سے بے پناہ محبت کرتا ہوں خدا پاک کو لمبی عمر عطا کرے آمین

عرفان راولپنڈی

میں اپنی امی جان سے بہت پیار کرتا ہوں میری ماں بیمار رہتی ہے امی جان اللہ پاک آپ کو جلد شفا عطا فرمائیں آمین

رشید صارم سعودیہ

ماں وہ ہستی ہے جو ذلت کے پیسوں سے عزت کے علاج تک لے جاتی ہے جس کی دعا ٹھنڈی میٹھی پھوار بن کر دل پر برستی ہے

سیدہ جیا عباس

پیاری اور سویٹ سی امی جان میں آپ سے اداس ہو جاتی ہوں امی جان آپ کی آواز سن کر دل کو ایک روحانی خوشی ملتی ہے امی جان آپ ٹھیک ہو جائیں بس یہی دعا کرتی رہتی ہوں اللہ پاک میری امی جان کو سدا سلامت رکھنا ان کے سارے دکھ ختم کرنا خدا کسی کی امی جان کو کوئی دکھ نہ دیکھائے آمین

کشور کرن چتوکی

ماں تجھے پردیس میں آپ کی بہت یاد آتی ہے ماں پاس رہ کر تو آپ کو بہت تنگ کیا کرتا تھا مگر اب وہی دن مجھے پل پل رولاتے ہیں کیا آپ بھی مجھے یاد کیے بنا نہیں رہتی

جاوید اقبال، سریاب کوئٹہ

میں نے جواب عرض پڑھنا کیوں شروع کیا

میں نے جواب عرض تب
پڑھنا شروع کیا جب میرے
دکھوں کی انتہا ہو گئی تھی جب مجھے
کوئی بھی حوصلہ تسلی دینے والا
نظر نہیں آتا تھا مگر پھر بھی میں نے
اپنے آنسو چھپا کر اپنی پریشانیوں
کو اپنے اپنے ہی اندر دفن کر کے
جواب عرض کا سہارا لیا تھا اور مجھے
اس کی وجہ سے ہر خوشی مل گئی اور ہر
دکھ اسی کو ہی سناتی ہوں
کشور کرن چوکی

میں نے جواب عرض تب
پڑھنا شروع کیا جب میں اپنے
پیار کو اپنے ہی ہاتھوں سے کھو بیٹھی
تھی اور پھر بھی نہ آنے کے لیے وہ
مجھے چھوڑ گیا اور میں نے دکھوں کی
تاب نہ لاتے ہوئے جواب عرض
کا سہارا لیا اور ہر ماہ اپنا ہر دکھ اسی
کو سناتی ہوں
روبیہ ناز لاہور

میں نے جواب عرض تب
پڑھنا شروع کیا جب میں اکیلا رہ
گیا تھا میری جان مجھے ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئی پھر میں نے
جواب عرض کا سہارا لیا
فیضان قیصر راولپنڈی

میں نے جواب عرض اس
وقت پڑھنا شروع کیا جب میں
جون کے مہینے میں اتنا بڑا دن گزار
نہیں پاتی تھی تو سوچا کہ کوئی ایسا
ناول ہو جس کو پڑھنے سے میرا دل
خوش ہو جائے تو میں نے جواب
عرض پڑھنا شروع کر دیا
رفیہ ریاض لاہور

میں نے جواب عرض اس
وقت پڑھنا شروع کیا جب
میرے دوست کی تحریر آئی اور اس
نے مجھے دکھائی کہ دیکھو یار میرا
پسندیدہ رسالہ آ گیا اور میں نے
بھی لے لیا اس وقت سے آج
تک اس کا جنون نہیں گیا
طالب کوٹ چھاری والا

مجھے جواب عرض پڑھنے کا
جنون اس وقت ہوا جب میں کالج
میں بیٹھا بہت ہی بوریت محسوس کر
رہا تھا اس وقت ایک لڑکی ایسے
جواب عرض میں مصروف تھی کہ
اسے کسی کی کوئی بھی خبر نہ تھی میں
نے اس سے لیکر پڑھا تو اچھا
لگا تب سے میں جواب عرض کا
دیوانہ ہوں

محسن رضا لاہور

میں نے جواب عرض تب
پڑھنا شروع کیا جب مجھے میرا
پیار چھوڑ گیا تھا اور مجھے اس کی یاد
کم کرنے کے لیے کسی ایسی چیز کی
ضرورت تھی کہ جو مجھے اس کی یاد
سے غافل کر دے تو میں نے
جواب عرض کا سہارا لے لیا
رقیہ تبسم

میں نے جواب عرض تب
شروع کیا جب میں سارا دن
اپنے ڈیرے پر بیٹھ بیٹھ کر تنگ
آ گیا تھا ایک دن شہر جا کر خرید
اور پڑھنا شروع کر دیا تب سے
میں ہوں اور میرا دوست جواب
عرض ہے
عفان راولپنڈی

میں نے جواب عرض تب
پڑھنا شروع کیا جب میں ایک
دوست کو ملنے گئی تو اس کے پاس
بہت سارے جواب عرض تھے
اسے دیکھ کر مجھے بھی جنون ہوا اور
تب سے آج تک کوئی ماہ ایسا نہیں
جس میں نے جواب عرض نہ خریدا

ہو

کومل آزاد کشمیر

میں نے جواب عرض تب پڑھنا شروع کیا جب میں اپنے دوست کیساتھ شہر گیا اور اس نے خریدہ میں نے اسے فضول خرچی کہہ کر وہاں چھوڑا اور خود آ گیا وہ میرے پاس آیا اور بولا یہ دیکھ یار یہ کہانی پڑھ کر میں بہت رویا ہوں تو دوسرے دن میں نے بھی جا کر لیا اور اس کے بعد کبھی نہیں چھوڑا

عمر حیات

کہتے ہیں جب کسی پہ اعتماد کیا جائے اور اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے تو اس سے برا ہی نہیں جاتا مگر دنیا میں وہ رسوا ہونے کے بعد زندہ ہی رہتا ہے اور آنسو ہی آنسو رہتے ہیں پھر میں جواب عرض کا سہارا لیا

سمیع اللہ

میں نے اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے جواب عرض کو ہمیشہ کیلیے چن لیا اور یہ میری بہترین دوست ہے میں اسے بہت پیار کرتی ہوں اور اس کے بنا مجھے اپنی زندگی ادھوری سی لگتی ہے

روزینہ شیخوپورا

جواب عرض میرا ایسا ساتھی ہے کہ میں اسے اپنا ہر دکھ سناتی ہوں جب بھی کوئی پریشانی ہو اسے ہی پڑھتی ہوں جہاں بھی بیٹھوں یہ میرے پاس ہی ہوتا ہے میں نے بھی اس کا کوئی بھی پیج فولڈ نہیں ہونے دیا اسے صاف ستھرا رکھتی ہوں یہ مجھے بہت پیارا ہے

کنول سرگودھا

میں نے جواب عرض تب شروع کیا جب میرا دکھ مجھے اندر ہی اندر کھانے لگا اور ایک دن میں نے اسے پڑھا تو دل میں اتر گیا اور اس نے میرا ہر دکھ مجھ سے دور کر دیا تب سے آج تک میں نے اسے اس نے مجھے نہیں چھوڑا

کامران بہاولپور

عرض نے مجھے ایک ایسا ساتھی دیا کہ میں اسے کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتی کیوں کہ اس کی وجہ سے تو مجھے پیار کرنے والا ایک مسیحا ملا ہے اور اس نے ہم دونوں کو ملایا ہے جواب عرض میری اور میرے پیارے محبوب کی جان ہے

فوزیہ شہزادی

میں نے بھی اپنے دکھ کم کرنے کے لیے جواب عرض کو آزمایا مگر میری ہر آزمائش پر یہ پورا اترا اور اس نے مجھے ایک پیارا سا دوست بھی دیا تھینکیوں آئی لویو جواب عرض

قمر عباس لاہور

جواب عرض نے مجھے شاہد جیسا دوست دیا اور میں نہ تو اسے نہ اپنے پیارے دوست شاہد اقبال کو چھوڑ سکتا ہوں مجھے یہ دونوں ہی بہت عزیز ہیں جواب عرض تیرا شکریہ

عبدالباسط منجرائے کلاں

میں نے جواب عرض تب شروع کیا جب میں میں پی سی او میں گیا تو وہاں ایک لڑکی بیٹھی تھی اسے میرے جانے کا ذرا بھی احساس نہ ہوا تب میں نے جانا کہ یہ کوئی عام رسالہ نہیں ہے میں جواب یہاں سے سیدھا بازار گیا اور لے کر پڑھا مزہ آ گیا جواب عرض پڑھنے کا

تبسم عرف بلو لاہور

میں نے جواب عرض یار کی جدائی کے دکھ کم کرنے کے لیے شروع کیا تو اللہ کا شکر ہے اب میں خود کو بہت ریلیکس محسوس کرتی ہوں

نورین لاہور

اصول محبت میں تم خود بے وفا ہو
جب وہ جدا ہوا تم مر کیوں نہ گئے
☆ ———— عدنان حیدر۔جہلم

میں واقعی ایک اچھا دوست ہو سکتا ہوں لیکن خود پر یقین نہیں کیونکہ میں ہر ایک کو اپنے من میں جگہ نہیں دے سکتا۔ میں دوست اس کو ہی سمجھتا ہوں جو میرے من میں جگہ بنا سکے۔ (شہزاد سلطان کیف - الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میرے دوست میرے ساتھ بہت ہی اچھے اور وفادار ہیں، خصوصاً شہزاد سلطان کیف جو ہمیشہ سچ بولتا ہے اور ہر بات پر مجھ سے مشورہ لیتا ہے۔ (تنویر احمد شائق - خیطان، الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میری دوست ایک نہیں ہزاروں ہیں سب مجھے دوستی کی مثال کہتی ہیں۔ (ثناء ماہ نور - بہاولنگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں نے اپنے دوستوں کو کبھی بھی مایوس نہیں کیا جن کے نام یہ ہیں رئیس ارشد، رئیس صدام، عمران ساجن، ارشد۔ (رئیس ساجد کاوش - خان بیلہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں بہت برا ہوں اچھے تو وہ ہیں جو مجھے اپنا اچھا دوست مانتے ہیں۔ خدا میرے دوستوں کو سدا خوش رکھے۔ (ایم والی سحا - جدہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے کچھ دوست کہتے ہیں کہ میں ان کا اچھا دوست ہوں مگر مجھ کو یقین نہیں آتا کہ میں ایک واقعی اچھا دوست ہوں۔ وقاص میرا خاص دوست ہے۔ (محمد لقمان اعوان - شیخوپورہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، یہ تو اس وقت آپ سب کو پتہ چلے گا کہ میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں تب آپ کو پتہ چلے۔ (ایم اشفاق بٹ - لالہ موسیٰ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، کیونکہ میں بے وفا نہیں، خود غرض نہیں، دھوکے باز نہیں۔ (خالد فاروق آسی - فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میری نظر میں دوستی دنیا کا سب سے عظیم رشتہ ہے۔ دوستی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں اس کائنات میں۔ (ثناء ماہ نور عرف شونوں - بہاولنگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ دوست اور بھائی میں کیا فرق ہے آپ نے فرمایا کہ بھائی سونا اور دوست ہیرا ہوتا ہے۔ پھر پوچھا سونے اور ہیرے میں کیا فرق ہے۔ آپؓ نے فرمایا سونا ٹوٹ کر بن سکتا ہے مگر ہیرا نہیں۔ میں بے وفا سنگدل دلفریبی نہیں ہوں۔ (محمد احمد رضا - صلالہ عمان)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہو سکتا ہوں جو میرے مزاج کو سمجھ گیا اس نے میرے اندر گھر کر لیا جو میرے مزاج کو سمجھ نہیں سکا ان کے لئے میں اچھا دوست ثابت نہیں ہو سکا۔ (شہزاد سلطان کیف - الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں پر ان کے لئے ہی جن کو میں دوست سمجھتا ہوں، زیادہ دوست بنانے کا عادی نہیں ہوں بس اپنے ہی دائرے میں زندگی گزارتا ہوں چند اچھے دوستوں کے خلوص کو سلام۔ (شہزاد سلطان کیف - الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یہ میری دوستیں کہتی ہیں ان سے پوچھنے کے بعد ہی لکھا ہے میں نے۔ (ثناء ماہ نور عرف شونوں - بہاولنگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست اپنے منہ سے تعریف کرنا کچھ اچھا نہیں لگتا، یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں، محمد وکیل، شوکت، ندیم احمد اور پکے دوست فیضان احمد - (امداد علی - عرف ندیم عباس - (میرپور خاص)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، یہ تو وہی دوست کہہ سکتے ہیں جنہوں نے مجھ سے دوستی کی ہے، میں اپنے چند دوستوں کے نام لکھنا چاہتا ہوں جو واقعی اچھے دوست ہیں۔ ابرار صبور، ایم اقبال۔ (محمد ساحل - ذویال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر مجھے کسی نے بھی نہیں پہچانا میں جھنڈو میں رہتا تھا ابھی کراچی میں رہتا ہوں۔ (غریب نواز جمالی - کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، آپ مجھے آزمائش پر پورا اترنے کے لئے مجھ سے رابطہ کریں۔ مجھے بھی لوگوں سے بیحد محبت ہے انہیں دوست بنانا چاہتا ہوں۔ (کامران علی - بھلوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، اس بات کا ثبوت میرے دوست ہی دے سکتے ہیں۔ دوستوں کے لئے جان بھی حاضر مال بھی۔ (ملک کامران علی - بھلوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست مجھے یہ تو پتہ نہیں کہ میں ایک اچھا دوست ہوں کہ نہیں مگر جو بھی میرے ساتھ دوستی کرتا ہے مجھے محبوب بنا لیتا ہے۔ (انیس علی ناز - ڈھوک مراد)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا

دوست ہوں دوستی نبھاتا بھی ہوں لیکن مجھے جو بھی دوست ملا اس نے جی بھر کے لوٹا اب زندگی بھی عذاب بن گئی ہے۔ (سفیر اداس سوہری - مظفر آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا دوست تھا اب بھی ہوں لیکن مجھے دوستوں نے خوب رلایا ہے میرے دل میں آج بھی ان کے لئے بے حد پیار ہے اور آخری سانس تک رہے گا۔ (سفیر اداس دہری - مظفر آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، بے شک مجھے کوئی دوست آزما سکتا ہے اور میں ان شاء اللہ پورا اترتا ہوں، مخلص دوست کے لئے۔ (شبیر احمد ماجوہ - سانگلہ ہل)

میں واقعی ایک اچھا دوست دوستی کے بارے میں کوئی خود اپنے بارے میں نہیں بتا سکتا یہ اس کے دوست بہتر جانتے ہیں کہ وہ کیسا دوست ہے۔ (عابد رشید - روات)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے دوست کہتے ہیں کہ میں ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ مجھے دوست ایک انمول تحفہ ہوتے ہیں۔ اللہ تمام دوستوں کو خوش رکھے۔ (حاجی اشفاق احمد - سعودیہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میرے دوست مجھے اچھا مانتے ہیں میری کوشش ہوتی ہے کہ پہلی فرصت میں اپنے دوستوں سے رابطہ کروں۔ (حاجی اشفاق احمد - سعودی عرب)

میں واقعی ایک اچھا دوست دوستی کے بارے میں کوئی کچھ نہیں بتا سکتا، یہ اس کے دوست ہی جانتے ہیں میرے دوستوں میں وقاص جہلم، آصف سہو گومنڈی اور ان کے چوہدری خاص ہیں۔ (عابد رشید - روات)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یہ میں نہیں میرے دوست کہتے ہیں اور جو دوست کہتے ہیں وہ سچ ہوتا ہے دوست کبھی جھوٹ نہیں بولتے آپ کے بارے میں ہمیشہ سچ کہتے ہیں۔ (پرنس عبدالرحمن گجر - نین لانجھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ان شاء اللہ اپنے قریبی دوستوں کو بھائیوں سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں اپنے دوستوں کی بہنوں کو بہن سمجھو ماں کو ماں سمجھو ہر دکھ درد میں برابر کے شریک رہو یہی دوستی ہے۔ (ذوالفقار علی سانول - ملکوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے اس کی خاطر دونوں جہان بھی قربان ہو جائیں تو بھی کم ہیں میں اپنے دوستوں کے لئے اپنی جان دے سکتا ہوں۔ (آر ساگر گلزار کنول - فورٹ عباس)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں میں کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کسی کو بھی برا نہیں کہنا چاہئے بلکہ خود کو اس قابل ہونا چاہئے کہ لوگ تم کو اچھا دوست کہیں۔ (آر ساگر گلزار کنول - فورٹ عباس)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، جواب عرض کے ذریعے میرے بہت دوست بنے لیکن ہر کوئی جھوٹے دعوے کرتا ہے اور پھر سب ہی ساتھ چھوڑ گئے۔ (محمد آفتاب شاد - کوٹ ملک دوکوہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست اگر ہم کسی کے عیب نہ تلاش کریں تو بے شک ہم اک اچھے دوست ہیں ہاں ہم اک اچھے دوست ہیں۔ (فیر جان صنم - ڈیرہ اللہ یار)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور مجھے اچھے دوست ہی پسند ہیں، ایسے دوست جو مخلص اور باوفا ہوں اور اس نازک سے رشتے کو نبھانا اور اس کی قدر کرنا جانتے ہوں۔ (اسد الرحمن بھنگو - شورکوٹ شہر)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں ان لوگوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں جو اس مقدس رشتے کی پہچان رکھتے ہیں اور خود غرض اور مطلب پرست نہیں ہیں۔ (اسد الرحمن بھنگو - شورکوٹ شہر)

میں واقعی ایک اچھا دوست دوستی ایک عظیم رشتہ ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اچھا دوست قسمت والے کو ملتا ہے۔ (محمد عبداللہ - عبدالحکیم دین پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور میرے پاکستان بھر میں بہت زیادہ دوست ہیں کیونکہ میں پورے ملک میں سروس کر چکا ہوں سوائے گلگت کے، تمام اچھے دوستوں کو سلام۔ (پرنس مظفر شاہ - پشاور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، نوید خان، عامر سالم، بشیر بھٹی، امانت علی وفا بتا سکتے ہیں اور ان شاء اللہ مخلص پائیں گے رابطہ کرنے سے معلوم ہونے لگتا ہے۔ (منیر رضا - سنبڑیال)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ایک اچھا دوست ہوں ہر کسی سے دوستی نہیں کرتا میرا ایک دوست بچپن کا جو محمد آصف ہے، دوسرا دوست میرا پسندیدہ رسالہ جواب عرض ہے۔ (اطہر اقبال ناغر - پنڈی گھیب)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، کیونکہ دوستوں کی باتوں کو دل پہ نہیں لیتا کیونکہ کسی دانا کا قول ہے کہ جب تم دوست بناؤ تو اس کی ساری خامیاں دل کے اک کونے میں دفن کر دو اور صرف ان کی اچھائیاں یاد رکھو۔ (عمران انجم راہی - ستہ مالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میں آنے والے وقت میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ اچھی دوستی نبھا

سکوں۔ اچھا دوست انمول تحفہ ہے۔ (نعیم دانش سمو۔ تاندلیانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر ان دوستوں کے لئے جو دوستی کا مطلب جانتے ہوں کیوں کہ دوستی کوئی کھیل نہیں جب چاہے کی اور جب چاہے چھوڑ دی۔ (کامران احمد۔ آزاد کشمیر)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور جس سے دوستی کی ہے خدا کا شکر ہے کبھی شکوہ کا موقع نہیں ملا اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اچھے دوست عطا کرے اچھے دوست خدا کی نعمت ہیں۔ (اداکار میاں شکیل جو عظہ۔ خان پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ میں ایک اچھا دوست بن جاؤں لیکن ہر بار ناکام ہو جاتا ہوں اچھے دوست میرے لئے دعا کریں۔ (جاوید اقبال جاوید اچکرو۔ فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، آج تک جس کسی سے بھی دوستی کی ہے اس نے ہی مجھے لوٹا ہے۔ میں آج بھی وہی ہوں میں اس درخت کی مانند ہوں جس کا پھل ہر کوئی چکھتا ہے خود بھوکا رہتا ہے۔ (ایم سلیم ناز۔ خانیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں تمام قارئین قلمی دوستی کے لئے رابطہ کر سکتے ہیں ان شاء اللہ کوئی مایوس نہیں ہوگا رابطہ کریں۔ (شاہد منیر راز ہذانی۔ خیر پور سادات)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں میرے بہت سے دوست ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں میرے دوستوں کو ہمیشہ خوش رکھے ظفران، آفتاب، تبریز، کبھی کبھی یاد کیا کرو۔ (عادل اعوان ہزی۔ ہری پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ایک بہت اچھا دوست ہوں میں اپنے تمام دوستوں سے بہت اچھی دوستی نبھاتا ہوں میں نے آج تک کسی دوست کا دل نہیں دکھایا۔ (عبدالرحمن جھولے والا۔ ملتان)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یا نہیں ہوں یہ تو میرے دوستوں کو ہی معلوم ہوگا لیکن جب ساحل جیسے دوست مجھ پر احسان و محبت کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ واقعی میں ایک اچھا دوست ہوں اگر اچھا دوست نہ ہوتا تو کوئی بے لوث محبت نہ کرتا۔ (خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست کچھ پتہ نہیں کیونکہ میں نے کسی سے اب تک دوستی نہیں کی اس اٹھارہ سالہ زندگی میں ہاں آر ایم پہلے دوست آپ ہوں گے (محمد عاصر خٹک۔ ضلع کرک)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں ہر کوئی اپنے آپ کو اچھا دوست کہتا ہے لیکن دوستی کا مفہوم دوستوں سے پتہ چلتا ہے کہ بے وفا ہے یا وفادار دوست۔ (ایم شہزاد سلیم خان۔ تکھن کے)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں میں اور ظہیر اور ملک آصف اچھے دوست ہیں اللہ تعالیٰ ہماری دوستی اور میرے دوستوں کو قائم رکھے۔ (عباس علی گجر پردیسی۔ چکسواری)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اپنی تعریف اپنے منہ سے نہیں کرنی چاہئے لیکن پھر ہم اللہ کے فضل و کرم سے ایک اچھا دوست ظہیر گجر جیسا ہے ہم دونوں اچھے دوست ہیں۔ (عباس علی گجر پردیسی۔ چکسواری)

میں واقعی ایک اچھا دوست اب میں ایک اچھا دوست بننے کی تیاری کر رہا ہوں آپ دعا کریں میں اچھا دوست بن جاؤں۔ (عمران خان۔ سیالکوٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ میں تو نہیں کہہ سکتا مگر جن سے دوستی کی وہ اچھے طریقے سے جانتے ہیں۔ بابو انور، طارق اسلم کاشی انور کھلا بٹ اور حافظ عاصم خان تنولی کھلا بٹ سب کو پتہ ہے۔ (محمد اقبال رحمن۔ ہیبکی بالا)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یہ تو مصطفیٰ کل آپ کو پتہ ہے میری دوستی کی قدر کرو میں ان شاء اللہ تا قیامت تم سے دوستی نبھاؤں گا۔ میری محبت کو شک کے ترازو میں نہ تولنا۔ (الٰہی بخش نمناک۔ کیچ مکران)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں نے ہمیشہ اپنی دوستوں کی مدد کی مگر ان دوستوں نے مجھے دکھ دیئے ہیں مگر میری یہی دعا ہے خدا میرے دوستوں کو خوش رکھے۔ (لکنی قاضی۔ اوماڑہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ ایسا دوست بناؤ جو آپ کے ساتھ مخلص ہو۔ (جعفر حسین ساگر۔ نیک عباس، رحیم یار خان)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یہ آپ میرے دوستوں اویس گجر فیصل آباد، فاروق کھوسہ، تنویر اعوان، ناصر اعوان، وارث اعوان، تاج وال جیسے دوست سب کے ہوں۔ (کبیر اعوان۔ سرگودھا)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں نے آج تک کسی سے دوستی میں دھوکہ فریب نہیں کیا اور رہتی دنیا تک کسی سے دوستی میں دھوکہ کروں گا دوستی تو اک پاکیزہ رشتہ ہے جو بغیر مقصد سے کیا جاتا ہے۔ (رانا وارث اشرف عطاری۔ احمد نگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میرے دوست امان اللہ، نصرت نبیل، ہارون، منہاس انور، حبیب مجھ سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔ میں انکو سلام پیش کرتا ہوں۔ (عمران خان۔ ہری پور ہزارہ)

ہر دل عزیز کشور کرن کی ذاتی شاعری

غزل

تجھے اپنا بنا کے میں نے لکھی چاند پہ غزل
تھاما جو ہاتھ تو نے سرکا میرا آنچل
تاروں نے دی گواہی اور رات بھی تھی اپنی
مہکنے لگیں تھیں سانسیں اور کھلنے لگے کنول
دنیا میں گھر ہو میرا خواہش نہیں رہی
کتنا حسیں ہے میرا تیرے دل کا یہ محل
آنکھوں میں چمک آئی ہونٹوں پہ مسکراہٹ
ہونے لگے سچ سپنے نظر آ گئی منزل

قرطاس کی کشتی پہ پہنچے ہیں فوق تک ہم
دنیا کی رسموں سے کرن ہم ہو گئے ہیں شل

غزل

دستورِ زمانے کی ہم سے نگرانی نہیں ہوتی
ہر لفظ محبت کا کوئی کہانی نہیں ہوتی
اہتمام ملے ہم کو دنیا سے مخلصی میں
جھکنے کی اور ہم سے نادانی نہیں ہوتی
نہیں مانگتے کسی سے جاہ و جلال ہم
زمانے میں پھونک پھونک کر سلطانی نہیں ہوتی
پراہن حفاظت کا پہن کر جو ہم نکلے
ہم سلب حق چلیں گے پریشانی نہیں ہوتی
پاپیادہ چل رہے ہیں منزل کے راستے
عہد و واثق پہ ہم سے بے زبانی نہیں ہوتی
زمانے کی رنجشوں سے کرن اچاٹ ہوا ہے دل
یوں دل کے سرکشوں پہ ہم سے مہربانی نہیں ہوتی

غزل

رونے سے اپنے ناداں دل حالات بدلتے نہیں
چاہت میں جنوں دل کے جذبات بدلتے نہیں
چاہے اپنے بچھڑ جائیں چاہے چھوڑ دے یہ دنیا
دنیا کے رواجوں سے اپنے تاثرات بدلتے نہیں
پنچھی ہیں کسی ڈالی پہ کر لیں گے بسیرا ہم
دولت کے پجاری نہیں عمارات بدلتے نہیں
کر لیں جب تہیہ ہم ڈٹ جاتے ہیں قولوں پر
چاہے کٹ جائے سرتن سے ہم بات بدلتے نہیں
وقت ہوگا ہمارا کبھی لڑتے ہیں حالاتوں سے
نہیں کھائیں گے ہم شکست آلات بدلتے نہیں
ہم کچھ ہیں بتائیں کچھ ایسی اپنی نہیں فطرت
کرن جو بھی ہیں سامنے ہیں ہم ذات بدلتے نہیں

ہیپی برتھڈے ٹو یو

ایسے موسم ایسی خوشیاں ایسے لمحے تیرے پاس ہوں
جیسا تو سوچے جیسا تو چاہے میری جاں تجھ کو سب راس ہوں
ہے دعا فاریہ ہیپی برتھڈے ٹو یو
غم نہ آئیں کبھی جیون میں
خوشیوں بھرا تیرا آنگن ہو
ہونٹوں پہ ہنسی رہے مہرباں آنکھ تیری کبھی نم ہو
ہے دعا فاریہ ہیپی برتھڈے ٹو یو
ہر اک رب سے تجھ پہ مہرباں ملے ہر قدم پہ تجھے مرحلہ
ابتسام ہو تیری زندگی رہے ہر کسی پہ عقیدہ تیرا
ہے دعا فاریہ ہیپی برتھڈے ٹو یو

کشور کرن پتوکی...............

یوسف دردی نارووال کی شاعری

غزل

ماضی اچھا تھا نہ حال اچھا تھا
ہجر راس آیا نہ وصال اچھا تھا
یونہی نہیں رکھتا دلچسپی زمانہ
ابھی تک ترا حسن و جمال اچھا تھا
وہ طیش میں پلٹا بے وفا ہے کون
میں مسکرا کے بولا سوال اچھا تھا
نہیں چاہئیں مجھ کو ادھار کی خوشیاں
مجھے میرا ملال اچھا تھا
کچھ ہیں مجھ جیسے پوگل دیوانے
جن کی یہی رٹ ہے زوال اچھا تھا
وہ خود ہی کرے گا یوسف اعتراض محبت
یقین تو نہیں لیکن خیال اچھا تھا

غزل

عشق میں جو جیتا وہ انعام یاد آتا ہے
میری عزت کا ہونا نیلام یاد آتا ہے
پی لوں میں مے بھی تو تسکین نہیں ہوتی
مجھے تیری آنکھوں کا جام یاد آتا ہے
سر پہ ہے میرے غموں کی کڑی دھوپ
گھنی زلفوں میں کرنا آرام یاد آتا ہے
پہلے غصے سے [illegible]انے کے لیے
پھر جھک کر کرنا سلام یاد آتا ہے
میں جب بھی دینا چاہوں صفائی اپنے بارے میں
کوئی نہ کوئی ضروری کام یاد آتا ہے
ایسا نہیں کہ یوسف بھلا بیٹھا ہے اس کو
گورے ہاتھوں کا تھپڑ صبح و شام یاد آتا ہے

غزل

ان گنت رنج یادیں ہی میری ذات سے وابستہ
چاند ستارے جیسے ہیں سیارات سے وابستہ
اپنی اپنی جوانی کی خوشی میں ہیں مست سب
کوئی نہیں ڈھلتی ہوئی حیات سے وابستہ
جفا ستم حقارتیں بے رخی اور عداوتیں
میرے ظالم دوست ہیں ایسے ایسے آلات سے وابستہ
بجلی کہیں بھی چمکے گھٹا کہیں بھی چھائے
آنکھوں کا منظر ہو جائے برسات سے وابستہ
جو دے فیصلہ میرے حق میں ایسا منصف نہ ملا کہیں
یوسف رہے ہیں عمر بھر الزامات سے وابستہ

غزل

کون کہتا ہے ہم کو وفا نہیں آتی
اسے یہ کہتے ہوئے حیا نہیں آتی
ہاتھ نہیں اٹھاتے ہونٹ نہیں ہلاتے
اس کا مطلب یہ تو نہیں دعا نہیں آتی
بے وقت کی برسات نے بھگو دیا جسے
پلٹ کر اس چراغ میں ضیا نہیں آتی
دنیا دل پرستوں کو اچھا نہیں سمجھتی
یہ جانتے ہوئے بھی ہم کو جفا نہیں آتی
شدت گرمی ہے آج صبح صبح ہی
اور کسی طرف سے ہوا نہیں آتی
جب آرزو تھی محبت کی تب غم ہی ملے یوسف
اب جستجوئے موت ہوں تو قضا نہیں آتی

شعر

سالوں سے جمع کر رہا تھا فقیر جو
کمائی بس ایک رات دروازے کو کنڈی نہ لگائی
----یوسف دردی نارووال

غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم کی شاعری

غزل

کبھی آباد کرتا تھا کبھی برباد کرتا تھا
ستم ہر روز وہ ایک نیا ایجاد کرتا تھا
زمانہ ہو گیا لیکن خبر لینے نہیں آیا
جو پنچھی روز میرے نام پر آزاد کرتا تھا
برا ہے لاکھ دنیا کی نظر میں وہ
مگر وہ پیار بھی مجھ سے بے حساب کرتا تھا
آج چھوڑ گیا مجھے تو کیا ہوا
کبھی جو میرے لیے خدا سے فریاد کرتا تھا
مجھے اب بھی محبت ہے اسی ذات سے جاوید
جو شخص مجھے بدنام سر بازار کرتا تھا

غزل

تیرے لب پہ جو ادا ہوتے ہیں
نصیب ان لفظوں کے بھی کیا ہوتے ہیں
میں وہاں جا کے تجھے مانگ لوں گا
کوئی بتا دے کہ فیصلے کہاں ہوتے ہیں
تیری یاد جب حد سے گزر جاتی ہے
میری آنکھوں سے تب آنسو رواں ہوتے ہیں
میں اب کہاں چلا جاؤں اس دل کو لے کر
تیری یاد کے سہارے جیتے تو ہر جگہ ہوتے ہیں
چوٹ عشق کی کھا کر بھی جو مسکرائیں جاوید وہ لوگ صبر کی انتہا ہوتے ہیں

غزل

میری زندگی کو اک تماشہ بنا دیا اس نے
بھری محفل میں تنہا بٹھا دیا اس نے
ایسا کیا تھی نفرت اس کو معصوم دل سے
خوشیاں چرا کے غم تھما دیا اس نے
بہت ناز تھا کبھی اس کی وفا پر مجھ کو
مجھ کو ہی میری نظروں سے گرا دیا اس نے
خود بے وفا تھا میری وفا کی کیا قدر کرتا
انمول تھا میں خاک میں ملا دیا اس نے
کسی کو یاد کرنا تو اس کی فطرت میں شامل ہی نہیں
ہوا کا جھونکا سمجھ کر بھلا دیا اس نے

غزل

اپنی محبت پہ بہت ناز تھا مجھے
اس میں ہوگا دھوکہ کبھی سوچا نہ تھا
میں نے خود کو بھلا دیا تیری چاہت میں
تو ہم کو بھلا دے گا کبھی سوچا نہ تھا
وہ ملاقاتیں وہ قسمیں وہ وعدے
سب دکھاوا ہوگا کبھی سوچا نہ تھا
دکھا کے خوبصورت خواب ہم کو
پھر خود ہی توڑ دے گا کبھی سوچا نہ تھا
خود چل کر ہمارے ساتھ منزل کی طرف
پھر تنہا چھوڑ دے گا وہ کبھی سوچا نہ تھا

غزل

کچھ خواب تھے میری آنکھوں میں
تجھے پا لینے کی چاہت تھی
چند لفظوں میں ہی کہتے ہیں
مجھے تم سے بہت محبت تھی
تو کیا جانے چاہت کر کے
تجھے جو جانی تو پوچھتے ہم
دل جب بھی ٹوٹ کے رویا ہے
کیا درد کہیں بھی ہوتا ہے
یہ خواب حقیقت ہو جائیں
کسی اپنے جیسے سنگدل سے
تجھے کاش محبت ہو جائے

قطعہ

مجبوری میں جب کوئی جدا ہوتا ہے
ضروری نہیں کہ وہ بے وفا ہوتا ہے
دے کر وہ آپ کی آنکھوں میں آنسو
اکیلے میں وہ آپ سے بھی زیادہ روتا ہے

غلام فرید جاوید حجرا شاہ مقیم

راشد لطیف صبرے والا ملتان کی شاعری

غزل

آ جانا کبھی تم شام سے پہلے
ہر کام ہو جائے گا کام سے پہلے
میں بھول جاؤں گا میخانہ ساقی کا
پلوں گا جب تیرے ہونٹوں سے جام سے پہلے
پرواہ نہیں دنی اکی جو کرنا ہے کر لے
پیار کا الزام لگائے لزام سے پہلے
ہر صبح تیرے منہ سے کوئی حسین بات سنوں
اچھا نہیں لگتا کسی کا کلام تیرے کلام سے پہلے
نہ ملے محبت پرواہ نہیں مجھ کو یہ کافی ہے
تیرے نام سے بدنام ہو جاؤں بدنام سے پہلے
ایسا نہ آئے دن میری زندگی میں راشد
خدا نہ کرے کسی کا نام لوں تیرے نام سے پہلے

غزل

چار سو اب نفرتوں کے کنارے ہیں
اب ہم دشمن کے سہارے ہیں
ہم نے سوچا نہیں تھا اپنے بنیں گے دشمن
زندگی میں یہ سب عجیب نظارے ہیں
اور کتنا کرو گے دوستوں بدنام ہمیں
پہلے سے بہت بدنام بیچارے ہیں
جس کے پیار میں ہم چپتے مرتے رہے
اب اس کی طرف سے ملے مارنے کے اشارے ہیں
کسی بتاؤں اور کسے نہ بتاؤں میں
ہم کتنے غم کے مارے ہیں
دنیا سکون کی نیند سو جاتی ہے راشد
مجھے جاگتا دیکھ رو دیتے تارے ہیں

غزل

دفا کر بیٹھے جفا کرتے کرتے
یہ کیا کر بیٹھے کیا کرتے کرتے
جس نے سوچا میرے بارے میں ہمیشہ ہی غلط
اچھا کر بیٹھے برا کرتے کرتے
اس نے کیا محبت میں فریب مجھ سے
بھلا کر بیٹھے دعا کرتے کرتے
جو وعدوں میں جھوٹا بہت تھا
اسے سچا کر بیٹھے جھوٹا کرتے کرتے
جس نے رسوا کیا زمانے میں ہم کو
بلند رتبہ کر بیٹھے رسوا کرتے کرتے
جس نے مرنے کی دعا ہم کو دی راشد
اس کو دعا کر بیٹھے بد دعا کرتے کرتے

قطعہ

تیری تصویر کو جلانا ناممکن ہے
تجھ کو صنم بھلانا ناممکن ہے
تیری یاد کے سہارے جی لیں گے راشد
کسی اور کو پانا ناممکن ہے

قطعہ

آخری رسم الفت نبھا رہا ہوں
تیری تصویر تجھ کو لٹا رہا ہوں
میرے نام سے بدنام کریں تجھ کو دنیا والے راشد
تیری زندگی سے ہی میں دور جا رہا ہوں
راشد لطیف صبرے والا ملتان

قطعہ

اک بات تم سے پوچھوں جو جواب دو گے
یہ حسن یہ جوانی سرکار کیا کرو گے
ہونٹوں کی مسکراہٹ بیچو خرید لوں گا
منظور ہو تو بولو انسول ڈال دوں گ

شعر

پھول کھلتا ہے کلی کھلنے نہیں دیتی
روح چاہتی ہے تقدیر ملنے نہیں دیتی
۔۔یاسر ملک مسکان جنڈ اٹک

عثمان غنی عارفوالا کی شاعری

غزل

اس کی حسرت کو دل سے مٹا بھی نہ سکوں
ڈھونڈنے اس کا چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں
مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہے جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں
ڈال کر خاک میرے خون پر قاتل نے کہا
کچھ یہ مہندی نہیں میری کہ چھپا بھی نہ سکوں
ضبط کم بخت نے آ کے گلا گھونٹا ہے
کہ اسے حال دل سناؤں تو سنا بھی نہ سکوں
زہر ملتا نہیں مجھ کو ستم گر ورنہ
کیا قسم ہے تیرے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں
اس کے پہلو میں جو لے جا کے سلا دوں دل کو
نیند ایسی اسے آئے کہ جگا بھی نہ سکوں
اس کی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
ڈھونڈنے اس کا چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں

غزل

شوق عشق بجھانا بھی نہیں چاہتا
وہ مگر خود کو جلانا بھی نہیں چاہتا
اس کو منظور نہیں ہے میری گمراہی
اور مجھے راہ پہ لانا بھی نہیں چاہتا
کیسے اس شخص سے تعبیر پہ اصرار کروں
جو کوئی خواب دکھانا بھی نہیں چاہتا
اپنے کس کام میں لائے گا بتاتا بھی نہیں
ہمیں اوروں پہ گنوانا بھی نہیں چاہتا
میرے لفظوں میں بھی چھپتا نہیں پیکر اس کا
دل مگر نام بتانا بھی نہیں چاہتا

غزل

تیرا لگا تھا مجھ کو تجھ سے پیار نہیں
سچ ہے کہ تجھے پیار میرا درکار نہیں
تیری انا تھی تو نے جو اقرار کیا
پر مجھ کو تیرے پیار سے انکار نہیں
سمجھا تھا میں نے پیار کو کانٹوں کا رستہ
لیکن جب چل کے دیکھا تو پرکھار نہیں
پڑھ کے جسے تو رکھ کے بھول گیا
وہ میرا خط تھا شام کا اخبار نہیں
جو نشہ عشق بخشتا ہے چشم یار کو
ایسا تیری نگاہ میں خمار نہیں
عمریں گزاریں میں نے اپنی تیری خاطر
اور تو کہ تجھے میرا انتظار نہیں
جو ساتھ دو قدم بھی چلے یار ہوتا ہے
اک تو کہ ہمسفر تھا پہ یار نہیں

غزل

اس کے چہرے کو دل سے اتار دیتا ہوں
میں کبھی کبھی تو خود کو بھی مار دیتا ہوں
میرا حق ہے کہ میں تھوڑا اس کو دکھ بھی دوں
میں چاہت بھی تو اس کو بے شمار دیتا ہوں
تھا رہ نہیں سکتا لمحہ بھر بھی
میں بہت پہلے ہی اس کو پکار لیتا ہوں
مجھے اس کے سوا کوئی بھی کام نہیں سمجھتا
وہ جو بھی کرتا ہے میں سب حساب لیتا ہوں
وہ بھی ناز اٹھاتا ہے میں جو بھی کہتا ہوں
وہ جو بھی کہتا ہے میں چپکے سے مان لیتا ہوں

عثمان غنی عارفوالا پاک پتن قبولہ شریف

غزلیات

غزل

دسمبر اب کے آؤ تم
کہ جس میں جگنوؤں کی کہکشائیں
جھلملاتی ہیں
جہاں تتلی کے رنگوں سے فضائیں
مسکراتی ہیں
وہاں چاروں طرف خوشبو وفا کی
ہے
اور جو اس کو پوروں نظر سے چھو گیا
پل بھر جھلک اٹھا
دسمبر اب کے آؤ تم
تم اس شہر تمنا کی خبر لانا
جہاں پر ریت کے ذرے
ستارے ہیں
جہاں بلبل مہ و انجم وفا کے
استعارے ہیں
جہاں دل وہ سندر ہے کئی جس
کے کنارے ہیں
جہاں قسمت کی دیوی مٹھیوں میں
جگمگاتی ہے
جہاں دھڑکن کے لیے پے بے
خودی نغمہ سناتی ہے
دسمبر ہم سے نہ پوچھو ہمارے شہر کی
بابت
یہاں آنکھوں میں گزرے
کارواں کی گرد ٹھہری ہے
محبت برف جیسی ہے یہاں
اور دھوپ کے کھیتوں میں آتی
ہے
یہاں جب صبح آتی ہے تو
شب کے تارے پہنے راکھ کے
ایک ڈھیر کی صورت میں ڈھلتے
ہیں
یہاں جذبوں کی ٹوٹی کرچیاں
آنکھوں میں چبھتی ہیں
دسمبر اب کے آؤ تم

غزل

جب ہوتے تھے تنہا
پھر اپنے تو ہر پل
دل محسوس کرتا تھا
اپنوں کو درد مگر
جب تنہا ہوں میں تو کوئی پوچھتا
نہیں حال دل میرا
ہمیشہ جوڑتی تھی کچھ رشتوں کو مگر
اب رشتوں کو جوڑتے جوڑتے
خود ہی ٹوٹ گئی ہوں
.........ساویہ عبیداللہ لاہور

غزل

ہم درد کے مارے کیا جانتے
جیتے یا ہارے کیا جانتے
ہم رات کو آنسو بہایا کرتے ہیں
وہ دکھ ہمارے کیا جانتے
کیا میرے دل پہ جو گزری ہے
آکاش کے تارے کیا جانتے
کیوں خواب سہانے ٹوٹ گئے
سوچوں کے دھارے کیا جانتے
ہم ان کے بھلانا پائیں گے
وہ اپنے پیارے کیا جانتے
بدلی ہیں ہم سے نگاہیں انہوں نے
ہیں میرے پیارے کیا جانتے
وہ سکو کبھی بھی نہ پائیں گے جاوید
غموں کے دھارے کیا جانتے
........محمد اسلم جاوید فیصل آباد

غزل

بے چین بہت پھرنا گھبرائے
ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے
ہوئے رہنا
چھلکائے ہوئے چلنا خوشبوئے
لچکتی کی
اک باغ سا تھا اپنا مہکائے ہوئے
رہنا
اس حسن کے شیوہ ہیں جب عشق
نظر آئے
پردے میں چلے جانا شرمائے
ہوئے رہنا
اک شام سی رکھنا کاجل کے
کرشمے سے
اک چاند سا آنکھوں میں چمکائے
ہوئے رہنا
عادت ہی بنالی ہے تم نے تو مجید
اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے

..........رابعہ فیصل مجید مندرہ

غزل

یوں تو پیتے ہیں کبھی غمکو بھلانے کے لیے
میں تو پیتا ہوں ذرا ہوش میں آنے کے لیے
بھول سکتا ہوں بھلا کیسے ان کی یادوں کو
وہ تو کہتا ہے مجھ کو بھول جانے کے لیے
اپنی آنکھوں سے پلا دے ایسے ساقی پھر
لب ہلے نہ اور منگانے کے لیے
تو جو روٹھ جاتا ہے زمانہ بھی روٹھ جاتا ہے
میں تو شاعری کرتا ہوں تجھ کو منانے کے لیے
اوروں کو مرضی سے دل دے ساقی
میرے لیے تیر بنا کے لایا
پھر لبوں کو گلاب کے کچھ گلوں کے رس ملا کے لایا
پھر کبھی نہ پیوں گا زندگی ساری
آخری جام ملا کر لایا
ایسے آتا نہیں مزہ عامر مجھے عامر
ساری صراحی ادھر اٹھا لایا

..........محمد عامر رحمان لیہ

غزل

تمہیں ملیں گے کسی روز ہم سفر
نہیں اور بھی دکھ ہیں روز ہم سفر
اشک بہتے ہیں کیوں تنہائی میں
تمہیں بتائیں گے کسی روز ہم سفر
جل جاؤں نہ اس آرزو میں ہم سفر
تیری زندگی میں کبھی کوئی غم نہ آئے
پھولوں کی طرح کھلے تو ہم سفر
سنا جو تم نے اک لفظ بے محبت دیتا ہے کسی روز ہم سفر
کہہ دو کھل کے ان کہیں بات
تڑپا جاتی ہے جو روز ہم سفر
ہجر کی طویل شب گزری لی ہی ثنا ہے
نصیب میں آئے گی سحر کسی روز ہم سفر

..........ثنا اجالا بھلوال

نگری نگری پھر مسافر گھر کا راستہ بھول گیا
کون ہے اپنا کون پیرایا اپنا میرا بھول گیا

..........عبدالرحیم عظیم خان

غزل

برسوں کے انتظار کا انجام لکھ دیا
کاغذ پہ شام کاٹ کر پھر شام لکھ دیا
بکھری پڑی تھیں ٹوٹ کر کلیاں زمین پر
ترتیب دے کر میں نے تیرا نام لکھ دیا
آسان نہیں تھیں ترک محبت کی داستاں
جو آنسوؤں نے آخری پیغام لکھ دیا
تقسیم ہو رہی تھیں خدا کی نعمتیں
اک عشق بچ گیا سو میرے نام لکھ دیا
میں
کسی بے وفا کے ساتھ میرا نام لکھ دیا

..........خضر حیات روڈہ تھل

بچپن کی یاد

امی کی گود اور ابو کے کندھے
نہ جاب کی سوچ نہ لائف کے پنگے
نہ شادی کی فکر نہ فیوچر کے سپنے
وہ سکول کے دوست وہ کپڑے ہمارے گندے
وہ گھومنا پھرنا وہ بہت ساری موج مستی
وہ ہر عید پہ کہنا ابو ہمارے لیے کپڑے
لیکن اب کل کی ہے فکر اور ادھورے ہیں سپنے
مڑ کر دیکھو تو بہت دور ہیں اپنے
منزلوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہاں کھو گئے ہیں ہم
کیوں اتنی جلدی بڑے ہوگئے ہم

..........آصف دکھی شجاع آباد

غزل

وہ مدتوں میں ملا نہیں
میں بھی ڈھونڈنے میں تھکا نہیں
اسے ڈھونڈنے میں گلی گلی
کوئی شہر میں نے چھوڑا نہیں
سب نے کہا اسے بھول جا
مگر دل نے کہا وہ برا نہیں
بھولا ہوں اسے میں بھی اگر
پھر فرق ہم میں رہا نہیں

ملتے نہیں ہیں تو کیا ہوا
میرے دل سے تو جدا نہیں
اک صرف اس کا ہی انتظار ہے تنہا مجھے
وہ میرا نہیں تو میں جی کر کیا کروں
وہ مجھے بھول گیا ہے تو کیا
میرے زندگی میں کوئی اس کے سوا نہیں
۔۔۔۔امداد علی عرف ندیم عباس تنہا

غزل

ساتھ روتی تھی میرے ساتھ ہنسا کرتی تھی
وہ اک تھی جو میرے دل میں بسا کرتی تھی
میری چاہت کی طلب گار تھی وہ اس قدر بھی
کہ مصلے پہ نمازوں میں دعا کرتی تھی
اک لمحے کا بچھڑنا بھی گوارہ نہ تھا عاصمہ سے
روتے ہوئے وہ مجھ سے یہی کہا کرتی تھی
روگ دل کو جو لگا بیٹھی تھی وہ انجانے میں
میری آغوش میں مرنے کی دعا کرتی تھی
بات قسمت کی تھی کہ وہ دور ہو گئے ہم سے
ورنہ وہ تو مجھے تقدیر کہا کرتی تھی
۔۔۔اظہر سیف دھی سنگھکی منڈی

غزل

محفل نہ سہی تنہائی تو ملے گی
ملنا نہ سہی جدائی تو ملے گی کون کہتا
کہ محبت میں وفا ملتی ہے
وفا نہ سہی بے وفائی تو ملے گی
کاش کہ کوئی ہم سے بھی پیار کرتا
ہم جھوٹ بھی بولتے تو اعتبار کرتا
وعدے تو بہت کیے تھے سچے دل سے اظہار کرتا
میرے جانے کے بعد وہ غیروں سے مل گیا
میرے آنے کا انتظار تو کرتا
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یاسر دکی دیپالپور

غزل

جانے کیوں جان کر انجان بنا بیٹھا ہے وہ
اتنا خاموش کہ بے جان بنا بیٹھا ہے وہ
کتنا معصوم تھا جب میں نے اسے دیکھا تھا
آج جو وقت کا شیطان بنا بیٹھا ہے وہ
مجھ سے وہ دور سہی پھر بھی قریب کتنا ہے
دل کے ایوان میں مہمان بنا بیٹھا ہے وہ
اسکو فرصت ہی کہاں حال دل پوچھے میرا
رفتہ رفتہ میری جان بنا بیٹھا ہے وہ
بھول جاؤں اسے یہ ممکن ہی کہاں ہے
میرے درد کی پہچان بنا بیٹھا ہے وہ
۔۔۔۔۔۔۔سید عابد شاہ جڑانوالہ

غزل

سوچوں کی ڈور جو ابھی تو اسے سلجھا بھی نہ سکی
جسے چاہا تھا زندگی سے بڑھ کر اسے پا بھی نہ سکی
زندگی جینا میری مجبوری تھی
ورنہ میں تو مرنے کے لیے زہر کھا بھی نہ سکی
میری بے بسی کی انتہا دیکھو
کہ میں جسے پانے کے لیے اپنو کو منا بھی نہ سکی
تیری جدائی میں ایک ایک لمحہ اذیت بن کے گزرا ہے
لیکن میں اپنا دکھ بھی تجھے سنا نہ سکی
ہوا یہ ستم رینا سہنا پڑا مجھے
فاصلے درمیان میں بڑھتے ہی گئے
میں اپنے دل کی محبت تجھے دکھا ہی نہ سکی
۔۔۔۔۔۔۔عابدہ رانی گوجرانوالہ

غزل

دیکھ کر جسے دل کو قرار آئے گا
لوٹ کر کبھی تو میرا یار آئے گا
وہ مجھے بھول گیا ہے تو کوئی بات نہیں
مگر خیال اس کو میرا بار بار آئے گا
میں جانتا ہوں اس کے دل میں میرے لیے نفرت ہے مگر
اک دن وہ میرے پاس ہو کر شرمسار آئے گا
وہ بھی رو دے گا میری حالت دیکھ کر
کہتا پھرے گا ہو لوگوں دے بہت اچھا تھا میرا یار جگر

جب میت پہ میری وہ ہو کے
اشکبار آئے گا
......عامر سہیل جگر ۔ سمندری

غزل

عمر بھر لکھتے رہے پھر بھی ورق سادہ
رہا
جانے کیا لفظ تھے جو ہم سے نہ تحریر
ہوئے
جو دن بیتے شاید وہ بھول گئے ہو تم
ہم بھی کبھی خود کو تیرا سمجھا کرتے
تھے
صحرا صحرا بھٹکتا ہوگا در در پہ اٹکتا
ہوگا
موتی یوں ملتا ہی نہیں تہوں میں
اترتا ہوگا
اک بار ملا اور بچھڑ گیا مجھ سے
قسمت میں وہ میری زخم جدائی کر
گیا
اب تو اس کی یاد میں گزرے گی
زندگی
جو جاتے ہوئے تنہائی میرے نام
کر گیا
میں اپنا آج اپنا کل تمہارے نام
کرتا ہوں
میں اس جیون کا ہر اک پل
تمہارے نام کرتا ہوں
لوگ پھولوں سے محبت کرتے ہیں
کانٹوں کو نہ یاد کیا
میں کانٹوں سے محبت کی پھولوں
نے برباد کیا
جب باتوں باتوں میں کس نے
اس کا نام لیا
دل نے جیسے ٹھوکر کھائی درد نے
فوراً تھام لیا
..........ضیافت علی کوٹلی

غزل

محبت تو لاثانی ہے جس نے اسے
سمجھ لیا
کوئی پا گیا اس کو کسی نے ہونٹوں کو
سی لیا
جب تک پتا نہ تھا بڑے خوش وخرم
تھے
ہائے محبت میں آ کے خود کو اداس کیا
محبت درد دیتی ہے یہ بھی معلوم ہوا
تیری خوشی کی خاطر اس جام کو بھی
پی لیا
اس کے نشے میں ڈوبے تو پتا چلا
ہمیں
کیا تھے ہم اور کیا زندگی نے کام کیا
دروازے پہ کھڑا ہوں کب سنے
گی دستک
ہم نے بڑی دیر سے خود کو مہمان
کیا
ہاتھ میں ہے تیرے رومی اجو بھی
سلوک کرو
ہم سے جو ہو سکا وہی تیرے نام کیا
.........عبدالجبار رومی چوہنگ

غزل

اک روز جدا ہو جاؤں گا
نہ جانے کہاں کھو جاؤں گا
تم لاکھ پکارو گے مجھ کو
پر لوٹ کر میں نہ آؤں گا
تھک ہار کے دن کے کاموں سے
جب رات کو سونے جاؤ گے
دیکھو گے جب فون کو پیغام میرا نہ
پاؤ گے
جب یاد تمہیں میں آؤں گا
پر لوٹ کر میں نہ آؤں گا
اک روز یہ رشتہ ٹوٹ چھوٹے کا دل
میرا اتنا ٹوٹے گا پھر کوئی نہ مجھ سے
روٹھے گا
میں آنکھوں کو نہ کھولوں گا
تم سے کبھی نہ بولوں گا
آخر اس دن تم رو دو گے
اے میرے اپنوں مجھے تم کھو دو
گے
......غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم

غزل

یہ عشق بھی کیا عجب سی سزا دیتا ہے
کسی کو لیلیٰ کسی کو مجنوں بنا دیتا
آ جائے جو اس کی قاری ہو یا ملاں
سر بازار یہ دریا پہ نچا دیتا ہے
عزیز زندگی ہو جس کو بچ جائے
اس سے
یہ تو زندہ بدن کو جلا دیتا ہے۔۔۔۔ا
اس کی موج میں جو مقام دے
دے
آ جائے جوش میں تو سولی پہ چڑھا
دیتا ہے
فقی عشق موضوع حیران کن نہ
ابتداء نہ انتہا مزہ بھی دیتا ہے اور
دغا بھی دیتا ہے.........جنید فقی
کب کہا یہ میں نے کے کوئی تمہیں
چاہتا ہے۔فقط میں نے یہ اتنا ہی
کہا کہ یہ جسے تم چاہتے ہو وہ کیسا
ہوگا...........کشور کرن چنوکی

غزل

شاید وہ بھیانک خواب تھا میرا
میرے دل میں عجب خوف تھا
ڈر گئی تھی جیسے کوئی عذاب تھا
ایسے لگا جیسے وہ پرانا خواب تھا
نجانے ہوش اڑ گئے اور کھو سی گئی
میں
انجانے میں دھڑکنیں ہوش اڑاتی
گئیں میرا
ں اس انتظار میں رہی کہ کب
اختتام ہو
یوں لگا کہ وہ بکھرا آشیانہ ہے میرا
نہ آنکھ جھکی اور نہ ہی ہٹی بے حس سی
رہی میں
انجانے میں دستک ہوئی دل کی
دھڑکنے لگا میرا
اسے دیکھتے ہی کوئی ہوش نہ رہا
درد بھری آہٹوں میں دل بہت رویا
میرا
کیا کچھ ہو گیا ہر لمحہ میں نیا درد تھا
نازش
واقعی کیا یہ خواب تھا
.........نازش خان سمندری

غزل

بے اعتبار وقت پہ بے اختیار ہو کر
رو پڑے
کھو کر بھی اسے تو کبھی پا کر رو
پڑے
خوشیاں ہمارے پاس کہاں مستقل
رہیں
باہر بھی ہنسے تو گھر آ کر رو پڑے
گلا نہیں کسی سے سب الزام اپنے
ہیں
اس کے درد میں قید تھے مگر آزاد ہو
کر رو پڑے
ہمارا بھی عجیب حال ہے کس حال
میں خوش نہیں تمنا
دکھ ہی اتنے ملے کہ سکھ پا کر رو
پڑے
..................اریج تمنا

غزل

تیری جبیں پہ لکھا تھا کہ تو بھلا دے
گا
سو میں بھی بھانپ گیا تھا کہ تو بھلا
دے گا
ہر شخص سے لڑتا رہا میں تیرے لیے
ہر ایک نے مجھ سے کہا تھا کہ تو بھلا
دے گا
یہ تیری آنکھوں پہ غلطے سے پڑ گئے
تھے
مجھے تو تو نے کہا تھا کہ تو بھلا دے گا
نکال لایا ہے الزام پھر پرانے تو
یہ ہم نے طے بھی نہ کیا تھا کہ تو بھلا
دے گا
کچھ اس لیے بھی کہ اک تل تھا
تیری آنکھوں میں
مجھے تو تب بھی پتہ تھا کہ تو بھلا
دے گا
.....اعجاز احمد چدھڑ ننکانہ صاحب

غزل

تمہیں ہر وقت وہ گزرا زمانہ یاد
آئے گا
نہ ہوں گے ہم تو یہ ہنسنا ہنسانا یاد
آئے گا
بہانے کرے گا کوئی تم سے پھر نہ
ملنے کا
تمہیں پھر ایک ایک اپنا بہانہ یاد
آئے گا
کبھی جب توڑ ڈالے گا کوئی وعدہ
محبت کا
تمہیں میری محبت کا زمانہ یاد آئے
گا
گلے مل کر ہمیں رخصت کیا
تھا آپ نے جس دم
تمہیں ہمارا وہ آنسو بہانا یاد آئے گا
منائے گا نہ جب کوئی تمہیں ساحل
تمہیں یوں روٹھ جانے پر
تو تیرا روٹھنا میرا منانا یاد آئے گا
.........محمد اسماعیل ساحل

غزل

وہ لاکھ ستائے گا مگر اس شخص کی
خاطر
میرے دل کے اندھیروں میں
دعائیں رقص کرتی ہیں
اسے کہنا کہ لوٹ آئے سلگتی شام
سے پہلے
کسی خشک آنکھوں میں صدائیں
یاد کرتی ہیں
خدا جانے کسی کشش ہے اس کی
آنکھوں میں یارو
میں اس کا ذکر چھیڑوں تو ہوائیں
رقص کرتی ہیں
...........غزالہ شبنم دنیاپور

غزل

کاش سپنے حقیقت ہوتے ہم ہر
سپنے میں تمہیں دیکھا کرتے

... میں ... رہا پوری ہوں
ہم ہر دعا میں تیرا پیار مانگا کرتے
کاش زندگی وفادار ہوتی ہم ساری
زندگی یونہی نبھاتے
کاش کہ زندگی میں لفظ کاش نہ
ہوتا
تو ہم آپ کے پاس اور آپ
ہمارے پاس ہوتے
.........اللہ جوایا کنول

غزل

مت کر مذاق غربت میں کون ہمارا
ہے
مجھ غریب کا نہ کوئی اپنا نہ کوئی سہارا
ہے
دل کی فرمائش کیسے پوری کروں
میں غریب
مانگے بھیک نہیں ملتی سب کو پیسہ
پیارا ہے
محبت کھیل دولت کا مقدر پہ ہے
الزام
بن پیسے کے پیار نہ ہمارا ہے نہ
تمہارا ہے
تو گھر کے اک اشارے پر لٹا نہیں
ہزار دل
مجھے کہیں لوگ یہ تو مفلس ہے
بیچارا ہے
ہوتا نہ امیر غریب تو کہتا ہر کوئی
خلیل تو مجھے اپنی جان سے بھی
پیارا ہے
.....خلیل احمد ملک شیدانی شریف

غزل

ہر ظلم تیرا یاد ہے میں بھولا تو نہیں
ہوں
اے وعدہ فراموش میں تجھ سا تو
نہیں ہوں
اے دوست مجھے کیوں دیکھتا رہتا
ہے زمانہ
دیوانہ سہی تیرا تماشہ تو نہیں ہوں
چپ چاپ سہتے رہے ظلم وقت
کے ہاتھوں
مجبور سہی وقت سے ہارا تو نہیں
ہوں
دل توڑا ہے اپنوں نے تو شکوہ نہ
کریں گے
تو بھول گیا ہے مجھ کو میں تجھے
بھولا تو نہیں ہوں
ساحل پہ کھڑے ہو تمہیں کیا ڈر لگے گا
میں ڈوب رہا ہوں ابھی ڈوبا تو
نہیں ہوں
..........ماہ نور کنول آزاد کشمیر

غزل

یونہی میں بدل نہ جاؤں مجھے پھر
بھی سوچ لینا
تیرے غم میں ڈھل نہ جاؤں مجھے
پھر بھی سوچ لینا
تیرے ہجر کی تمازت میرے ذہن
پہ مسلط
میں ابھی سے جل نہ جاؤں مجھے
پھر سے سوچ لینا
تیرے پیار کی یہ نرمی میری جان
لے رہی ہے
کہیں میں پگھل نہ جاؤں مجھے پھر
سے سوچ لینا
تیری ہر ادا کے صدقے مجھے قتل کر
رہی ہے
ابھی میں پھسل نہ جاؤں مجھے
پھر سے سوچ لینا
تیرے پیار کی حدوں سے تیرے
عشق کے سفر سے
کبھی میں نکل نہ جاؤں مجھے پھر
سے سوچ لینا
میری زندگی ابھی تو بڑی غمزدہ ہے
واجد
میری جان سنبھل نہ جاؤں مجھے
پھر سے سوچ لینا
..................واجد چوہان

غزل

کیوں جاگتے ہو کیا سوچتے ہو
کچھ ہم سے کہو تنہا نہ رہو
سوچا نہ کرو
یادوں سے برستے بادل کو پلکوں پہ
سجا نا ٹھیک نہیں
جو اپنے بس کی بات نہ ہو اس کو
دہرانہ ٹھیک نہیں
اب رات کی آنکھیں بھیگ چلی
اور چاند بھی ہے چھپ جانے کو
کچھ دیر میں شبنم آئے گی پھولوں
کی پیاس بجھانے کو
خوابوں کے نگر کو کھو جاؤ
اب سو جاؤ اب سو جاؤ
..............شازیہ ۔ ساہیوال
کبھی تو نہ نہیں میرے دل سے
تیری یاد کا رشتہ
گفتگو ہو نہ ہو خیال تیرا ہی رہتا
ہے
................عشنا سوات

بارش کی آوارگی نے ہر رت بدل ڈالی ہے
جنہیں مشکل سے بھولے تھے وہ پھر سے یاد آنے لگے
..................حسین کاظمی۔

غزل

تو پاس ہے تو ہر احساس ہے
نہ ہو تو اگر زندگی کچھ بھی نہیں
میں مانتا ہوں میں بہت برا ہوں
پر میری دھڑکنوں میں تیرے سوا کچھ بھی نہیں
میں نے چاہا تھا صرف ساتھ تیرا اے
تو دور ہوا تو بچا کچھ بھی نہیں
کیا خوب وفا کی سزا دی ہے تم نے
سب کچھ ہے پاس میرے پر لگتا کچھ بھی نہیں
......شکیل احمد قائدہ آباد کراچی

غزل

اب جو روٹھے تو کبھی منانا نہیں جا کر
سہہ لیں گے دکھ اسے سنانا نہیں جا کر
لوٹ آئے گا ضرور اگر وہ میرا ہوا تو
آج سے طے ہوا خود بلانا نہیں جا کر
اسے چاہا ہے اسے چاہتے رہیں گے
اس کے دل میں کیا ہے آزمانا نہیں جا کر
ملے تو بر سا دیں گے ہم اپنا پیار اس پہ
نہیں تو حال دل بھی بتانا نہیں جا کر
.........عثمان غنی تبولہ شریف

غزل

اک امید تھی جو دل میں وہ بھی بھلائی ہم نے
اپنے ارمانوں کو خود ہی آگ لگائی ہم نے
پیار کل بھی تھا اور آج بھی ہے اور رہے گا تم سے
نہ جانے کیوں تجھے پانے کی حسرت مٹا دی ہم نے
تیری بے رخی نے جو بھڑکائی تھی آتش غم
غم کی وہ آگ اشکوں سے بجھائی
ہم نے آج تم نے اپنی ٹھوکر لگائی کہ مزہ آ گیا
تیری خاطر دن کا سکون راتوں کی نیند گنوائی ہم نے
اس زمانے میں پیار کر کے اکثر دھوکہ دیتے ہیں لوگ
ہر موڑ پر دل نادان کو یہ بات سمجھائی ہم نے
دل کی ہر ایک تمنا کو بھول کر
تیری یاد میں زندگی گزارنے کی قسم کھائی ہم نے
بجھ گئی وہ شمع تیری ان آہوں سے شاد
اس کے دل کی چوکھٹ پہ جو جلائی ہم نے
..........محمد آفتاب شاد دوکوٹہ

ہجوم میں تھا وہ شخص کھل کر رو نہ سکا ہوگا
مگر یقین ہے کہ شب بھر نہ سو سکا ہوگا
وہ شخص جس کو سمجھنے میں اک عمر لگی
بچھڑ کر مجھ سے کسی کا نہ ہو سکا ہوگا

غزل ۲

اپنی چند غزلیں تیرے نام کرتا ہوں
جہاں پر نام لکھا ہو تیرا وہی پہ شام کرتا ہوں
لوگ بھی اس کو میری اک ادا سمجھتے ہیں
میں اپنی سادگی میں جب ان سے کلام کرتا ہوں
جو لوگ راہ وفا میں قربان ہو گئے ساگر
میں ان عظیم لوگوں کو سلام کرتا ہوں
..............ساگر گلزار کنول

غزل

مجھے تم سے محبت ہے میری بات سنو
کیوں ہے یہ تیری عداوت میری بات سنو
خدا کے لیے کہہ دو تمہیں مجھ سے محبت ہے
کہو یہی اک بات میری بات سنو
کیوں اتنے سنگ دل ہوئے جا رہے ہو
کہاں ہے وہ الفت میری بات سنو

زخم دے کر بے سہارا نہیں چھوڑتے
مرے ہمدم میرے دوست میری بات سنو
کہاں بتاؤں میرا تھا نہیں میرا عشق
کیا یہی ہے قسمت میری بات سنو
.... عائشہ نور عاشا گجرات

غزل

غم یار آ میرے پاس آ مجھے فرصتیں نہیں تمام اب
میری کل تلک جو تجھ سے تھی نہیں رنجشیں وہ تمام اب
میری ہر خوشی تیرے واسطے میری زندگی تیرے واسطے
مجھے چھوڑ کر وہ چلا گیا نہیں قربتیں وہ تمام اب
صبح شام جن میں تھا بھیگتا نہیں گرم موسم کا تھا پتہ
نہیں بھیگی زلف یار اب نہیں بارشیں وہ تمام اب
اس نے چھوڑا مجھے تو کیا ہوا تو ہی مجھ کو اپنا بنا لے ناں
تیرے در پہ اب میں رہوں گا نہیں پھرنا مجھے در بام اب
میری ہر گھڑی تیرے نام ہوئی میری زندگی تیرے نام ہوئی
میں ہوں نہیں اب کسی کا بھی تیرے نام ہوں میں تمام اب
نہیں اشکبار میری آنکھ اب میرے پاس نہیں کوئی غم
تو بلا جھجک میرے پاس آ نہیں رنجشیں وہ تمام اب
اس کے عشق نے تھا شاعر کیا پھر جدا وہ مجھ سے ہو گیا
ہے کنول یہ شاعری درد بھری نہیں شاعری وہ تمام اب
.... مس غوزیہ کنول کنگن پور

غزل

کس کارن یہ رنگوں سے یاری کس کارن یہ ڈھنگ
جتنے رنگ بھی چاہو زیست میں بھر لو موت کا ایک ہی رنگ
تام غور سے اتنی دوری ٹھیک ہے لیکن آخر کیوں
سارے جہاں سے قوس قزح کا رشتہ اپنے آپ سے جنگ
پل میں ڈھیلی رنجشی بکھرنے والی ایسی ہے یہ زیست
اک سے زیادہ بچوں کے ہاتھوں میں جیسے کٹی پتنگ
عمر بتا دی اپنوں اور غیروں کے نقش ہٹانے میں
جب اپنی تصویر بنانا چاہی پھیکے پڑ گئے رنگ
میں اک لکھنے والا مجھ کو بتاتا یار عرفان ملک
لوح و قلم سے آگے بھی ہے کیا یہ دنیا اتنی تنگ
.... محمد عرفان ملک راولپنڈی

غزل

اس خوبصورت موسم میں کیا اس ہلکی ٹھنڈی ہوا میں
اس خوبصورت بارش میں ہم نے صرف تمہیں یاد کیا
تمہاری ایک ایک ادا کو یاد کیا ہے
ہر لمحے تمہاری یاد نے ہمیں ستایا
تمہاری یاد کو اپنی بتایا ہے
تمہاری یاد کو اپنی یاد میں بسایا ہے
.... شہر بانوں کرم خان، فتح جنگ

غزل

ہوئی مجھ کو محبت تو پھر وہ روٹھ گیا ایک بے وفا کی طرح
زندگی میں وہ مجھ سے دور ہو گیا وقت مہینے سال کی طرح
آیا تھا اپنا بن کر پھر یونہی چلا گیا ایک غیر کی طرح
آ کے اپنی صورت دیکھا کر پھر ٹوٹ گیا شیشے کی طرح
مسکراتا پھر دکھ میں مرجھا گیا گلاب کے پھول کی طرح
آ کر دل میں اتر کر پھر یونہی دور ہو گیا خوشبو کی طرح
اجالا کرنے آیا تھا پھر زندگی میں چھا گیا اندھیروں کی طرح
وہ مجھ کو راستہ دیکھاتا رہا دن ہوا تو کچھ نہ دیکھ سکا جگنوں کی طرح
میرا محبوب مجھ کو دیکھتا تھا ایک قاتل نگاہوں کی طرح دنیا کے لوگ بھی دیکھتے ہیں بلال کو ایک شکار کی طرح
صدا اور دعا سے آیا تھا وہ ایک دل کے ساتھ سانس کی طرح
دنیا میں آ کر سانس لیتے لیتے مر گیا اور مٹ گیا مٹی کی طرح
.... محمد بلال عباسی خمیسہ

نہ رہ سکیں گے تم بن مگر تم یاد رکھنا ہمراز
جائیں بھول جائیں اگر احساس نم رہ کرنا
...............سید ہمراز حسین
کسی کی بے بسی کا تماشہ نہ بناؤ فراز
ہر مجبور شخص بیوفا نہیں ہوتا
.......ایم واجد لکھویرا ساہیوال
میری آنکھیں ہمیشہ میرے دل سے جلتی ہیں جانتے ہو کیوں
کیونکہ تم میری آنکھوں سے بہت دور ہو اور دل کے بہت قریب
.........ڈاکٹر ایوب اوشا محمد
مختصر محبت کا مختصر انجام
تم بچھڑے ہو ہم بکھرے ہیں
.........سونو کوندل جہلم
پھول پھول سے جدا ہے شاخ سے نہیں
میں تم سے جدا ہوں مگر دل سے نہیں
.......ذولفقار تبسم۔میاں چنوں
اب تو درد سہنے کی اتنی عادت ہوگئی ہے
جب درد نہیں ملتا تو درد ہوتا ہے
...........عافیہ کوندل۔جہلم
بہت مختصر سی رہ گئی ہے جینے کے لیے زندگی اپنی ضیافت

ہو سکے تو بھلا دینا نہیں تو یادوں کو گلے لگا لینا
........ضیافت علی چوکی سوہنگ
وہی ہوا نہ تیرا دل بھر گیا مجھ سے
میں نے کہا تھا یہ محبت نہیں جو تم کرتے ہو
..........غلام فرید ہجرہ شاہ مقیم
ساحل پہ توڑ دیتی ہے دم جوم بے کراں
مدہوش باہوں کو یہ بتلانا چاہیے
..........رانا بابر علی ناز لاہور
جن کی آنکھوں میں ہوں آنسو انہیں زندہ سمجھو
پانی مرتا ہے تو دریا بھی اتر جاتے ہیں
..........ثوبیہ حسین کہوٹہ
روز میرے خوابوں میں آتے ہو کیوں
میرا دل اب جلاتے ہو کیوں
...........سیف الرحمٰن زخمی
تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے توڑ ڈالا
یہ ٹکڑا میں نہیں لوں گا مجھے تو دل بنا کر دو
،،حماد ظفر ہادی منڈی بہاؤالدین
کسی چہرے کو حقیر نہ جانو دوستو
یہ سب رب کائنات کی مصوری ہیں

..........بشیر احمد بھٹی بہاولپور
اتنے بے تاب ہوئے تیری جدائی میں
اب تو پھر بھی بہیں لے جاتا ہے چار پائی سے
...............یاسر دکی دیپالپور
یہ ٹھنڈ یہ پت جھڑ کا موسم یہ سرہوا کے جھونکے میرے اندر
طوفان برپا ہوا ہرتے ہیں آجو، ناں ہم پل پل تیرا انتظار کرتے ہیں
.......عابدہ رانی گوجرانوالہ
خوشبو کہیں نہ جائے یہ اصرار ہے بہت
اور یہ بھی آرزو کہ زلف کھولیے
..........اسحاق انجم کنگن پور
مجھ کو چھوڑ جائے گی تنہا اس دنیا میں مگر
بس مجھ کو بھی تیرے بعد غم ملیں ہیں
.......سردار اقبال خان مستوئی
آؤ کسی شب مجھے ٹوٹ کر بکھرتا دیکھو
زہر میری رگوں میں اترتا دیکھو
کبھی کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے رب سے آؤ کبھی مجھے سجدوں میں سسکتا دیکھو مار یہ
.....امدام علی عباس تنہا منگا منڈی

محبت کر کے لوگ ہو جاتے ہیں
بدنام
میرا یہ مشورہ ہے کہ کوئی کسی سے
محبت نہ کرے
........محمد آفتاب شاد کونہ

کتنے غرور میں ہے وہ مجھے تنہا چھوڑ
کر
اسے معلوم نہیں مجھے آنسو تنہا
نہیں ہونے دیتے
......پرنس عبدالرحمٰن نین رانجھا

اداس دل کی ویرانیوں میں بکھر
گئے تھے
خواب سارے یہ میری بستی سے
کون گزرا ہے بکھر گئے تھے گلاب
سارے
.........عبدالغفور تبسم لاہور

اسے کہنا کہ سدا موسم بہاروں
کے نہیں رہتے
کبھی پتے بکھرتے ہیں ہوا جب
بھی چلتی ہے
......ایم ظہیر عباس جنڈ اٹک

رانی تیرے فون کا انتظار ہے کچھ
اس طرح
لوگ عید کے چاند کا انتظار کرتے
ہیں جس طرح
......آفتاب عباسی ایبٹ آباد

زہر جدائی والا گھونٹ گھونٹ نہیں
پینا
نی جینا میں تیرے بنا نہیں جینا
.......محمد طفیل طوفی کویت

کچھ اس ادا سے توڑے ہیں تعلق
اس شخص نے
کہ اک مدت سے ڈھونڈ رہا ہوں
اپنا قصور
.........عثمان غنی قبولہ شریف

قسمت سے ملتے ہیں زندگی کے
سبھی رنج و غم گلزار
آرزو ہو تو بچھڑتے نہیں دل میں
رہنے والے
.....ساغر گلزار کنول فورٹ عباس

وہ زہر دیتا تو دنیا کی نظر میں آجاتا
کمال کی سوچ تھی اس کی کہ
وقت پر دوا نہ دی
.........عثمان غنی قبولہ شریف

منزل تو مل ہی جائے گی بھٹک کر
ہی سہی جاوید
گمراہ تو وہ ہیں جو گھر سے نکلتے ہی
نہیں
............آصف جاوید زاہد

آنکھیں ملا کے پیار سے مٹا دیا
اس بے وفا نے ہم کو ہنسا کر رلا
دیا
......میر احمد میر تلتی سوئی گیس

میرے درد میرے افسانے کو کہانی
سمجھ کر ٹھکرا دیا
اس نے چاہا ہم نے اسے دل
جان سے روگ لگا کر ٹھکرا دیا
..........اویس تنہا کراچی

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول
...........حق نواز لسبیلہ

میرے تعارف کے لیے اتنا ہی
کافی ہے
میں اس کی ہرگز نہیں ہوئی جو کسی کا
ہو جائے
.........حرا رمضان اختر آباد

عمر ساری تو بہت دور کی بات ہے
اک لمحے کے لیے کاش وہ میرا ہو
جائے
.......ملک وسیم عباس قتال پور

تم آج ہو چل سو چل چلتے رہو
میں دھواں ہوں ہر آنکھ کو نم کرتا
ہوں
..............ثنا اجالا بھلوال

دل بھی کیا ہے عجیب چیز ہے یار
جسے چاہے زندگی بھر اسی کا طلبگار
رہتا ہے
.......محمد یاسر تنہا سلطان خیل

تیری یاد آتی ہے مجھے رلا دیتی ہے
تنہائی بھی کیا چیز ہے یہ کیسی سزا
دیتی ہے
......مدثر تبسم گوندل تنہا چک عالم

اپنی زندگی میں مجھے شریک غم سمجھنا
کوئی غم آئے تو مجھے شریک غم سمجھنا
دیکھیں گے ہر لمحہ ہر گھڑی تم مسکرا
کے لاکھوں ہزاروں میں صرف مجھے
اپنا دوست سمجھنا
.........محمد خادم جنگلب

لٹ گئی سر بازار وفا کی پونجی
بک گئے ہم کسی غریب کے زیور
کی طرح
............اشفاق مرغی فارم

جب ناز تھا ہم کو قسمت پر تو
دنیا ہنس ہنس کر ملتی تھی جب دل کی
بستی اجڑ گئی تو دوست کنارہ کرتے
ہیں ....محمد ذیشان اٹک

مجھے اپنی دو بہنوں کے لیے دو رشتوں کی تلاش ہے میری بہنیں مڈل پاس ہیں اور نہایت ہی شریف ہیں اور خوبصورت ہیں انکی عمریں اٹھارہ اور بیس سال کے قریب ہیں ان کے لیے ایسے رشتے درکار ہیں جو حقیقت میں شادی کے خواہشمند ہوں جن کا اپنا کاروبار ہو یا پھر وہ سرکاری ملازم ۔یا پھر کسی بھی اچھی ملازمت میں ہوں شریف ہوں اور انکی عمریں پچیس سال سے زیادہ نہ ہوں لاہور اوکاڑہ ۔قصور والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

۔۔۔۔۔ناز بی بی ۔لاہور
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔گلبرگ ااا لاہور

مجھے اپنی ایک کزن کیلیے ایک اچھے رشتے کی تلاش ہے میری کزن خوبصورت شریف فیملی سے ہے اس کی عمر بائیس سال ہے لڑکے کی عمر پچیس سے اٹھائیس سال تک ہو سرکاری ملازم ہو تو بہتر ہے ورنہ کسی بھی اچھی جاب میں ہو نیز کا شریف ہو جہیز کا لالچی نہ ہو ۔اچھی سوچ کا مالک ہو فوری رابطہ کریں۔

لاہور والوں کو ترجیح دی جائے گی

۔۔۔۔۔۔۔زیبا ۔لاہور
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔گلبرگ ااا لاہور

مجھے اپنی بیٹی کے لیے رشتے کی تلاش ہے میری بیٹی کی عمر اکیس سال ہے نہایت شریف ہے تعلیم بہت کم ہے کچھ مجبوریوں کی وجہ سے ہم لوگ اس کو آگے نہ پڑھا سکے تھے لیکن پڑھنا لکھنا سب جانتی ہے اس کے لیے ایسے رشتے کی تلاش ہے جو نہایت شریف ہو جو میٹرک پاس ضرور ہو اپنا کام کرتا ہو یا پھر کسی بھی اچھے ادارے میں ملازم ہو برائے کرم جہیز کے لالچی لوگ رابطہ نہ کریں کیونکہ ہم اتنے زیادہ امیر نہیں ہیں اور وہ لوگ رابطہ کریں جن کو ایک اچھی شریک حیات کی تلاش ہو ہم جلدی اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ک بیگم۔
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔گلبرگ ااا لاہور

میں شادی کا خواہشمند ہوں میری عمر تیس سال ہے نہایت شریف فیملی سے تعلیم انٹر ہے مجھے

ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو اگر اس سے بھی کم ہو تو کوئی حرج نہیں شریف ہونا ضروری ہے ۔باپردہ ہو اور اچھے اخلاق کی مالک ہو میں اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کروں گا اس کو اچھے شوہروں جیسا پیار دوں گا فوری رابطہ کریں۔

۔الفت جان ۔سیالکوٹ۔
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ ۔گلبرگ ااا لاہور

میں ایک خوبصورت انسان ہوں پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا ہوں اپنا بزنس ہے خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہے کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے میری عمر چالیس سال ہے اور مجھے ایسی عورت کی تلاش ہے جو بہت زندگی سے بیزار ہو جو بیوہ ہو مطلقہ ہو یا پھر کوئی اور مسئلہ ہو میں اس کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کروں گا اس کو زندگی کا ایسا ساتھی بناؤں گا کہ وہ اپنے تمام دکھوں پریشانیوں کو بھول جائے گی کبھی بھی اس کو تکلیف نہیں ہونے دوں گا ۔اپنی تمام زندگی اس کے نام لکھوا دوں گا فوری رابطہ کریں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔زاہد ۔لاہور

دُکھ درد ہمارے

قارئین کرام میری زندگی دکھوں میں ہی بیتی جا رہی ہے میں کیسے جی رہی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں میری عمر بائیس سال ہے لیکن دونوں ٹانگوں سے معذور ہوں نہ چل سکتی ہوں اور نہ ہی کوئی کام کر سکتی ہوں بس سارا دن چارپائی ہوتی اپنی قسمت کو روتی رہتی ہوں ڈاکٹروں نے اس کا بہت مہنگا علاج بتایا ہے جو ہمارے بس سے باہر ہے اور پھر ہمارا کوئی کمانے والا بھی نہیں ہے امی ہی ہیں جو سارا دن کام کرتی رہتی ہیں۔ اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں لیکن نجانے کیوں ایسا نہیں کر پاتی ہوں۔ مجھے آپ بہن بھائیوں کی مدد کی ضرورت ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی چلوں کام کروں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاؤں لیکن شاید میری یہ سوچ کبھی بھی پوری نہ ہو مجھے کسی نے مشورہ دیا ہے کہ میں آپ لوگوں سے مدد کی اپیل کروں سو آ گئی ہوں برائے مہربانی میری مدد کریں تاکہ میں اپنا علاج کرا سکوں اور گھر کے سلسلہ کو چلا سکوں امید ہے کہ آپ میری ضرور مدد کریں گے۔ خدا آپ کو اس نیک کام کا اجر دیں گے ہم گھر والے آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے۔ میں ہر وقت روتی رہتی ہوں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں کوئی بھی نازک وقت میں ساتھ نہیں دیتا ہے۔ میں پہلے ٹھیک تھی لیکن یکدم اسو بیماری کا مجھ پر حملہ ہوا اور میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہو گئی ہوں۔ میں کسی بھی قسم کا جھوٹ نہیں بول رہی ہوں آپ لوگ میری انکوائری کر سکتے ہیں

صدف۔ جہلم

قارئین کرام۔ میں اپنا مسئلہ لے کر آپ لوگوں کے سامنے آیا ہوں امید ہے کہ آپ لوگ میرے پیغام کو پڑھنے کے بعد میری کچھ مدد کریں گے میں شادی شدہ ہوں۔ میرے پاس ایسی نوکری نہیں ہے جس سے میں اپنے گھر والوں کا پیٹ پال سکوں آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میری کچھ مدد کریں تاکہ میں اپنے گھر والوں کا بہتر طریقے سے پیٹ پال سکوں۔ یہ آپ لوگوں کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ میں بہت ہی مجبور ہو کر یہ پیغام دے رہا ہوں امید ہے کہ میری مدد کریں گے اور مجھے کوئی بھی بھائی میری مدد کرے میں اس کی ایک ایک پائی ادا کروں گا یہ میرا آپ لوگوں سے وعدہ ہے۔ امید ہے کہ میرے بھائی ضرور میرے اشتہار پر غور فرمائیں گے اگر کوئی صاحب حیثیت انسان مجھے یہاں ہی کسی اچھی نوکری پر لگوا دیں تو میں اس کا احسان بھی زندگی پر یاد رکھوں گا میری اور میرے بیوی گھر والوں کی دعائیں آپ کے لیے ہی ہوں گی مجھے آپ کی مدد کا انتظار رہے گا میں شدت سے منتظر رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرے بھائی میرا یہ مسئلہ ضرور حل کر دیں گے کیونکہ جواب عرض کے قارئین کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں ان کے دلوں میں درد ہوتا ہے۔ میں معذور انسان ہوں۔ آپ کی مدد کا مستحق ہوں آپ کی وجہ سے مجھے روزگار مل گیا تو میری زندگی میں بھی سکون آ سکتا ہے

ایم بوٹا دھمی۔

قارئین کے نام

ایک سال قبل میری شادی ہوئی لیکن خدا نے مجھے ایک آزمائش میں ڈال دیا کام کرتے ہوئے میرے خاوند گر کر بری طرح زخمی ہو گئے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اب وہ بستر پر پڑے رہتے ہیں گھر کا خرچہ چلانے والا کوئی نہیں ہے کوئی بھی راستہ نظر نہیں آتا ہے آپ لوگوں کے سامنے آئی ہوں کہ اگر آپ لوگ ہماری مدد کر سکیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم دیگا۔ اور ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔ آپ کی ایک دکھی بہن